سلسلۂ انجمن ترقی اردو
نمبر ۱۰

البیرونی

مولفہ

سید حسن برنی بی۔ اے (علیگ)

مُدَارَسَۃُ اَخْلَاقِ الْحُکَمَاءِ وَالْعُلَمَاءِ تُحْیِی السُّنَّۃَ الْحَسَنَۃَ وَتُمِیْتُ الْبِدْعَۃَ

حکما اور علما کے حالات کا مطالعہ عمدہ سیرتوں کو زندہ اور بدعت کو مردہ کرتا ہے۔ (بیرونی)

دار الناظر پریس واقع چوک لکھنؤ طبع یافت
۱۹۱۶ء

شکریہ

یہ کتاب عالیجناب مسٹر محمد اکبر حیدری. بی - اے -
ہوم سکرٹری دولت آصفیہ کی فیاضانہ امداد سے طبع ہوئی ہے -

آپ نے عام طور پر اور خصوصاً ریاست حیدرآباد کے علمی اور
تعلیمی کامون کی ترقی مین جو حصہ لیا ہی وہ بے انتہا قابل تعریف ہے -
"انجمن ترقی اردو" پر آپ کی خاص نظر توجہ ہے اور آپ کو
اس کے اصول و مقاصد سے کامل ہمدردی ہے - انجمن کی جو
اعانت آپ نے مختلف طریقون سے وقتاً فوقتاً فرمائی ہے
انجمن اسکی نہایت ممنون ہے -

امید ہو کہ جناب حیدری صاحب کی علمی ہمدردی اور علمی
قدردانی کی یہ مثال ہمارے ہم وطنون کے لیے قابل تقلید ثابت ہوگی -

عبدالحق
آنریری سکرٹری انجمن ترقی اردو

قابل مؤلف نے اپنی خاص عنایت سے اس کتاب کا پہلا اڈیشن انجمن کو عطا فرمایا ہے۔ جو درحقیقت انجمن کی بہت بڑی اعانت ہے۔ انجمن اس قابل قدر امداد کی نہایت شکرگزار ہے۔

اس اڈیشن کے فروخت ہونے پر مؤلف کو اختیار ہوگا کہ وہ خود طبع کا انتظام کریں یا انجمن کو اجازت دیں۔

عبدالحق
سکرٹری انجمن ترقی اُردو

فہرست مضامین

دیباچہ

(۳) فہرست تصانیف وتالیفات بیرونی

(ا) تمام کتابون کے نام جواب تک معلوم ہو سکے ہین

(ب) کون سی کتابین اب موجود ہین (۱) مطبوعہ (۲) غیر مطبوعہ

(۴) کتاب آثار الباقیہ

(۵) کتاب الہند

(۶) تبصرۂ اختتامی

(ضمیمہ) فہرست ابواب قانون المسعودی

دیباچہ

آج سے پورے تین سال پہلے کا ذکر ہے کہ ابوریحان بیرونی کی دو تصانیف "آثار الباقیہ" اور "کتاب الہند" میری نظر سے گذری تھیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے بیرونی کی جو وقعت میرے دل میں پیدا ہوئی اُس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ مین نے باوجود عدیم الفرصتی اور علمی بے بضاعتی کے اُسی وقت سے بیرونی کے مفصل حالات بہم پہونچانے اور اہل ملک کی خدمت مین پیش کرنے کا مصمم قصد کر لیا۔ تقریباً ایک سال کی تلاش و جستجو کے بعد مین اس قابل ہوا کہ مین نے ایک رسالے مین حکیم موصوف کے حالات قلمبند کر دیے بعض وجود سے اُس رسالے کی اشاعت معرض التوا مین رہی اور اب تک اُس کے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔

ابتدا مین بیرونی کی ذات سے جو دلبستگی مجھے پیدا ہو گئی تھی وہ ایسی نہ تھی کہ رسالۂ مذکور کی تحریر کے ساتھ ختم ہو جاتی۔ مین اس کے بعد بھی اُس کی تصانیف مین برابر ویسی ہی دلچسپی لیتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہان میری معلومات مین روز بروز اضافہ ہوا وہان بیرونی کی عظمت کا نقش میرے دل مین اور بھی گہرا ہو گیا۔ بالآخر مین نے محسوس کیا کہ جو رسالہ مین بیرونی کے حالات مین لکھ چکا تھا وہ نہ صرف نظر ثانی کا محتاج ہے، بلکہ اُس کے اکثر حصے کو دوبارہ لکھنا ضروری ہے۔ اس خیال کا پیدا ہو جانا آسان تھا، لیکن جب دوبارہ قلم ہاتھ مین لیا اور نئے سر سے بیرونی کا تذکرہ لکھا تو معلوم ہوا کہ اپنی قوت کا اندازہ کرنے مین

اس مرتبہ بھی دھوکا کھایا۔ بہرحال اس کوشش کا اتنا نتیجہ ضرور نکلا کہ دوسرے رسالے کا حجم پہلے سے سہ چند ہوگیا۔ بہت سی ضروری باتین، جو پہلے درج ہونے سے رہ گئی تھین، بڑھ گئیں، جو زیادہ ضروری نہ تھین، یا تو بالکل نکال دی گئین یا اختصار سے مندرج ہوئین۔ موجودہ رسالہ اُسی اخیر کوشش کا ماحصل ہے اور اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے مین بکمال ادب اُسے ناظرین کی خدمت مین پیش کرتا ہون۔

جہان تک مجھے معلوم ہے اُردو مین بیرونی کے حالات مین صرف ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا جاچکا ہے جسے مؤلف رسالہ، مولوی محمد عنایت اللہ صاحب بی۔اے (علیگ) نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ہفتم منعقدہ دہلی (دسمبر ۱۹۰۲ء) مین پڑھ کرسنایا تھا۔ اس کے علاوہ ماسٹر عبداللہ خان صاحب نے اپنی کتاب "مشاہیر عالم" (حصہ اول) مین چند صفحے بیرونی کے حالات مین تحریر کیے ہین۔ افسوس ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے اُس مین پوری تحقیق اور احتیاط سے کام نہین لیا گیا ہے، اور اس وجہ سے جابجا غلطیان پائی جاتی ہین۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ ہمارے ملک مین اس وقت تک اُس جلیل القدر شخص کے حالات لکھنے کی نہایت معمولی اور سرسری کوششین کی گئی ہین، جس نے آج سے نوصدی پہلے برسون کی لگاتار محنت کے بعد ہند اور اہل ہند کے بارے مین نہایت مستند تصانیف لکھی تھین۔

حاشا میرا یہ دعویٰ نہین ہے کہ مین اُس علامہ اجل کے حالات لکھنے مین بالکل کامیاب ہوگیا ہون۔ مین ایسے دعوے کی اہمیت سے بخوبی واقف ہون۔ ہان اگر مین اپنی کوشش مین بالکل ناکام نہین رہا، اور موجودہ مضمون ناظرین کے دلون مین بیرونی کی سچی عزت پیدا کرسکتا ہے (جو اس کا اصل مقصد ہے)، تو مین بیرونی کے اُس حق سے، جو

اُس کا دلی مداح ہونے کی حیثیت سے مجھ پر واجب ہے سبکدوش ہونے کا ضرور کسی قدر فخر کر سکتا ہون۔

مشہور جرمن مستشرق ایڈورڈ زاخو (Edward Sachau) کے کتاب الہند اور آثار الباقیہ کے انگریزی تراجم، اور اُن دیباچون اور حواشی کا، جو ان کتابون پر فاضل موصوف نے لکھے ہین، مین نہایت زیر بار احسان ہون۔ اس رسالے کی تحریر مین اُن سے بہت بڑی مدد ملی ہے۔

سب سے بڑھ کر سپاس گذاری کے مستحق میرے محترم اور شفیق اُستاد شمس العلما مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ ہین، جو ہمارے زمانے مین متقدمین علماے اسلام کے کے تبحر وفضل کی زندہ مثال ہین۔ جب کبھی مین نے خواہش کی اُستاد موصوف نے اپنی بیش بہا مدد عطا فرمانے سے دریغ نہ کیا۔ نیز مین اپنے اُن احباب کا بیحد شکر گذار ہون جنھون نے رسالۂ ہذا کے غیر مکمل مسودے کو دیکھ کر اُس کی تکمیل پر اصرار کیا تھا، اور فی الحقیقت یہ اُنھین کی ہمت افزائی اور اصرار کا نتیجہ سمجھنا چاہیے کہ مین اس کے شائع کرنے کی جرأت کرتا ہون۔

بلند شہر
نومبر ۱۹۱۲ء

سید حسن برنی

"بیرونی تمام علماء و حکماء اسلام میں سب سے زیادہ ذہین و طباع اور علوم طبیعی اور ہندسہ میں سب سے بڑا محقق اور مدقق تھا"

مستشرق مالی نو (Mallino)

"مسلمانوں کی شاہراہِ علم و حکمت کو بیرونی سے بڑھکر شاید ہی کسی کے روشن، قوی اور نکتہ رس دماغ نے منور کیا ہے"

ریمنڈ بیزلے (R. Beazley)

"البیرونی، شاید تاریخ اسلام کے ہر عہد اور ہر قوم میں سب سے بڑا نام ہے"

(ایضاً)

"البیرونی علوم ریاضی و طبیعی کے میدان میں اسلام کا سب سے زیادہ ذہین، با جدت اور عمیق النظر حکیم تھا"

نیلنگ (C. A. Nalling)

(۱)

تاریخ اسلام میں چوتھی اور پانچویں صدی ہجری ترقی علم و حکمت کا ایک بے مثل دور تھا۔ پیروانِ اسلام میں ایک عالمگیر علمی روح پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے ہر طرف علمی مستعدی اور مصروفیت کے آثار روشن تھے۔ اس عہد کی تاریخ کو جب نظرِ غائر سے مطالعہ کیا جاتا ہے تو دو باتیں بالاعتبار خصوصیت نظر آتی ہیں۔ اول یہ کہ سیاسی حیثیت سے یہ زمانہ ایک نہایت پر آشوب زمانہ ہے۔ دوم یہ کہ اس زمانے میں مسلمانوں کا شغفِ علمی معراجِ کمال کو پہونچا ہوا ہے۔ ایک لحاظ سے اس وقت کی تاریخ قومی تاریخ کا ایک تیرہ و تار حصہ ہے اور دوسرے لحاظ سے وہ ایک نہایت روشن اور تابناک باب ہے۔

بادی النظر میں ان دونوں حالتوں کا اجتماع اجتماعِ ضدین معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ ترقی علوم و فنون کے لیے بدنظمی، رات دن کے انقلابات، پیکار و جنگ اور فقدانِ امن سے بڑھ کر کوئی چیز ناموافق نہیں ہو سکتی جس کا نتیجہ

امن استمراری اور نظم ونسق مستقل خواب وخیال ہون، اور مطلع سیاست پر آئے
دن طوفان بلاخیز آتے رہتے ہون وہان علمی چرچون اور علمی مجلسون کا سان و گمان
بھی نہین ہوسکتا۔ خیال ہوتا ہے کہ ایسے زمانے مین سوسائٹی کی تمام تر توجہ
فنون حرب اور جنگی آراستگیون مین صرف ہونی چاہیے اور پوری قوتین سیاسی
کشمکش کے نذر ہوجانی چاہیین۔

جس زمانے کا ہم یہان ذکر کر رہے ہین یہ وہ زمانہ ہے جب عربون کی
مجتمعہ قوت قصۂ ماضی ہوچکی تھی اور اُن کا عصاے جہانبانی تاجدارون کے
کمزور ہاتھون مین تھا، جو بوجھ سے کانپ رہے تھے۔ اہل عرب کی شمع اقبال
عشرت پسند خلفا اور امرا کے محلات مین ٹمٹما رہی تھی اور چارون سمت سے اُٹھنے والی
آندھیون کے جھوکون سے اُس کی ہستی معرض خطر مین تھی۔ عبد الملک اور
ولید[1] کے پرشکوہ زمانے داستان پاستان رہ گئے اور ہارون ومامون کے
قرون اقبال خواب وخیال ہوچکے تھے۔ مریض عربی بستر سیاست پر دراز،
مرض سے گھل رہا تھا، اور نڈھال تھا، اور گو اپنی سخت جانی سے اس حالت
مین بھی مدتون پابند حیات رہا، اور کبھی کبھی اُس کی خشم آلود نگاہین اعدا کے
قلوب پر بجلیان گراتی رہین، لیکن اُس کی یہ زندگی جیسی زندگی تھی اور جو کچھ اُسے

---

[1] ولید بن عبد الملک کا عہد خلافت (سنہ ۸۶ تا سنہ ۹۶ ہجری) عربون کی فتوحات کا نہایت کامیاب دور تھا۔ مشرق مین قتیبہ بن مسلم نے، جو سلطنت چین کی فتح کے لیے روانہ ہوا تھا، سمرقند، خوارزم، فرغانہ، شاش، کاشغر وغیرہ ممالک وسط ایشیا کو فتح کیا، اور ولید کی وفات کی وجہ سے فغفور سے خراج لیکر واپس آیا۔ محمد بن قاسم جو ہند کی فتح کے قصد سے روانہ ہوا تھا ولید کی بیوقت موت کے باعث سندھ فتح کرکے لوٹ گیا، طارق بن زیاد اور موسی بن نصیر نے اسپین اور جزائر مجاورہ ومنارقہ کو فتح کیا، غرض ایک ہی وقت مین عربون کے عساکر مشرق ومغرب مین فتح ونصرت کے پرچم اُڑا رہے تھے اسکے بعد عربونکو ایسا کامیاب زمانہ دیکھنا نصیب نہوا۔

زندگی کا مآل ہونے والا تھا ظاہر ہے۔

ایسا ضرور ہوتا تھا کہ جہان تہان آثار امید زندہ ہوجاتے اور اتفاقاً حکمران کی غیر معمولی استعداد سے کچھ دنون کے لیے توانائی عود کر آتی تھی، لیکن ازالۂ مرض نہونے کی وجہ سے بہیئت مجموعی حالت نہ سدھرنی تھی اور نہ سدھری۔ عربون کا وسیع رقبۂ حکومت اندلس سے لیکر ماوراء النہر جیحون تک بیشمار آزاد اور خود مختار حکومتون اور ریاستون پر تقسیم ہوگیا تھا جن مین کسی قسم کا سیاسی اتحاد موجود نہ تھا بلکہ رات دن کے سیاسی تصادم سے ایک حکومت دوسرے کو کمزور کرتی اور غیرون کے لیے راستہ بناتی تھی۔ اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ خیر القرون کے بعد عربون مین

ے مندرجہ ذیل فہرست سے، جو سرسری طور پر طیار کرلی گئی ہے اور ناممکل ہے، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانے مین عربون کی حکومت کی تقسیم کی کیا حالت تھی:۔

(ا) افریقہ و ایشیا: (۱) فاطمیہ (مصر) ۲۹۷ھ - ۵۶۷ ہجری (۲) اخشیدیہ (مصر) ۳۲۳ھ - ۳۵۸ ہجری (۳) ہمدانیہ (موصل، حلب وغیرہ) ۳۱۷ھ - ۳۹۴ ہجری (۴) مرداشیہ (حلب) ۴۱۴ھ - ۴۷۲ ہجری (۵) عقیلیہ (موصل وغیرہ) ۳۸۰ھ - ۴۸۹ ہجری (۶) مروانیہ (دیار بکر) ۳۸۰ھ - ۴۸۹ ہجری (۷) مزیدیہ (حلہ) ۴۰۳ھ - ۵۴۵ ہجری (۸) کاکویہ (کردستان، اصفہان) ۳۹۸ھ - ۴۴۳ ہجری (۹) حسنویہ (کردستان، ہمدان) ۳۴۸ھ - ۴۰۶ ہجری (۱۰) خوارزمیہ (۱۱) زیاریہ (جرجان، طبرستان) ۳۱۶ھ - ۴۷۰ ہجری (۱۲) بوئیہ (عراق، اہواز، کرمان) ۳۲۰ھ - ۴۰۳ ہجری (۱۳) بوئیہ (کرمان) (۱۴) بوئیہ (عراق) ۴۱۱ھ - ۴۴۷ ہجری (۱۵) بوئیہ (رے، ہمدان وغیرہ) ۳۲۰ھ - ۴۴۰ھ (۱۶) بوئیہ (فارس) ۳۲۰ھ - ۴۴۰ ہجری (۱۷) غزنویہ (افغانستان و پنجاب) ۳۵۱ھ - ۵۸۲ ہجری (۱۸) سامانیہ (ماوراء النہر) ۲۶۱ھ - ۳۸۹ ہجری (۱۹) سلجوقیہ (حکومت مشرقی) ۴۲۹ھ - ۵۵۲ ہجری۔

مشکل سے یکجہتی اور اتفاق قائم رہا، اور سیاسی تخالف و تصادم کو کچھ اسی دور کے لیے مخصوص نہین کیا جا سکتا، لیکن قرون ماسبق اور اس زمانے کی حالت مین یہ بڑا فرق ہے کہ اب زور بہت گھٹ گیا تھا اور مخالفت حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔

زوال بنو امیہ کے بعد بنو عباس کی حکومت عربون کی سب سے بڑی سلطنت تھی اور لاریب خلافت شرقی کے عہد زرین نے خلافت اندلس کے پہلو بہ پہلو، عربون کے پچھلے تزک و احتشام کو بھلا دیا تھا۔ ہارون اور مامون کے یادگار دور اقبال مین مطلع سیاست صاف تھا اور گو اسی زمانے مین وہ مواد بھی جمع ہو رہے تھے، جنھون نے بنو عباس کے اقتدار کو گھن لگا دیا، لیکن یہ عہد امن علوم و فنون کی ترقی کے لیے ہر طرح موزون تھا اور تمدن کی تاریخ مین سدا زندہ رہنے والے "دار الحکمت" کی سرپرستی کے لیے سوسائٹی کے ہر طبقے کو کافی اطمینان میسر تھا۔ زیبا تھا کہ مامون کی عبا سے شاہانہ کی آستینین "بشکل عروسی" اسی مرصع کی جاتی تھین، خواب مین [illegible] کی بزرگوار صورت خلیفہ سے ہم کلام ہو کر اس کے آتش شوق کو [illegible] اور معارف روم، یونان، ہند اور ایران کی پرانی اور نایاب رفتہ کتابین [illegible]

اس فہرست مین بلجو قیہ افریقہ کی ریاستین، مراکش، طلمسان وغیرہ شمار نہین کی گئی ہین۔

اسپین مین پانچوین صدی کے آغاز مین، جب طوائف الملوکی شروع ہوا، نو [illegible] خود مختار حکومتین قائم ہو گئی تھین، جن مین سے چند مشہور کے نام لکھے جاتے ہین۔

(۱) قرطبہ (۲) غرناطہ (۳) طلیطلہ (۴) اشبیلیہ (۵) سرقسطہ (۶) مرسیہ (۷) المریہ (۸) دانیہ (۹) بیجاس (۹)

بارہو کر بغداد مین لائی جاتی تھین جہان الکندی[۳]، الخوارزمی[۴]، حُنین[۵] اور اُن کے ہم پیشہ و ہم مشرب علما کا گروہ انھین ہاتھون ہاتھ لیکر حکومت اور جمہور کی علمی

[۳] ابو یعقوب بن اسحٰق الکندی (قبیلۂ کِندہ سے) عربی النسل تھا۔ سلمان بن حنان نے لکھا ہے کہ اسلام مین کندی کے سوا کوئی شخص فلاسفر کے لقب سے ممتاز نہین ہوا۔ بعض حکما نے اُسے ارسطو کا ہم پلّہ مانا ہے۔

مدینہ کوفہ مین جہان ابو یعقوب کا باپ حاکم تھا حکیم موصوف (تیسری صدی ہجری کے آغاز مین) پیدا ہوا اور بصرہ و بغداد مین، جو اُس زمانے مین سب سے بڑے علمی مرکز تھے اُس نے تعلیم پائی۔ مامون الرشید نے بیت الحکمت کے مہتممین و مترجمین مین مقرر کیا لیکن متوکل کے زمانے مین سلسلۂ ملازمت منقطع ہو گیا۔ کندی کی تاریخ ولادت و وفات کا پتہ نہین چلا لیکن ۲۵۸ ہجری (۸۷۳ء) مین وہ بقید حیات تھا۔

ابو یعقوب کندی اسلامی تاریخ مین ایک غیر معمولی قابلیت کا شخص گذرا ہے اور اُس کے علمی کارنامون کے پورے تذکرے کے لیے کافی تفحّص اور شرح و بسط درکار ہین۔ وہ ریاضی، ہیئت، نجوم، منطق، فلسفہ، طبیعیات، طب، موسیقی، در تاریخ تمدن و جغرافیہ مین ماہر کامل تھا اور یونانی و سُریانی زبانون مین پوری دستگاہ رکھتا تھا۔ بہت سی یونانی کتابون کا عربی مین ترجمہ کیا۔ چونکہ علوم سے مجتہدانہ واقفیت رکھتا تھا ترجمے کے ساتھ اصل کتاب کی پیچیدگیان نہایت خوبی سے رفع کی ہین۔ اس کے شاگردون مین بڑے بڑے فاضل علما گذرے ہین جو علمی مشاغل مین اپنے اُستاد کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ابن ابی اُصیبعہ نے اپنی کتاب طبقات الحکما مین اُس کی تصانیف کی جو فہرست لکھی ہے اُس مین دو سو بیاسی کتابین ہین۔ طبیعیات اور ریاضی کو جن کا فلسفۂ افلاطون و فیثاغورث پر بڑا اثر ہے۔ کندی کے فلسفے مین بڑا دخل تھا۔ اُس کا قول ہے کہ بغیر ریاضی جانے کوئی شخص حکیم ہونے کا حق نہین رکھتا۔ ابو نصر فارابی سے پہلے کندی کی کتب منطق داخل درس تھین۔

[۴] محمد بن موسیٰ خوارزمی، مدبر ریاضی دان، مہندس اور عالم علم ہیئت تھا۔ وہ منجملہ ان علما کے ہے جنھون نے بیت الحکمت کی طرف سے فن ہیئت مین مشاہدات کیے (زیچ خوارزمی)۔ مدتون ہیئت کی ایک ہر دلعزیز کتاب رہی جس کی اشاعت کی وجہ سے یورپ مین ہیئت کا ابتدائی شوق پیدا ہوا۔ سند ہند (سدھانت) کا خلاصہ بھی لکھا تھا۔ اُس کی تصانیف مین الجبر والمقابلہ ایک نہایت معرکۃ الآرا تصنیف اور عربون کی فن ریاضی مین حیرت انگیز جدت کا بین ثبوت ہے۔ اس کا ترجمہ روزن (Rosen) صاحب نے مع حواشی مفیدہ انگریزی زبان مین کیا ہے۔

[۵] حُنین بن اسحٰق مامون کے مشاہیر درباریون سے ہے۔ اور منجملہ اُن چند علما سے یہود کے ہے

تشنگی کے بجھانے کا سامان مہیّا کرتے تھے۔ کچھ تعجب نہین کہ اُس وقت خلفائے بغداد کے ظلِّ عاطفت مین علمی دلچسپیان سوسائٹی کا وظیفہ شبانہ روزی ہوگئی تھین۔ ہان تعجب ہو سکتا ہے چوتھی، پانچوین صدی کی علمی جد و جہد کا جب آب وہوا کے ناسازگار ہونے کا قوی احتمال ہو سکتا ہے۔

مرکزِ خلافت کی یہ حالت تھی کہ خلفار کی دلچسپیان حرم کی چہار دیواری سے باہر بار یاب نہ ہو سکتی تھین اور وہان بھی اُنھین اطمینان یا آزادی میسّر نہ تھی دار السلام مین عناد و فساد کے ہولناک شعلے متواتر مشتعل ہوتے رہتے تھے جن کی وجہ سے امن و امان دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

مہمات سلطنت کا انصرام پورے طور پر قابو طلب عجمیون کے ہاتھون مین منتقل ہو گیا تھا۔ بنو عباس سے اسلامی تاریخ کا جو باب شروع ہوتا ہے اُس کی تمہید عجمیون کا حصول اقتدار ہے، اور خلافت کے انحطاط کے پہلو بہ پہلو عجمیون کی ترقی کی تاریخ نظر آتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ بنو امیہ کے مقابلہ مین بنو عباس کو کامیابی عجمیون کی بدولت نصیب ہوئی تھی، جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ عجمی حکومت مین شریک ہو گئے۔ بنو عباس نے اپنا مرکزِ حکومت عجمیون کے گھر مین قائم کیا تھا اور اسی غرض سے قائم کیا تھا کہ اُن کی مدد ہر وقت بآسانی

(بقیہ حاشیہ ۵) جن کی شہرت اور نام آوری خلافت عباسیہ کی سرپرستی کی رہین منت ہے۔ بہت سی یونانی کتب کا عربی ترجمہ کیا اور اس خدمت کے معاوضہ مین منہ مانگی مال و دولت پائی۔

۶ بغداد کی اس افسوسناک بربادی کی حالت مشہور خطیب اور مورخ ابو بکر خطیب بغدادی ۳۹۲ھ تا ۴۶۳ھ کی تاریخ بغداد سے معلوم ہو سکتی ہے۔

میسّر آتی رہے - اس کا نتیجہ جہان یہ ہوا کہ بنو عباس نصف عجمی ہو گئے وہان عجمیون پر اُن سے بڑھ کر عربی اوضاع واطوار کا اثر پڑا۔ بالخصوص مرکز حکومت کے قرب کی بدولت عجمیون کی دماغی و ذہنی تربیت کا میلان روز بروز حصول فضل وکمال کی طرف بڑھتا گیا اور وہ اس قابل ہو گئے کہ عربون کا ہاتھ علمی مشاغل مین باحسن الوجوہ بٹا سکین - ہارون اور مامون کے زمانے مین جو عزت اور رسوخ عجمیون کو نصیب ہوا وہ محتاج بیان نہین، لیکن تیسری صدی ہجری سے عنان حکومت بھی بنو عباس کے اختیار سے نکل کر عجمیون کے ہاتھ مین آ گئی -

سامانیون کے بعد جب دیلمیون یعنے آل بُویہ کا ستارۂ اقبال (چوتھی صدی کے خمس اول مین) چمکا تو رہا سہا عباسی یعنے عربی اقتدار بھی خاک مین مل گیا۔ خلفاء آل بویہ کے دست نگر ہو گئے اور میدان عمل سے گویا اُن کی ہستی ہمیشہ کے لیے ناپید ہو گئی - اُس وقت سے اُن کی صرف ایک حیثیت رہ گئی یعنی وہ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین تھے اور ریاست دینی اُن کے لیے مخصوص تھی - از دست رفتہ آراضی خلافت مین اکثر جگہ اُن کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، سکے مین نام شامل ہوتا تھا اور بارگاہ خلافت سے القاب وخطابات حاصل کرنا شان ریاست کی تکمیل کے لیے بالعموم ضروری متصور ہوتا تھا - دربار سے خطابات اس فیاضی سے عطا کیے جاتے تھے کہ دوست دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی اور خطاب والون کی تعداد حد وشمار سے متجاوز ہو چکی تھی - ایک دو خطاب مل جانا تو معمولی بات تھی حضرت خلافت سے متعلقین کو ”دولہ“، ”امۃ“، اور ”ملۃ“ پر ختم اور ”دی“ سے شروع

ہونے والے القاب دیے جاتے تھے اور دباؤ پڑنے پر "شاہنشاہ" کا مفتخر
خطاب بھی دستیاب ہو جاتا تھا۔ ایک ہی شخص کو شاہنشاہیت کے سوا
ذی الریاستین، ذی الکفایتین، ذی القلمین، ذی السیفین وغیرہ خطابات مین
سے کچھ نہ کچھ مل جاتا اور وہی شخص "بہاء الدولہ، ضیاء الملۃ اور غیاث الامۃ" بھی
ہو سکتا تھا۔ خطابون کا دینا کچھ بارگاہ بغداد کے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ ہر ذی اختیار
حکمران اگرچہ اُس نے اپنے لیے حضرت خلافت ہی سے خطاب حاصل کیا ہو
اپنے حوالی موالی کو ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر خطاب دیتا تھا۔ آل بویہ نے
اس بارے مین بہت ہی غلو سے کام لیا۔ اُن کے یہان ایک سے ایک
جدّت آمیز خطاب گڑھا جاتا تھا۔ "کافی الکفاۃ، کافی الاوحد اور اوحد الکفاۃ"
اور خدا جانے اسی قبیل کے کیا کیا خطابات تھے جن کو پاکر آل بویہ کے
حلقہ بگوش اپنے جامون مین پھولے نہ سماتے تھے۔ؔ

اُس زمانے کی سیاسی حالت دیکھ کر اپنے ملک کی اٹھارھوین اُنیسوین
صدی عیسوی کی تاریخ یاد آتی ہے جب پشاور اور ناگپور کے تاج و تخت کے
وارث دہلی کے قلعہ معلّٰی مین تاج شاہنشاہی زیب سر کیے ہوئے خود اپنے آپ
کو اس عظیم الشان سلطنت کا مالک تصور کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ معمولی
انسانی آزادی بھی اُنھیں نصیب نہ تھی لیکن ملک کے بیشمار حصّے کل درآزاد

؎ چوتھی صدی ہجری کے اخیر مین خلافت عباسیہ کی جو حالت تھی اُس کا تذکرہ بیرونی نے آثار الباقیہ مین
کیا ہے۔ القاب کی [illegible] ہے اور صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ خطابات کی اتنی کثرت تھی کہ اُس کی وجہ
سے اُن کی توقیر بالکل جاتی رہی تھی۔ دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۱۳۲ – ۱۳۴ ۔

حکمران بارگاہِ دہلی سے القابات وخطابات اور فرمان وپروانہ حاصل کرنا سندِ حکومت تصور کرتے تھے!۔

یہان ہمین چوتھی پانچوین صدی کی سیاسی تاریخ لکھنا مقصود نہین ہے گو بجاے خود یہ ایک نہایت دلچسپ مشغلہ ہوسکتا ہے اور قومی عروج وزوال کی تاریخ کا ایک عبرت خیز مبحث قرار دیا جاسکتا ہے۔ اوپر جو سیاسی حالت کا ایک عام چربہ اُتارا گیا ہے اُس سے صرف اتنی بات دکھانا مرکوزِ خاطر ہے کہ اقتضاے زمانہ علمی روح کی غیر معمولی نشوونما کے لیے موزون نہ تھا۔ اب یہ دیکھنا باقی رہ ہے کہ اس زمانے مین اس علمی شوق اور انہماک کی وجہ کیا تھی۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ جب عربون کی فتوحات کا دور ختم ہوا یعنی کشورستانی کے اکثر معرکے سر ہوچکے اور فاتح قوم کے سکون وقیام کا وقت آیا تو وہ عہد شروع ہوا جو امن ومدنیّت کا لازمی نتیجہ تھا۔ علم وفن کی طرف توجہ شروع ہوئی اور فاتح قوم نے اس میدان مین بھی اپنی فطری مستعدی اور غیر معمولی بیداری کا ثبوت دیا۔ تقدیر نے عربون کو ان ملکون کا مالک کیا تھا جو آفتابِ تمدن کے آسمان رہ چکے تھے اور جہان سے اطراف واکنافِ عالم مین علم وتہذیب کی روشنی پھیلی تھی۔ وادیِ نیل، دوآبۂ فرات ودجلہ، ارضِ فلسطین اور علاقۂ فارس یہ وہ اقطاعِ عالم تھے، جنھون نے نوبت بہ نوبت علم وفن اور تہذیب وتمدن کی مشعلی کی تھی۔ سرزمینِ یونان اس وقت تک مسلمانون کے محروسہ رقبہ سے خارج تھی لیکن یونان وہ یونان نہ رہا تھا جو افلاطون وارسطو کے زمانے مین تھا اور مدتون پہلے رومۃ الصغریٰ کے متعصب عیسائی سلاطین کے مظالم نے

وہاں کے بچے کھچے علم بردارانِ علم و حکمت کو وطن کے خیرباد کہنے اور اراضیِ کسریٰ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب عربوں کا زمانۂ حکومت شروع ہوا تو یونانی علم و حکمت کے جو کچھ نام لیوا تھے وہ بالعموم عربوں کے رقبۂ حکومت میں آباد تھے۔

ان موافق حالات سے مسلمانوں نے پورا فائدہ اُٹھایا۔ دورِ فتح و نصرت کے بعد تدوینِ علوم و فنون کا کام تندہی اور دلچسپی سے جاری ہوا۔ سچ یہ ہے کہ علم کا شوق عربوں کا ایک مذہبی عنصر تھا۔ اس سے انکار کرنے کی مشکل سے کوئی شخص جرأت کر سکتا ہے کہ جس مذہب کے پیرو ہو کر عرب دنیا میں نکلے تھے وہ مذہب صبحِ ظہور سے علم کا بہت بڑا حامی تھا اور اُس زمانے میں حامی تھا جب ہر جگہ جہالت کی گھنگور گھٹا چھائی ہوئی تھی اور انسان قعرِ جہالت میں پڑا ہوا تھا۔ تقدیر نے عربوں کی قسمت میں لکھا تھا کہ اُن کی عالمگیر جہانبانی کے ساتھ آفتابِ علم از سرِ نو طلوع کرے اور اُس کی ایسی روشنی پھیلے کہ اقوامِ عالم بیدار ہو کر ارتقائے تمدن کے مدارج اعلیٰ طے کرنے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ کم از کم ایک لحاظ سے تاریخِ اسلامی نہایت شاندار رہی ہے اور اس لحاظ سے اس کا مطالعہ ہمیشہ اپنوں اور غیروں کی دلچسپی اور تعجب کا باعث ہوگا۔

ہماری سیاست کی بنیاد خیر القرون کے تھوڑے ہی دنوں بعد ہی ٹیڑھی پڑ گئی اور ایسی ٹیڑھی پڑی کہ پھر سیدھا ہونے کا نام نہ لیا۔ جب اسلامی جمہوریت کے صدر نشینوں کا عہدِ مسعود ختم ہو گیا اور جہانبانی تاجداروں اور اُن کے وارثوں کی ملکیت قرار پا گئی تو پھر اسلامی تاریخ میں سیاستِ ابتدائی کا اعادہ نہ ہوا۔ لیکن

بہرنہج ایک خصوصیت اسلامی تاریخ کا جزو لاینفک ہی - انتقال تاج وتخت انقلاب ملوک وسلاطین، اختلاف نسل وقوم، افتراق امت، غرض کسی تبدل و تغیر کا دیرپا اثر اس خصوصیت پر نہوا - یہ خصوصیت مسلمانون کی علم پرستی اور ہنرپروری ہے۔ دربار کو چھوڑو جہان رات دن زروجواہر اہل علم کے قدمون پر نثار ہوتے تھے، بزم کو جانے دو، جہان علمی دلچسپیان سوسائٹی کا عام مشغلہ تھین، رزم کو لو جہان ہر شخص شمشیر بکف ہے اور گمان بھی نہین ہوسکتا کہ جو ہاتھ تلوار پکڑے ہوے ہین اُنھون نے کبھی قلم بھی چھوا ہوگا - لیکن اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کرتے چلے جاؤ، جا بجا جہان جدال وقتال کا نقشہ جما پاؤ گے وہان سیکڑون بلکہ ہزارون ایسی صورتین نظر آئینگی جو قلم کی بھی ویسی ہی دھنی ہین جیسی تلوار کی -

۸ ع تاکہ غلط فہمی کا موقع پیدا نہو جائے یہان اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ میری مراد اس فقرے سے نہین ہے کہ آفتاب اسلام کے طلوع سے آج تک ہمیشہ مسلمانون کا مذاق علمی صحیح ڈگر پر رہا ہے اور اُس مین لغزش پیدا نہین ہوئی - درحقیقت میرا یہ منشا ہے کہ اگرچہ بہت سے اوقات مین، بالخصوص چھٹی صدی ہجری کے بعد مسلمان صحیح مذاق علمی سے دور ہو گئے اور ایسی حالتون مین عام طور سے اس قسم کی نظیرین جیسی ہماری پیش نظر ہین تلاش کرنا بے سود ہین لیکن علم بمناسبت مذاق اہل زمانہ، بہ نسبت دنیا کی کسی قوم کے مسلمانون مین سب سے زیادہ شائع و رائج رہا - یہ سچ ہے کہ بعض اوقات مذاق علمی بہت نیچے درجے تک پہونچا - جیسا کہ ہندوستان کے مسلمانون کا جن کا منتہاے فضل وکمال ایک وقت مین فارسی ادب کی چند کتابین قرار پاگئی تھین، لیکن باوجود اس اختلاف مذاق کے جو مختلف زمانون مین مختلف رہا، مسلمانون مین علم ایک عام چیز رہی - اس کی یہ وجہ ہے کہ برخلاف اکثر اقوام عالم کے مسلمانون مین علم کسی مخصوص طبقے کے ساتھ وابستہ نہین تھا اور جس مین بھی صلاحیت ہوتی اور موقع مل جاتا وہ تحصیل علم کر لیتا تھا -

ہر چند کہ علم کی سرپرستی حکومتِ اسلامی کا عام شیوہ رہا، لیکن مسلمانون کی
ترقّیِ علم کا مدار محض دولت پر نہ تھا بلکہ زیادہ تر اُن پرستارانِ علم کی ذاتی جد وجہد
پر تھا، جو بجز فضل وکمال اور علم و دانش کے کسی دوسری چیز کے سامنے اپنی
پشت خم کرنا علم وفضل کی توہین تصوّر کرتے تھے۔ اسی بے نیازی اور استغنا
کا نتیجہ تھا کہ حکومت و دولت کی گردن اکثر اُن کے در پر جھکتی تھی اور یہ سب اُس
علمی روح کی بدولت تھا جس کی اشاعت مذہبی اشاعت مین مضمر تھی۔ تاریخ
بہت سے ایسے مسلمان تاجدارون کے نام گنوا سکتی ہے، جنھین علم وفضل کے
دربار مین پہلی صف مین جگہ ملے گی۔ علم کی عام قدر و منزلت کا ایک گونہ اس سے
اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلاطین و امراے اسلام خود صاحبِ قلم ہونا، یا کم از کم
اس لقب سے ملقّب ہونا، صاحبِ تاج وسیف ہونے سے کم نہین سمجھتے تھے
اور ان کی مدح وستایش کی کلمات کی فہرست اس وقت تک بالکل نامکمّل رہتی
تھی جب تک اُس مین اُن کی علم پروری اور ہنر پسندی کے متعلق کافی الفاظ مدحیہ
شامل نہو جاتے۔ نظم ونثر، کتاب ولوح، توقیع وفرمان، ہر جگہ دانش پژوہی اُن
کے نام کی زینت کے لیے طرّۂ تاج متصوّر ہوتی تھی۔ اس سے ہمارا یہ منشا
نہین ہے کہ تمام سلاطینِ اسلام علم کے دیوتا تھے اور جو تاجدار ہوتا تھا اُس کے
سر پر فضل وکمال کی دستار بھی ہوتی تھی، بلکہ دکھانا صرف اتنی بات ہے کہ علم کی
قدر وفضیلت کا تصوّر سوسائٹی کے ہر طبقے مین جاگزین تھا اور بنا برین مسلمانون
کا علمی شغف سیاسی حالت کا چندان پابند نہ تھا، یا بالفاظ دیگر، تحصیل علم کی جدوجہد
کی فطرتِ ثانی نے مسلمانون کے دل و دماغ پر ایسا تصرف حاصل کر لیا تھا کہ

مدّتِ مدید تک سخت سے سخت موانع بھی اس خاص غرض و غایت کی حصول سے اُنھیں باز رکھنے مین کامیاب نہو سکے۔

جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اُس کا غالباً بہترین ثبوت اُس دور کی اسلامی تاریخ ہے، جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ شاید اسلامی تاریخ مین مشکل سے کوئی دوسرا دور ایسا نظر آئے گا جس مین فضل و کمال کی ایسی تابناک اور متعدد مثالین موجود ہون جیسی چوتھی یا پانچوین صدی نے دُنیا کے سامنے پیش کی ہین۔ خواہ کوئی اسے اتفاق وقت سمجھے، یا ہماری طرح، اس عہد کی عام اسلامی فطرت کا ایک مظہر تصور کرے، یہ واقعہ ہے کہ خاص طبقۂ علمأ سے گذر کر فضل و کمال کی شیفتگی اسلامی دنیا کے لاتعداد حکمرانون کے دل و دماغ پر قابض تھی۔ ان مین سے اکثر خود علم و فضل سے آراستہ تھے اور ظاہر ہے کہ اُن سے بڑھ کر فضلا و کملا کی قدردانی اور کون کرسکتا تھا۔ قدر علوم اور عزتِ اہل علم کی رفعت کی وجہ سے علما و فضلا کے طبقات ترقّی علم مین جو بذلِ جد و جہد کرتے تھے اُس کا اندازہ محض تصور یا تخیّل سے کرنا دشوار ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ خاموشی اور غیر جنبہ داری سے ان لوگون کی کوششون کی بچی کھچی، ہٹی مٹائی یادگارون پر نظر ڈالی جائے اور واقعات کی بنا پر کوئی رائے قائم کی جائے۔

جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے ظاہر ہوچکا ہے اس دور مین خلافت مشرقی مین آلِ بویہ سے بڑھ کر کسی کو اقتدار حاصل نہ تھا۔ ہمین اُن کی سیاسی افعال سے کوئی بحث نہین البتہ ان کی علم دوستی بغیر خراجِ تحسین لیے

نہیں رہ سکتی۔ اُن کے عہدِ دولت میں بے شمار علما و فضلا گذرے اور اُن میں سے اکثر نے آلِ بویہ کے جود و مراحم سے بہرہ یاب ہوکر علم و حکمت کی خدمت میں عمر بسر کی۔ اسی دور میں جو ہمارے پیشِ نظر ہے، عراق، خراسان اور ماوراالنہر کے اندر بعض ماہرینِ ہیئت و ہندسہ کی ایک طویل فہرست پیش کی جاسکتی ہے، جو اپنے شعبۂ علم میں امتیازِ تاریخی رکھتے ہیں اور جن میں سے اکثر اپنی شہرت کے لیے آلِ بویہ کے تلطفات کے رہینِ منت ہیں۔

ابو محمود حامد بن الخضر الخجندی، ابو سہل ویجان بن رستم الکوہی، ابو الحسن کوشیار

الخجندی کبارِ فلکیین میں سے تھا اور اس کا تعلق امیر فخر الدولہ دیلمی کے دربار سے تھا جس کے نام پر اس نے ایک آلۂ رصد موسوم بہ "سُدس الفخری" ایجاد کیا تھا۔ اس آلے کی مدد سے آمیال و عروض البلاد کی ترصید کی جاتی تھی۔ سُدس الفخری سے پہلے علماے ہیئت ضبطِ ثوانی پر قادر نہ تھے، بلکہ صرف درجات و دقائق نکال سکتے تھے۔ اس آلے کی وجہ سے، جس سے ثوانی بھی معلوم ہوجاتے تھے، علوم فلکیہ کو بہت ترقی ہوئی۔ سُدس جسے انگریزی میں (Sextant) کہتے ہیں اس کا استعمال اب تک اجرامِ سماوی کے ارتفاع، میل البلاد، عروض البلاد اور مسافات معلوم کرنے کی غرض سے رصدگاہوں میں ہوتا ہے۔ بیرونی نے اس کی تعریف لکھی ہے اور ابی الحسن المراکشی نے اس آلے کی کیفیت بیرونی سے نقل کی ہے۔ عربی کے رسالہ المشرق جلد (۹) میں الخجندی کا ایک رسالہ شائع ہوا تھا جس میں آلہ سدس الفخری کے ساتھ مقام رے میں خجندی کے (علماے ہیئت کے گروہ کی مدد سے) ترصیدِ شمس کرنے کی توضیح ہے۔ بیرونی نے جو اس آلے کی کیفیت لکھی ہے اُسے بھی المشرق میں نقل کیا ہے۔ الخجندی کے رسالے سے دو اہم امور ماخوذ ہوتے ہیں۔ (۱) الخجندی اختلافِ انحرافِ فلک البروج سے واقف تھا، جو اس کے زمانے میں ۲۳° ۳۲′ ۱۸″ تھا اور ہر سال ۴۸ دقیقے کم ہوتا تھا (۲) عرض البلد معلوم کرنے کے متعلق وہ یہ قاعدہ بنایا تھا کہ تمام کواکب کا میل ارتفاعِ سمت کے برابر ہے اور اس لیے ارتفاعِ قطب کے برابر ہے جو کہ اُس کے (بقیہ صفحہ)

ابن کنان الجیلی[۱۱]، ابوالوفا محمد بن محمد البوزجانی[۱۲] الصفانی، ابونصر[۱۳] منصور بن علی بن عراق

(بقیہ حاشیہ ۹) عرض البلد کے برابر ہے جہاں کا عرض نکالنا مقصود ہے۔ یہ قاعدہ فی زمانتا رواج رکھتا ہے لیکن متاخرین مغرب کی طرف منسوب ہے۔ حالانکہ خجندی نے اس سے کام لیا ہے۔ الخجندی نے ۳۸۲ھ ہجری (۹۹۲ء) میں انتقال کیا۔

۱۰ھ الکوہی کا تعلق شرف الدولہ کے دربار سے تھا، جس نے ایک رصدگاہ قائم کرائی تھی، جہاں الکوہی نے عرصہ تک حرکات کواکب کے متعلق مشاہدات کیے تھے۔ اعتدالین ربیعی و خریفی کے بارے میں الکوہی کی تحقیقات نہایت درست اور مقبول ہیں۔

۱۱ھ زیج کوشیار ایک مشہور تالیف فن ہیئت میں تھی۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ کوشیار نے ایک نہایت عمدہ رصدخانہ طیار کیا تھا، جہاں اُس نے ۴۵۹ھ ہجری میں کثیر مشاہدات کیے۔ کوشیار کی ایک دوسری تالیف کا نام "زیج الجامع والسامع" ہے۔

۱۲ھ ابوالوفا علمائے ہیئت میں نہایت مشہور و معروف شخص ہوا ہے قصبۂ البوزجان واقع خراسان میں پہلی رمضان ۳۲۸ھ ہجری (۱۰ جون ۹۴۰ء) کو پیدا ہوا تھا۔ ۳۴۸ھ ہجری (۹۵۹ء) میں وطن سے عراق کو ہجرت کر گیا اور وقت وفات تک سہیں رہا۔ بقول ابن اثیر رجب ۳۸۸ھ ہجری (جولائی ۹۹۸ء) میں وفات پائی۔ اُسکی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابیں یورپ و مصر کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

(۱) کتاب ما یحتاج الیہ الکُتّاب والعُمّال من علم الحساب۔ (لیڈن و قاہرہ)

(۲) الکتاب الکامل جس کے بعض حصے فرانسیسی میں ترجمہ ہوئے ہیں۔

(۳) کتاب متعلق [illegible] (کتب خانہ ایا صوفیہ) اس کتاب کا اصل نسخہ اور ایک فارسی ترجمہ ہے۔ پیرس کی لائبریریوں میں بھی اس کے نسخے ہیں۔

اقلیدس اور الخوارزمی کے متعلق ابوالوفا نے جو شرحیں تحریر کی تھیں وہ کہیں موجود نہیں۔ الواضح کا بھی جو ہیئت کے متعلق تھی پتہ نہیں چلتا۔ "الزیج الشامل" جس کے نسخے پیرس اور برٹش میوزیم میں موجود ہیں (بقیہ [illegible])

(بقیہ حاشیہ ۱۲) معلوم ہوتا ہے ابو الوفا کی تصنیف سے ہے یا کم از کم اُنہیں کی تالیفات سے ماخوذ ہے۔

ابو الوفا کی شہرت کا باعث یہ ہے کہ اُس نے علم المساحت اور علم المثلثات میں بہت سے نئے قواعد نکالے تھے، جن کی وجہ سے ان علوم میں بہت کچھ ترقی پیدا ہو گئی۔ جیوب (Tangents) اور خطوط قاطع (Secants) کے استعمال سے مثلثات اور ہیئت میں اُس نے نہایت مفید کام لیے۔

اختلاف قمر (Variation) کے متعلق اُس نے دنیا میں سب سے پہلے نظریہ اختراع کیا، حالانکہ خیال کیا جاتا ہے کہ ٹائکو براہی، جو ابو الوفا سے چھ سو سال بعد یورپ میں ہوا ہے اس نظریہ کو سب سے پہلے معلوم کرنے والا شخص ہے۔

سنہ۱ ابو نصر منصور عالم ہیئت بیرونی کا اُستاد اور دوست تھا اور اُس نے بیرونی کے نام پر کئی کتابیں لکھی تھیں جو آگے چل کر بیرونی کی تصانیف کے فہرست میں مذکور ہوں گی۔ ابو نصر کا ۴۲۷ھ ہجری سے پہلے انتقال ہو گیا تھا جیسا کہ بیرونی کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ اُس کی تصانیف میں سے دو تین کتابیں یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں:

(۱) رسالہ فی البرہان علی عمل حبش فی مطالع السمت فی زیجہ۔

(۲) رسالہ دربارۂ علم مثلثات۔

(۳) رسالہ فی جدول الدقائق۔

سنہ۱ بیرونی نے اس عالم ہیئت سے جو سجستان کا متوطن تھا آثار الباقیہ صفحہ ۴۲ (۱۷) میں اہل سجستان کے مہینوں کے متعلق ایک روایت بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سعید بیرونی کا ہم عصر اور دوست تھا۔ نیز کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ اُس نے ایک بڑی اصطرلاب تیار کی تھی جس میں کرۂ ارض کی حرکت کو تسلیم کر کے مسائل ہیئت کے نکالنے کے طریقے استنباط کیے تھے۔ یہ اصطرلاب بیرونی کو بہت پسند آئی تھی۔ بیرونی کے مذکورۂ بالا قول سے ثابت ہوتا ہے کہ علمائے اسلام میں ابو سعید موصوف حرکت ارض کا قائل تھا اور جدت طبع و اختراعی قابلیت میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ افسوس ہے کہ اس فاضل کے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

ابوالحسن آذخور بن استاد حمص، احمد بن عبداللہ حبش، ابو علی الحسن بن الحسین البصرے، ابو عبداللہ محمد بن احمد السیلتی، ابو عبید الضریر الجوزجانی، احمد الصاغانی متوفی ۳۷۹ھ (۹۸۹ء)، ابو سعد القیس سہل، ابو عبداللہ محمد بن جابر البتانی یہ اُن لاتعداد از یاد رفتہ فضلا میں سے چند افراد ہیں، جو ہیئت و ہندسہ کے آسمان میں آفتاب ہو کر چمکے۔ امیر عضدالدولہ، جو خاندان بویہ کا ایک نامور حکمران ہوا ہے، اور جس کے فضل و کمال کی تاریخ ہمیشہ شاہد رہے گی، شریف بن الاعلم اور عبدالرحمن الصوفی

۱۵ کئی جگہ پر بیرونی نے ابوالحسن آذخور بن استاد یزدان خسیس کا ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیرونی کے دوستوں میں سے تھا اور علم ہیئت میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ جو روایات بیرونی نے اُس سے منقول کی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ ابوالحسن آذخور قدیم فارسی روایات اور عقائد و مراسم میں نہایت عمدہ بصیرت رکھتا تھا۔ دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۴۴ - (۶)

۱۶ احمد بن عبداللہ حبش مشہور علمائے ہیئت میں سے تھا اور اُس کی تصانیف کی شرح اور اس کے اعمال ہیئت کی تصدیق میں بیرونی اور اُس کے دوست ابونصر نے متعدد اور ضخیم تالیفات لکھی تھیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فضلائے عصر میں وہ غیر معمولی وقعت اور احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

حبش (مشہور بہ "الحاسب") پہلا شخص ہے جس نے علم مساحت میں جیوب (Tangents) فضل جیوب (Contangents) اور خط قاطع (Secants) کا استعمال دنیا میں رائج کیا۔ یہ ایک ایسا اضافہ تھا جس کی وجہ سے اس شعبۂ ریاضی میں بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئیں۔

۱۷ ابو محمد عبداللہ محمد بن جابر بن سنان البتانی الحرانی الصابی ۲۴۴ھ - ۳۱۷ ہجری (۸۵۸ء - ۹۲۹ء) غالباً حران کے نواح میں پیدا ہوا تھا۔ اُس نے شہر رقہ میں، جو فرات کے داہنے کنارے تھا، زندگی کے اکثر دن گذارے۔ بیس سال کی عمر سے مشاہدۂ افلاک شروع کیا اور پچاس سال سے زیادہ مدت تک اسی مشغلے میں گذارے۔ اکثر شاہدات

کی شاگردی پر فخر کیا کرتا تھا۔قدر روانی کا یہ حال تھا کہ مشہور نحوی اور لغوی ابو علی فارسی کے حق مین جو ایک وقت امیر موصوف کے زمرۂ علما مین شامل تھا، بے ساختہ یہ فقرہ نکلا تھا، جو اُس کی ہنر پروری کو بقاے دوام کے خلعت سے سرفراز کرتا ہے، کہ "مین ابو علی کے ادنیٰ غلامان غلام مین سے ہون۔" یہ الفاظ اُس شخص کے مُنھ سے نکلے تھے، جو خود ایک جیّد نحوی کی حیثیت رکھتا تھا، اور ابو علی کی "ایضاح" جیسی کتاب اُس کے معیار پر پوری نہ اُتری تھی اور مصنف کو تکملہ لکھ کر اپنی ساکھ قائم رکھنا ضروری معلوم ہوا تھا۔اسی صاحب فضل کے

(بقیہ حاشیہ ۱۷) ہیئت دمشق مین کیے۔بتانی کی تصانیف مین سے حسب ذیل تصانیف کے نام ہمین معلوم ہین۔

(۱) کتاب معرفت مطالع البروج فی مابین ابرع الافلاک۔ (۲) ایک مسئلہ۔

(۳) رسالہ فی تحقیق اقدار الاتصالات۔ (۴) شرح المقالات الاربع لبطلیموس۔

(۵) زیج البتانی۔ یہ اُس کی خاص تصنیف ہے۔اس پر بیرونی نے بھی ایک کتاب (جلاء الاذہان) لکھی تھی زیج البتانی اس وقت بھی بعض کتب خانون مین موجود ہے۔اس کتاب کا نہ صرف ہیئت عرب پر اثر ہوا بلکہ یورپ مین عہد وسطیٰ اور نشأۃ جدید (Renaissance) مین فن ہیئت کی ابتدا و ترقی مین اس سے نہایت مدد ملی ۱۱۱۳ء اور دوازدہم صدی عیسوی نصف اول مین اس کے لاطینی ترجمے ہوے اور الفانسو دہم نے عربی سے ہسپانوی زبان مین ترجمہ کرایا البتانی نے نہایت صحت کے ساتھ انحراف منطقۃ البروج (Obliquity of the Ecliptic) مقدار سال شمسی طریق الشمس (Solar Orbit) کو معلوم کیا اور بطلیموس کے اس راے کو نہایت قوی دلائل کے ساتھ غلط ثابت کیا کہ اوج شمس (Solar Apogee) غیر متحرک ہے نیز اُس نے قرار دیگر سیارون کے دوائر حرکت (Orbits) کی تصحیح کی۔طلوع قمر کے ساعات معلوم کرنے کے متعلق ایک نیا اور جدت آمیز قاعدہ نکالا بطلیموس کی مقدار استقبال نقطہ الاعتدالین (Precession of the Equinoxes) کی اصلاح کی

دربار مین فاضل متبحر حکیم ابو علی مسکویہ اور طب کا فخر زمانہ عالم علی بن عباس کا مجوسی

(بقیہ حاشیہ ۱۷) اور مساحت کروی مین تسطیح کرہ (Orthographic Projection) کے متعلق نئے قواعد وضع کیے۔ ڈن تھارن (Dunthorne) نامی فاضل ہیئت نے سنہ ۱۷۴۹ء مین بتانی کے مشاہدات کسوف شمس و قمر کی مدد سے حرکت قمر کا اوسط نکالا۔ غرض البتانی کا علم ہیئت پر بڑا احسان ہے اور وہ منتخب فضلا مین سے شمار کیئے جانے کا مستحق ہے۔

سنہ ۱۵۳۷ء مین یورپ مین ایک مجموعہ البتانی کا شائع ہوا تھا جس کا نام "علم الکواکب" (De Scientier Stellarum) تھا، یورپ مین البتانی البتگنی (Albategni) اور البتینیس (Albateinus) کے نامون سے معروف تھا۔

۱۸ شریف ابن الاعلم (متوفی ۳۷۵ ہجری ۹۸۵ء) عبد الرحمن صوفی کا معاصر تھا۔ فن ہیئت مین اُس کی جداول شہرت خاص رکھتی تھین، مفصل حالات ہمین معلوم نہین ہے۔

۱۹ ابو الحسین عبد الرحمن بن عمر الصوفی الرازی اکابر ماہرین ہیئت مین سے تھا۔ رے مین ۲۹۱ ہجری (۹۰۳ء) مین پیدا ہوا اور ۳۷۶ ہجری (۹۸۶ء) مین وفات پائی۔ عبد الرحمن اور شریف دونون عضد الدولہ کے استاد تھے۔ عبد الرحمن کی تالیفات مین سے حسب ذیل تصانیف یورپ کے مختلف کتب خانون مین موجود ہین۔

(۱) کتاب الکواکب الثابتہ (الصور السمائیہ) اس کے نسخے برلن، پیرس، آکسفورڈ، برٹش میوزیم، انڈیا آفس سینٹ پیٹرزبرگ اور ایا صوفیہ کی لائبریریون مین موجود ہین۔

(۲) کتاب التذکرہ فی مطارح الشعاعات۔

(۳) مدخل فی الاحکام۔ اس کے ناقص نسخے پیرس اور انڈیا آفس مین موجود ہین۔

(۴) رسالہ فی الاصطرلاب، موجودہ پیرس، ایا صوفیہ، سینٹ پیٹرزبرگ۔

عبد الرحمن کے بیٹے ابو علی بن ابو الحسین نے "ارجوزہ" نام کی ایک کتاب ثوابت کے متعلق لکھی تھی جس مین

حامد خجندی کا تعلق فخر الدولہ دیلمی سے تھا جس کی قدرِ علوم اور عزتِ اہل علم کی شکرگزاری (بقول خجندی، طبقاتِ علما، انکشافات و معلومات جدیدہ مین اعمال فکر اور بذلِ جد"، کے ذریعہ سے کرتے تھے۔ اس کے حکم سے ماہران ہیئت نے رَے مین ایک رصدگاہ قائم کر رکھی تھی، جہان اُن کا جم غفیر ذوات الحلق وغیرہ آلات کی مدد سے مشاہدات کیا کرتا اور "زیج الفخری" کے لیے مواد بہم پہونچاتا تھا۔ شمس الدولہ امیر ہمدان اور علاؤ الدولہ، امیر اصفہان کے نام بحیثیت ابن سینا کے اولیاے نعمت ہونے کے شہرتِ خاص رکھتے ہین۔ علاؤ الدولہ کے علمی مذاق کی کیفیت تھی، کہ ہمیشہ شبِ جمعہ کو مجالس علمی منعقد ہوا کرتی تھین، جہان وہ بہ نفس نفیس شریک ہو کر داد فضل دیتا تھا۔ صرف کثیر سے ایک رصدخانہ قائم کرایا تھا جس مین ابن سینا اور اُس کے شاگرد رشید ابو عبیدہ نے آٹھ سال تک مشاہدات کیے۔ متقدمین کی بہت سی غلطیان نکالین اور جدید معلومات بہم پہونچائین۔

سیف الدولہ بن حمدان جس کی شان مین عربی کے شہرۂ آفاق شاعر متنبی نے

(بقیہ حاشیہ ۱۹) نہایت کوشش سے اشکال ہیئت شامل کی تھین، اس کتاب کے نسخے پیرس، میونچ، گوتھا، برلن اور قاہرہ کی لائبریریون مین موجود ہین۔

۲۰ ابوعلی مسکویہ پانچوین صدی ہجری کا مشہور طبیب، فلسفی، ادیب اور مورخ ہوا ہے، آپ شاہنشاہ عضد الدولہ کا خزانچی تھا اور سلطان موصوف سے اس کے دوستانہ مراسم تھے۔ اُس کی چند تصانیف اس وقت بھی متداول ہین منجملہ اُن کے اصول شرع کے متعلق ایک فلسفیانہ کتاب بھی ہے، جو نہایت عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے ابن مسکویہ کا انتقال ۴۲۱ھ ہجری (۱۰۳۰ء) مین ہوا۔

محقق طوسی نے ابن مسکویہ کی تہذیب الاخلاق وتطہیر الاخلاق کا فارسی ترجمہ کیا تھا جس کا نام اخلاق ناصری ہے

قصائد کہے اور جس کے دربار میں ابو علی فارسی عرصے تک عز امتیاز رکھتا تھا اپنی علم پروری کے لیے متاخرین کی وقعت کا مستحق ہے۔ اسلام کا نامور حکیم ابو نصر فارابی جس کے قوۂ ذہنی کی مافوق الفطرت حالت کا اعتراف دنیا سے علم نے "معلم ثانی" کا تمغۂ امتیاز عطا کر کے کیا ہے، اسی امیر کی قدر شناسی کا مرہون احسان تھا۔

وسط ایشیا کے اسی عہد سے تعلق رکھنے والوں میں ابو بکر محمد بن زکریا الرازی بھی ہے، جو طبقۂ اطبائے اسلام میں ہمیشہ مایۂ ناز تصور کیا گیا ہے نیز فلسفیان

۲۱ ابو نصر فارابی نے تحصیل علوم بغداد میں کی۔ بغداد سے حلب گیا جہاں سیف الدولہ کی توجہات کی بدولت فکر معاش سے مستغنی ہو کر عزلت گزیں رہا اور تصنیف و تالیف میں عمر کاٹی۔ جب سیف الدولہ دمشق گیا تو فارابی کو اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ وہیں ۳۳۹ ہجری (۹۵۰ء) میں اُس کا انتقال ہوا۔

فارابی ایک کثیر التصنیف عالم ہوا ہے اور متقدمین میں نہایت احترام اور پایہ کا شخص سمجھا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم تک اُس کی بہت کم کتابیں پہونچی ہیں۔ فلسفہ و منطق اور تصوف سے ذوق فطری رکھتا تھا علاوہ ازیں اُسے موسیقی میں مہارت کامل تھی کئی راگ اُس کی طرف منسوب ہیں اور فن موسیقی میں نہایت بیش قیمت تالیفات چھوڑی تھیں۔ سیف الدولہ فارابی کے نغمہائے داؤدی کا بہت دلدادہ تھا۔ یورپ میں عہد وسطیٰ میں فارابی کی تالیفات منجملہ اُن کتب حکمت کے تھیں جن پر اُس زمانے کے محبان حکمت کا دارو مدار تھا۔

۲۲ ابو بکر محمد بن زکریا الرازی (متوفی ۳۱۱ ہجری۔ مطابق ۹۲۳ء) اطبائے اسلام میں نہایت سربرآوردہ شخص گذرا ہے۔ فن طب میں اُس نے چھوٹی بڑی دو سو کے لگ بھگ کتابیں لکھی تھیں، جن میں سے چند ہم تک بھی پہونچی ہیں۔ رازی ایک عرصے تک جُندشاپور اور بغداد کے شفاخانوں کا افسر اعلیٰ تھا، سامانی بادشاہ ابو صالح منصور بن اسحٰق کی عنایات اُس پر خاص طور پر مبذول تھیں، چنانچہ اس نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف (بقیہ برصفحہ ۲۲)

اسلام کی مشہورِ عالم انجمن "اخوان الصفا" جس کے رسائل آج تک دلچسپی اور فائدے کی غرض سے پڑھے جاتے ہین، اسی دور کے شیدائیان حکمت کی ایک بزم تھی۔

(بقیہ حاشیہ ۲۲) "المنصوری" اسی بادشاہ کے نام پر معنون کی تھی۔ ابوبکر رازی کیمیا کا نہایت پُرجوش حامی تھا اور گویا اس فن کی حمایت مین اُس کی جان گئی۔ اُس نے علم کیمیا کے ثبوت مین ایک کتاب "اثبات الکیمیا" لکھ کر منصور کی خدمت مین پیش کی تھی۔ بادشاہ نے اُسے دیکھ کر حکم دیا کہ بعض تجربے، جو اُس کتاب مین لکھے گئے تھے، اُس کے سامنے کر کے دکھائے جائین۔ اتفاق وقت سے رازی بعض تجربون کے سرانجام دینے مین اُس وقت ناکام رہا۔ منصور جو ایک نہایت مغلوب الغضب شخص تھا، اس قدر ناراض ہوا کہ اُس نے بہت زور سے ایک چابک رازی کے مُنھ پر مارا، جس کی وجہ سے رازی کی آنکھ جاتی رہی اور اس صدمہ سے وہ جانبر نہو سکا + رازی کی سب سے مشہور تصنیف "الحاوی" ہے۔ جن تصانیف کے نام ہمین معلوم ہو سکے ہین وہ ہم ذیل مین درج کیے دیتے ہین:۔ (۱) الضوء (۲) المدخل فی الطب (۳) علل المفاصل (۴) الترياق (۵) امراض الجلد (۶) الاقسام (۷) الاغذیہ (۸) التدابیر (۹) الاکسیر (۱۰) الحجر (۱۱) الترتیب (۱۲) نکتۃ الرموز (۱۳) شرف الصناعہ (۱۴) الحیل (۱۵) الاسرار (۱۶) رسالہ الخاصہ (۱۷) الحجر الاصغر (۱۸) الرد علی الکندی فی ردہ علی صناعۃ الکیمیا، + نیز رازی کا ایک رسالہ چیچک کے اوپر جس کا ترجمہ بھی یورپ مین ہوا ہے اور ڈاکٹرون مین بہت مقبولیت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ مسعودی کی کتاب "مروج الذہب" کے انگریزی ترجمے (جلد اول صفحہ ۲۹۰) مین مترجم نے ایک نوٹ لکھا ہے کہ لیڈن لائبریری مین رازی کا ایک رسالہ ہے جس کا نام "کتاب الباہ" ہے جس مین اس مبحث خاص کے متعلق نہایت بیش از قدر معلومات درج ہین۔ مترجم مروج الذہب اس کتاب کو عربی طب کی ایک اعلیٰ یادگار تصور کرتا ہے۔

عہد وسطیٰ مین یورپ مین رازی کی چند تصانیف ترجمہ ہو کر پہونچ گئی تھین جنھون نے (بقیہ صفحہ ۲۴)

اس زمانے مین مصر مین خلفاے فاطمیہ کا دور دورہ تھا اور بلاشبہ عربی حکومتون مین اُن کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔ عزیز باللہ ۳۶۵ھ۔۳۸۶ھ (۹۷۵ء۔۹۹۶ء) اور حاکم بامر اللہ ۳۸۶ھ۔۴۱۱ ہجری (۹۹۶ء۔۱۰۲۱ء) کے زمانے مین قاہرہ مرکز علوم تھا، جہان حکومت کی قدردانی نے قریب و بعید سے اہل فضل کا جمع کیے تھے۔ مشہور مہندسین ابن یونس[۲۴] اور ابن الہندی کا اسی دربار سے تعلق تھا

(بقیہ حاشیہ ۲۲) علماے یورپ مین مذاق طب مین روح پھونکی۔ ابوبکر رازی کو یہ لوگ رازز (Rasee) کے نام سے جانتے تھے۔

ابوریحان بیرونی نے اپنے خط مین ابوبکر رازی کی جودتِ طبع وحدتِ فہم اور حذاقت وتبحر کا قوی الفاظ مین اعتراف کیا ہے۔ البتہ رازی کے فلسفیانہ خیالات کو پسندیدگی کی نظر سے نہین دیکھا ہے۔

۲۳ ان مشہور و معروف رسائل کا زمانۂ تالیف ۲۶۰ ہجری (۸۷۳ء) سے لیکر ۳۰۰ ہجری (۹۱۲ء) تک ہے،

۲۴ علی بن یونس نامور متبحرین مین سے گذرا ہے۔ وہ ایک نغزگو شاعر بھی تھا، لیکن اُس کی شہرت کا مدار فن ہیئت پر ہے۔ اس نے اپنے مشاہدات کے نتائج کو "زیج الحاکمی" مین جمع کیا تھا۔ یہ کتاب فن ہیئت کی مقبول ترین تالیفات مین سے تھی، عمر خیام اور ناصر الدین طوسی نے اپنی زیچات کے تیار کرنے مین اس کتاب کو بطور نمونہ پیش نظر رکھا تھا بلکہ اس کا ترجمہ اور نقل چینی (۱۲۸۰ء) اور یونانی زبانون تک مین ہوا تھا۔ چین مین ابن یونس کے جدول جمال الدین کے ذریعہ سے پہونچی جہان کو چیو کنگ نامی چینی ہیئت دان نے اُسے چینی زبان مین نقل کیا تھا۔ ابن یونس کا ۳۹۹ ہجری (۱۰۰۹ء) مین انتقال ہوا اور اُس کے بعد اُس کے مشاہدات کو ابن الہندی اور حسن ابن الہیثم نے جاری رکھا۔

ابن یونس پہلا شخص ہے جس نے پینڈولم کے حرکات کے ذریعہ سے وقت کی شمار کا حال معلوم کیا۔ نیز اُس نے انحراف طریق الشمس (Obliquity of the Ecliptic) کو ۲۳ درجہ (بقیہ برصفحہ ۲۴)

دار السلام بغداد کی اس زمانے مین جو خستہ خراب حالت تھی اُس کا حال اوپر درج ہو چکا ہے۔ لیکن اس گئی گذری حالت مین بھی جب بغداد مین ابن سمعون جیسے سحر بیان، اور خطیب بغدادی جیسے محب وطن مورخ، پیدا ہوے تھے وہان ہنوا مجور جیسے ہیئت دانون کا مطالعہ فلک مین مستغرق ہونا اُس دور کی اسلامی روح علمی کا ایک عام مظہر سمجھنا چاہیے۔

ممالک مذکورۂ بالا سے گذر کر جب ہماری نظر اُس محسن کُش سرزمین پر پڑتی ہے، جہان آج وادی کبیر عربی اقبال و تمدن کی نوحہ خوانی کر رہا ہے، تو ہم دیکھتے ہین کہ یہ زمانہ خلافت غربی کا زرین عہد علمی ہے، جس کی نظیر اس بد قسمت ملک کی تاریخ مین کبھی نہ ملے گی۔ یہان سیاسی انتزاع کا آغاز پانچوین صدی ہجری سے ہوتا ہے، لیکن علمی ترقی و رفعت کا دور دوسرے ممالک اسلام کے دوش بدوش ہے عبد الرحمن اعظم (عبد الرحمن ثالث) (۳۰۰-۳۵۰ھ ہجری ۹۱۲-۹۶۱ء)

(بقیہ حاشیہ ۲۴) ۳۵ دقیقہ پایا، جو کہ تحقیقات جدیدہ سے قطعاً مطابق ہے۔

یورپ کے اندر ابن یونس کی زیچ کی طرف اٹھارھوین صدی عیسوی کے اواخر مین لوگون کی توجہ مبذول ہوئی تھی۔ (Caussen) کاسن نامی ایک فرانسیسی عالم نے ۱۸۰۴ء مین لیڈن یونیورسٹی کے ایک قلمی نسخے سے اس کتاب کا ترجمہ کیا تھا۔ اس مین ۲۸ کسوفات، ۷ نقطتی الاعتدالین (Equinoxes) ایک انحراف طریق شمس کے مشاہدات درج ہین۔ نیز شمس و قمر کے مشاہدات کی بھی ایک جدول ہے۔

۲۵۔ یہ دو عزیز تھے جن کے نام علی ابن اعجور اور ابو الحسن علی بن اعجور ہین۔ اواخر چہارم صدی ہجری مین انھون نے حرکات قمر کے متعلق قابل قدر تحقیقاتین کی تھین۔

کا نامور سپوت حکم ۲۶ (سنہ ۳۵۰-۳۶۶ ہجری مطابق ۹۶۱-۹۷۶ ع) اسی دور کی دایہ کی گود مین پلا اور مورخ یہ حق نہین رکھتا کہ اُسکے ضرب المثل علمی مشاغل اور فضل و تبحر کو عام اسلامی مذاق سے کوئی متمایز شے تصور کرے - یہ سچ ہے کہ حکم ثانی اپنی معاصرین مین بلحاظ ذوق علوم سب سے فایق تھا اور اُس کا جمع اور مطالعہ کیا ہوا کتب خانہ بلحاظ انتخاب و شمار کتب اپنی نظیر نہ رکھتا تھا، لیکن جو درخشندہ عہد مورخ کے پیش نظر ہے - اُسے دیکھتے ہوے وہ حکم کی مثال کو محیر العقول نہین سمجھ سکتا -

اندلوسیہ عظمی مین اس زمانے مین علوم حکمت نے ایسی ترقی کی تھی کہ ایک وقت اُس کے مقابلے مین حکومت اور تعصب کی اٹل کوششین سوا بے سود ثابت ہونے کے کچھ نہ کر سکین - یہی زمانہ تھا جب اسپین نے ہیئت مین وہ ترقی کی، جو اُس سے پہلے اور اُس کے بعد وہان کے ارباب فضل کو میسر نہین آئی - خلافت غربی کے سب سے مشہور ہیئت دان، مسلمہ المجریطی (متوفی

۲۶ المستنصر باللہ الملقب بہ حکم ثانی الناصر الدین اللہ عبد الرحمن ثالث کا بیٹا تھا - اُس کا علمی شوق تاریخ اندلس مین شہرت عام رکھتا ہے - مورخین کا بیان ہے کہ اُسنے اپنے عظیم الشان کتب خانے مین چار لاکھ کتابین جمع کی تھین اور تقریباً سب کو مطالعہ کیا تھا اور سب پر قیمتی حواشی اپنے ہاتھ سے لکھے تھے - دُنیا مین اُس کے ایجنٹ کتابون کو تلاش کرتے پھرتے تھے اور مصنفین سے قبل تصنیف فرمایش کی جاتی تھی کہ وہ سب سے پہلا نسخہ اپنی تالیف کا غرناطہ کے کتب خانے کے لیے دین - چنانچہ کتاب الاغانی کے مصنف نے اپنی کتاب کا پہلا نسخہ حکم کی نذر کیا تھا اور بیش قیمت صلہ پایا تھا -

۲۷ مسلمہ ایک جامع العلوم و الفنون شخص تھا اُسنے ممالک اسلامیہ مین خوب سیاحت کی تھی اور رسائل اخوان الصفا کو لاکر سب سے پہلے اندلس مین اسی نے شایع کیا تھا - کیمیا مین مہارت تامہ رکھتا تھا اور اس علم مین رتبۃ الحکیم ایک کتاب لکھی تھی -

سنہ ۳۹۹ہجری ۱۰۰۸ء) ابن السمح (متوفی سنہ ۴۲۶ہجری ۱۰۳۸ عیسوی)
جابر بن افلح (متوفی سنہ ۲۲۶ہجری ۱۰۳۹ء) اور الزرقالی (جو پانچویں صدی
کے اواخر میں اسپین کا نہایت نامور ماہر ہیئت گذرا ہے) یہ وہ لوگ ہیں جو
مسلمانوں کے واسطے ہر زمانے میں مایۂ ناز تصور کیے جائیں گے، اور دنیاے
تمدن جن کی ہمیشہ رہین منت رہے گی۔ یورپ میں علم ہیئت کی اشاعت اور
اور جدید ہیئت کے آغاز و بنیاد کا باعث یہی اساتذۂ فن تھے۔ الفانسو دہم
(سنہ ۱۲۵۲-۱۲۸۴ء) شاہ کسٹائل (اسپین) کی لاطینی جداول نجوم جن کی بدولت یورپ
مبادی ہیئت سے روشناس ہوتا تھا، وہ جزءً و کلاً اساتذۂ اسلام کی خوشہ
چینی کا نتیجہ ہیں۔

اسی بے نظیر دور کے اواخر سے تعلق رکھنے والا اندلس کا فقید النظیر فاضل

---

۲۸ عہد وسطیٰ میں جابر کا نام یورپین لب و لہجہ میں جیبر فیلیس افلیا (Geber filius Afflao) تھا
اُس کی کتاب «الشکلات الکرویہ» کا یورپ میں ترجمہ ہوا تھا۔

۲۹ الزرقالی علماے ہیئت میں عز امتیاز رکھتا ہے۔ رصد و مشاہدہ میں غیر معمولی استغراق رکھتا تھا۔ کہتے
ہیں کہ صرف اوج شمس کی دریافت کے لیے اُس نے چار سو دو مشاہدات کیے تھے اور استقبال نقطۃ الاعتدالین
کے متعلق نہایت صحیح مقدار دریافت کی تھی۔

اس کے علاوہ الزرقالی کو خاص شہرت آلات ہیئت کے ایجاد سے تعلق رکھتی ہے۔ مامون شاہ طلیطلہ کے
واسطے اُس نے اصطرلاب «مامونیہ» ایجاد کی تھی۔ دنیا میں سب سے بہتر اصطرلاب وہ تھی جس کا اشبیلیہ کے بادشاہ
معتمد بن عباد کے نام پر «عبادیہ» نام رکھا تھا۔ لیکن ماہرین ہیئت میں یہ اصطرلاب «صفیحۃ الزرقالیہ» کے نام سے
معروف ہے۔ یورپ والے اسے «صفاکا (Suphaca)» کہتے تھے۔

ابن صائغ اندلسی تھا جس کے تذکرے کے لیے بلاشبہ دفتر کے دفتر درکار ہیں
جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اندلس میں انقراض سلطنت کا آغاز
پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں واقع ہوا۔ مشرقی ممالک کی طرح جابجا چھوٹی
چھوٹی خود مختار اور آزاد حکومتیں قائم ہو جانے پر علمی مشاغل کے مرکز نقل جدید

نشلہ مبدء فیض سے ابن صائغ کو وہ دماغی و ذہنی اوصاف عطا ہوئے تھے، جن کا ایک شخص کی ذات میں
جمع ہونا حیرت کا باعث ہوتا ہے۔ اٹھارویں صدی کے مشہور جرمن فاضل گیٹے (Goethe) کی
بابت مشہور ہے کہ اُس کا دماغ ایسی مختلف النوع خواص کا مجمع تھا، جو فرد واحد میں شاذ ہی پائے گئے ہیں لیکن
ابن صائغ کی ہمہ گیر طبیعت کو دیکھتے ہوئے گیٹے کی وسعت دماغی کی کچھ حقیقت نہیں رہتی اور علی بن عبدالعزیز
امام غرناطہ کے اس قول سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ "ابن صائغ اعجوبۂ دہر تھا" ابن صائغ جیسا فہیم تھا ویسا ہی
حیرت انگیز حافظہ رکھتا تھا۔ وہ طبیعات، مابعد الطبیعیات، ریاضی، ہیئت، نجوم، طب، جغرافیہ وغیرہ علوم حکمت
میں نہ صرف دستگاہ کامل رکھتا تھا بلکہ اُسنے اپنے استادانہ اجتہاد سے اپنا نام صدر حکماے عالم میں لکھایا ہے
تمام تاریخی روایات ہم زبان ہیں کہ ابن صائغ طب اور فلسفے میں استاذ الاساتذہ مانا جاتا ہے، مابعد الطبیعیات
سے عجیب و غریب اصول اور لطیف مسائل استنباط کر کے اصول طب سے مطابقت کی اور طبیعیات و طب
کے اعمال میں بہت کچھ دقت نظری کا ثبوت دیا۔ علوم حکمت میں تبحر کی یہ کیفیت تھی لیکن انشا و ادب کے
میدان میں بھی اُس کی طبیعت کی ایسی ہی جولانی تھی۔ عربی ادب میں ابن صائغ کی انشاپردازی اور شاعری کو
بے بدل تصور کیا جاتا ہے اور مورخین کا بیان ہے کہ موسیقی میں ابن صائغ ماہر یگانہ تھا۔ وہ حافظ قرآن بھی
تھا۔ غرض ابن صائغ طبیب تھا، فلسفی تھا، ماہر ریاضی تھا، نادر شاعر بے بدل تھا اور فن موسیقی میں بھی
مشہور و معروف تھا۔ لیکن اس سے بڑھ کر یہ لطف کی بات ہے کہ میدان عمل کا بھی وہ پورا شہسوار تھا،
ابتدا میں اندلسیہ غربی کے حاکم امیر ابوبکر اور بعد میں یحیی بن سعید تاشفین فرمان روا اندلسیہ غربی کا دقیقہ سنج

قائم شدہ ریاستون کے دار الحکومت قرار پائے۔ قرطبہ، اشبیلیہ، غرناطہ، طلیطلہ وغیرہ نے ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر علم پروری کا ثبوت دیا۔ جا بجا مدارس علوم اور کتب خانے قائم تھے، جہان ہر فن کے ماہر اور متلاشیان علوم اپنی پیاس بجھاتے اور دوسرون کو سیراب کرتے تھے۔ "علم طب مین اندلس کے اطبا کی جدید معلومات نے اتنا اضافہ کیا، جتنا جالینوس کے عہد سے اُس وقت تک نہوا تھا۔

فنون حکمت کے سوا، "ادب کی یہ حالت تھی کہ یورپ مین کبھی ایسا زمانہ نہین ہوا جب شاعری کو ایسی قبولیت عامہ نصیب ہوئی ہو جیسی کہ اُس زمانے مین۔ یہ وہ عہد تھا، جب ہر طبقے کے لوگ عربی مین اُس انداز کے اشعار موزون کرتے تھے، جو ہسپانوی اور اطالوی مطربون کے لیے نمونہ ہوتے اور جن کی تقلید وہ اپنے گیتون اور نظمون مین کرتے تھے۔ کوئی تقریر یا مکالمہ اس وقت تک مکمل نہوتا تھا جب تک ایک آدھ بیت فی البدیہ خود موزون کرکے یا موقع ومحل کے لحاظ سے کسی بڑے شاعر کے کلام مین سے لیکر استعمال نہ کی جاتی"

(بقیہ حاشیہ ۳۰) وزیر رہا اور اُس کا عہد وزارت مراکو اور اسپین کی تاریخ مین ہمیشہ عدل و انتظام کے واسطے زبان زد عوام تھا۔ حاسدون نے زہر دیکر ایسے فاضل سے دُنیا خالی کردی۔ سنہ ولادت معلوم نہین ہے فیض مین سنہ ۵۳۳ہجری مین انتقال کیا یورپ مین ابن صائغ (Avempace) کے نام سے معروف ہے جو عہد وسطی کی یادگار ہے۔

۳۱ لین پول تاریخ اسپین صفحہ ۱۴۴۔

۳۲ ایضاً۔

افریقیاے اسلامی مین سیوط، تنجہ، فیض، مرّاقش، مکناسہ، طلمسان، قیروان وغیرہ جہان کم وبیش خودمختار حکومتین قائم تھین، میدان علم مین قرطبہ وغرناطہ کی حریف تھین وہان سے بڑے بڑے اُستاد نکلتے تھے، جن کی قدر مشرق ومغرب مین ہر جگہ ہوتی تھی۔

جس شاندار حالت کا ہم نے اوپر ایک سرسری اور ناکمل خاکہ کھینچا ہے وہ پانچوین صدی ہجری کے بعد کچھ زیادہ دنون تک قائم نہ رہی مغرب مین ابن طفیل، ابن رشد، ابن زہر، ابوالقاسم[۳۳] اور ابن بطار وغیرہ کے سدا زندہ رہنے والے نامون پر ایسا پردہ پڑا کہ پھر نہ اُٹھا۔ مشرق نے عمر خیام[۳۴] اور محقق طوسی[۳۵] کے

۳۳ ابن طفیل وغیرہ یہ تمام اندلس کے نامور فلسفی اور طبیب ہین۔ عہد وسطی مین یورپ مین ابن رشد اویروز (Averroes) ابن زہر اوین زور (Avenzoar) ابوالقاسم البوکیسس (Albucasis) اور ابن بیطار اوین بیطار (Aven Bethar) کے ناموں سے مشہور رہتے۔

۳۴ عمر خیام (۔۔۔۔ ہجری ۔۔۔ ۱۰۱۹-۱۱۲۳ء) کی رباعیات اس قدر شہرت رکھتی ہین کہ اُس کے شاعری کی بابت کچھ کہنا فضول ہے البتہ یہ بہت کم لوگ جانتے ہین کہ وہ فلسفی اور شاعر ہونے کے ساتھ علم ہیئت مین بھی دستگاہ رکھتا تھا۔ سال شمسی کی مقدار جو خیام نے معلوم کی وہ نہایت صحیح اور متقدمین مین سب سے بہتر ہے۔ یعنے خیام کی تحقیقات سے سال شمسی ہوتا ہے (۳۶۵) دن ۵ گھنٹے ۴۹ منٹ کا اور محققین حال کی تحقیقات کے رو سے ہوتا ہے (۳۶۵) روز ۵ گھنٹے ۴۹ منٹ ۴۸ سیکنڈ کا۔

۳۵ خواجہ نصیرالدین معروف بہ محقق طوسی (۵۹۷-۶۷۲ ہجری ۔ ۱۲۰۱-۱۲۷۳ء) متقدمین حکماے اسلام مین سے تھا۔ نصیرالدین طوسی کی خاص شہرت کا باعث علوم ریاضی ہین ۶۵۷ ہجری (۱۲۵۹ء) مین ہلاکو خان کے حکم سے مراغہ مین ایک رصدگاہ قائم ہوئی تھی، جہان محقق مذکور نے ۔۔۔ کے بعد زیج ایلخانی تیار کی تھی (بقیہ صفحہ ۳۰)

نام پر ایسا خطبۂ اختتام پڑھا کہ پھر وہ صورتین اور وہ مجلسین نظر نہ آئین۔ اس علمی مذاق کے زوال و انتزاع پر غور کرنا، ہر لحاظ سے دلچسپ اور مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ایسی بحث ہے، جو ہماری موجودہ مبحث کے دائرے سے خارج ہے اور سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہین کہ اسے کسی دوسرے وقت کے لیے اُٹھا رکھین۔ بہرنہج ایک دفعہ انحطاط اور انتزاع کے اسباب کا غالب آنا تھا کہ دوبارہ اسلام کو وہ بے نظیر زمانہ دیکھنا نصیب نہوا، بلکہ انقلاب پسند زمانے نے اُس دور کے آثار کو بھی ایسا ملیا ملیٹ کر دیا کہ اب اس عالمگیر اسلامی ترقی کا کامل تصور بھی نہین کیا جا سکتا ہزار ہمارے دل مین یہ اُمنگ پیدا ہو کہ اس علمی زمانے کی جی بھر کے سیر کرین اور امتداد زمانہ کی تاریکی سے نکل کر اُس روشن زمانے مین جا پہونچین، لیکن موافق اسباب کا دروازہ ایسا بند ہوا ہے کہ اس آرزو کا مہد اُس کا مرقد بنجاتا ہے۔

سامانیہ، دیلمیہ اور سلجوقیہ کی طرح جُرجان، خوارزم اور غزنی کی حکومتین بھی جن کا اس دور سے واسطہ ہے، علم پروری مین کسی سے پیچھے نہ تھین۔ لیکن افسوس آج ہمارے ہاتھون مین اُس زمانے کے فضلا کی تصانیف کے ذخائر موجود نہین ہین بلکہ اُن لوگون کے نام بھی نامعلوم ہین۔ یہ افسوسناک حالت [illegible] علمی تاریخ مرتب کرتے وقت بالخصوص پیش آتی ہے۔ عہد مابعد مین وسط ایشیا مین بپا ہونے والے سیاسی طوفان بے تمیزی، اور

بقیہ حاشیہ ۵ ۳) ہیئت متاخرین کا دار و مدار عہد مابعد مین صرف زیچ ایلخانی اور زیچ الغ بیگی (مرتبہ ۸۴۱ھ ہجری ۱۴۳۷ء) پر رہ گیا تھا۔ الغ بیگ کے اوپر گویا فن ہیئت کا علمی شوق مسلمانون مین ختم ہو گیا۔

اس سے پیشتر چھٹی صدی مین انقلاب خیالات نے جو معرکہ مذہب و فلسفہ کے باعث پیدا ہوا، علمی تصانیف اور علمی روح کو بڑا صدمہ پہونچایا اور مذاق علمی مین بڑا تلاطم پیدا کر دیا۔ تعصب، جہالت اور بے اعتنائی کے اوپر غلبۂ چنگیز و ہلاکو نے علمی ذخائر کی تباہی و بربادی کے دوسرے وجوہات پیدا کر دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت ہمارے ہاتھ مین جو تواریخ اور تذکرے موجود ہین، اُن مین بجز اُن شعرا کے، جو بادشاہون یا امیرون کی شان مین قصیدے کہا کرتے یا گل و بلبل اور ناے و نوش کے مضامین باندھنے مین اپنی عمر بسر کر دیتے تھے دیگر کملاے عہد کے حالات مفقود ہین۔ مقامات خواجہ ابو نصر مشکانی، طبقات بیہقی، تواریخ ملا محمد غزنوی، تواریخ محمد وراق اور دیگر تاریخی کتابین جن کی مدد سے غالباً اُس زمانے کی علمی تاریخ کا تھوڑا بہت پتہ چل سکتا، نابود ہین۔ جو تاریخین اور تذکرے دو چار صدی بعد کے لکھے ہوے ہین وہ چندان معتبر نہین اور اکثر فقدانِ مذاق اور قلتِ مواد کے باعث متلاشی کی مایوسی کا باعث ہوئے ہین۔

آہ زمانے سے بڑھکر کوئی بھولنے اور بھلا دینے والا نہین۔ دنیا کے اسٹیج پر خدا جانے کتنے لوگ آئے جو شہرت کے آسمان پر چاند سورج ہو کر چمکے لیکن غور کرو کتنے ایسے ہین، جن کی کرنین اب بھی نور افشان ہین بلا شبہہ بڑے خوش نصیب ہین وہ جنھین کسوف و خسوف کے بعد بھی شہرت دوام کے فلک الافلاک پر چمکنا نصیب ہو جائے۔

اگر یہ سچ ہے تو بلا شبہہ وسط ایشیا کا وہ فاضل متبحر بڑا خوش قسمت ہے

جو صدیوں گنج گمنامی میں زندگی بسر کرنے کے بعد اس زمانے میں شہرتِ دوام کے خلعت سے سرفراز ہوا ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے کوئی نہ جانتا تھا کہ چوتھی یا پانچویں صدی کے زرین عہد علمی میں بیرونی کی شخصیت کیا مرتبہ رکھتی ہے، اب دنیائے تحقیق کے ہر گوشے آواز آرہی ہے کہ اُس فضائے علم میں وہ شمس منیر ہے اور دنیا کی علمی تاریخ میں معدودے چند افراد اُس کی ہمسری کے مستحق قرار پا سکتے ہیں۔ یا تو البیرونی کے نام سے کان بھی ناآشنا تھے، یا اُس کے تبحر و کمال کا ایسا سکّہ بیٹھا ہے کہ ایک اُس مصنف کے لیے، جو اسلامی تاریخ علمی پر قلم اُٹھائے ناممکن ہے کہ اُس کا نام نظرانداز کر جائے۔

بے شک بیرونی کی سوانح عمری پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے، موجودہ تواریخ اور تذکروں سے اُس کے حالات زندگی پورے طور پر معلوم نہیں ہوسکتے اور اُس کی کثیر التعداد تصانیف میں سے بھی چند باقی رہ گئی ہیں، لیکن جو کچھ موجود ہے، وہ اُس کا استحقاقِ فضیلت ثابت کرنے کے لیے کافی اور وافی ہے۔

(۳)

گرداب حوادث سے بچ کر کنارِ عافیت آ لگنے والے آثار میں ایک رسالہ[1] ہے جو نو سو سال خمولِ گمنامی میں رہنے کے بعد ہمارے زمانے میں متلاشیانِ آثار کی جستجو سے روشنی میں لایا گیا ہے۔ یہ ایک خط ہے جس کا بھیجنے والا ابوریحان بیرونی تھا۔ رہتی دنیا عالمِ علم میں یہ مکتوب دلچسپی کی نظر سے پڑھا جائے گا۔ لکھنے والے نے اپنے ایک دوست کے نام لکھا تھا اور اُس میں دوست کی فرمائش کے جواب میں اپنی اکثر تصانیف کی فہرست دی تھی، جنھیں ۴۲۷ھ ہجری، یعنی اُس خط کے لکھنے کے وقت تک حوالۂ قلم کیا تھا۔ فہرستِ کتب سے پہلے لکھا ہے کہ "اس وقت میری عمر ۶۵ سال اور بحساب شمسی ۶۳ سال کی ہے"، اس طرح خود بیرونی کی زبانی اُس کا سنہ ولادت ۳۶۲ھ ہجری معلوم ہو جاتا ہے، لیکن تاریخ ولادت کی توضیح ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد الغضنفر التبریزی کے رسالہ "المشاطہ لرسالہ الفہرست" سے ہوتی ہے، جو بیرونی کے مکتوب مذکور کی شرح کے طور پر لکھا گیا تھا۔ الغضنفر کہتا ہے"

"امام الشیخ، استاد الرئیس، حکیم برہان الحق، ابی الریحان محمد بن احمد البیرونی ...۳- ذی الحجہ پنجشنبہ کے روز صبح کے وقت ۳۶۲ھ میں خوارزم میں پیدا ہوا

[1] اس رسالے کی نقل یورپ میں موجود ہے۔

شمار ہے اس سنہ کے ایک لاکھ اٹھائیس ہزار دو سو چھپن دن ہوتے ہین دوسرے مطابق تاریخین ۹ مہر اشہریور سنہ ۳۴۴ فارسی (یزدجردی) اور ۴۔ ماہ ایلول سنہ ۱۲۸۰ یونانی (اسکندری) ہین۔ یونانی سنہ کے دن کا شمار چار لاکھ اڑسٹھ ہزار نوسو پچپن ہے" اس کے بعد مصنف نے زائچہ لکھا ہے۔ حساب لگانے سے یہ تاریخین ۴۔ ستمبر ۹۷۳ء کے مطابق ہوتی ہین۔ جیساکہ بعض مورخین نے صراحت کی ہے اور نیز البیرونی کے نام سے معلوم ہوتا ہے اُس کا مولد خوارزم خاص نہ تھا، بلکہ نواح و مضافات خوارزم مین ایک مقام تھا جس کا نام بیرون[۲] تھا، افسوس ہے کہ اُس مقام کی طرف منسوب ہونے والے

۲؎ بیرونی کے وطن کے متعلق ایک عرصے تک محققین کو اختلاف رہا۔ بعض لوگون کا یہ خیال تھا کہ بیرونی کا مولد سندھ تھا، مثلاً مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم بھی اسی قول کے قائل تھے۔ لیکن نہایت کامل تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ بیرونی خوارزم ہی مین پیدا ہوا اور وہین نشو و نما پائی۔ اس مین اختلاف کی قطعاً گنجایش نہین ہے۔ مزید اطمینان کے لیے ہم نہایت اختصار کے ساتھ اس بحث کو یہان لکھے دیتے ہین۔

دراصل شبہ کی یہ وجہ ہوئی کہ شمس الدین محمد بن محمود شہرزوری نے "نزہۃ الارواح و روضۃ الافراح فی تواریخ الحکماء المتقدمین والمتاخرین" مین بیرونی کے ذکر مین غلطی سے یہ لکھ دیا تھا کہ "بیرون سندھ مین ایک شہر ہے" ابن ابی اصیبعہ (متوفی ۶۶۸ ہجری) نے شہرزوری کی تقلید کی ہے اور مشہور جغرافی ابوالفدا نے ابن سعید کی سند پر اسی قول کو تحریر کیا ہے۔ ایم رینا ڈ ایک فرانسیسی مستشرق نے جس نے سب سے پہلے بیرونی کی کتاب الہند کے دو ایک ابواب کا ترجمہ کرکے علماے یورپ کو بیرونی کی طرف متوجہ کیا تھا، ابوالفدا کی سند پر بیرونی کو سندھ کا باشندہ خیال کر لیا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ بیرون سندھ مین کبھی کوئی مقام تھا بھی یا نہین۔ سندھ کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ مین ایک مقام تھا جس کا نام نیرون (بالنون) تھا اور جو دریاے سندھ کے (بقیہ صفحہ ۴۵)

اپنے وطن عزیز کے حالات ہمارے لیے چھوڑے ہیں، اور نہ کسی مورخ نے اُس کا

(بقیہ حاشیہ ۲) مغربی کنارے پر دیبل اور منصورہ کے درمیان واقع تھا۔ چنانچہ ابن حوقل جغرافی کی کتاب المسالک کے ایک قدیم نسخے میں جو لکھنؤ میں موجود ہے، سندھ کا ایک نقشہ دیا ہوا ہے جس پر نیرون کے موقع و محل کا نشان لگا ہوا ہے۔ کپتان مکمرود (Mac Murdo) ایلیٹ (Elliot) اور دیگر انگریز محققین نے کافی چھان بین کے بعد ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ مقام نیرون بالنون ہے نہ کہ بیرون بالباء۔ اس کی تفصیل ایلیٹ ڈوسن کی ضخیم تاریخ ہند جلد اول میں موجود ہے اور جلد دوم میں بھی ذکر آیا ہے۔ دراصل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے بیرون کو سندھ کا ایک مقام بتایا ہے انھوں نے اس نام کے پڑھنے میں غلطی سے نون کی جگہ با پڑھ لیا ہے۔ مثلاً ابوالفدا نے سندھ کے بارے میں ابن حوقل وغیرہ سے اپنی معلومات ماخوذ کی ہیں اور ایسی حالت میں اس قسم کی غلطی کا ہو جانا ایک بہت معمولی بات ہے۔

اب اُن تاریخی شہادتوں میں سے چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں جن میں بیرونی کو صاف صاف خوارزمی بیان کیا گیا ہے۔ السمعانی نے کتاب الانساب (۵۶۲ ہجری) میں، جو علما و مصنفین اسلام کے تذکرے میں ایک نہایت مستند کتاب ہے لکھا ہے:-

"البیرونی بفتح البا الموحدہ وسکون الیاء الآخر الحروف وضم آخرہا نون، ہذ النسبۃ الی خارج خوارزم فان بہامن یکون من خارج البلد و یکون من نفسہا یقال لہ، فلان بیرونی است ویقال بلغتہم انیتزک است، ومشہور بہذا النسبۃ ابوریحان المنجم البیرونی"۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بیرونی کے معنے باہر والے کے ہیں اور اس نسبت سے اہل خوارزم اُن لوگوں کو موسوم کرتے تھے جو خاص بلدۂ خوارزم کے باشندے نہ ہوتے تھے بلکہ خارج خوارزم کے رہنے والے ہوتے تھے، اہل خوارزم کے لغت میں انھیں انیتزک بھی کہتے تھے۔ اسی نسبت سے ابوریحان بیرونی مشہور ہے۔

حاجی خلیفہ اپنی مشہور تصنیف "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" میں بحث علم الآثار سے الباقیہ کی

مرقع کھینچنے کی تکلیف گوارا کی ہے۔ وطن کا کیا ذکر اُس کے خاندان کا حال
تعلیم و تربیت کی کیفیت، اور عالم طفولیت کے واقعات، جو ہمارے زمانے کے
سوانح نگار کے لیے اس قدر قیمتی اور دلچسپ معلومات ہو سکتی ہیں اور جنھیں
متقدمین نے شاذ ہی قابل التفات تصور کیا ہے، ان میں سے کسی کا کچھ
پتہ نہیں لگتا۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ ہونہار بچہ کس گھر کا چراغ تھا، کن گودون
مین پلا، کن رفیقون کے ساتھ کھیلا، کن صحبتون مین بیٹھا اور کن استادون سے

(بقیہ حاشیہ ۲) کتاب آثار الباقیہ پر حسب ذیل تبصرہ کرتا ہے:-

"الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ، فی النجوم والتاریخ مجلد اولہ الحمد للہ المتعالی عن الاضداد، للشیخ العلامہ
ابی الریحان محمد بن احمد البیرونی الخوارزمی المتوفی بعد سنہ ثلثین اربعمائۃ (۹) دبیرون بالباء والنون بلدہ فی السند کما
فی العیون الانباء عیون الانباء فی تاریخ الاطباء مولفہ ابن ابی اصیبعہ) وقال السیوطی ہو بالفارسیۃ البرانی سمی بہ لکونہ
قلیل المقام بخوارزم واہلہا یسمون الغرائب بہذ الاسم"، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی خلیفہ خود بیرونی کے
خوارزمی ہونے کا قائل ہے چنانچہ وہ بیرونی کو خوارزمی ہی لکھتا ہے اور گو ابن ابی اصیبعہ کا قول اُس کے سندھی
ہونے پر نقل کر دیتا ہے لیکن علامہ سیوطی کی سند اُسکے خوارزمی ہونے کے بارے میں پیش کرتا ہے + ان سب سے
بڑھ کر لغت منفرد (سنہ ۶۱۳-۶۹۲ ہجری) کا قول ہے جو متن مین نقل ہوا + ایک روسی لرخ نامی نے زیو یورشین
سنہ ۱۸۷۶ء مین لکھا ہے کہ ۱۸۵۸ء مین بخارا کے دو حصے تھے "اندرون بخارا" اور "بیرون بخارا" اور
البلاذری نے کتاب الفتوح مین لکھا ہے کہ "سا" کے دو حصے تھے، "المدینۃ الخارجہ" اور "المدینۃ الداخلہ"
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وسط ایشیا مین بڑے شہرون کی تمام طور پر اس طرح تقسیم کر دیجاتی تھی کہ حوالی شہر
کو اس شہر کے بیرونی حصہ کے نام سے موسوم کرتے تھے + ان خارجی شہادتون سے بڑھ کر وہ داخلی شہادت
ہے جو بیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ کے مطالبہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کتاب کا پڑھنے والا (بقیہ بصفحہ ۳۷)

سامنے پہلوے شاگردی تہ کیا۔ ہاں اُسکی تصانیف پڑھ کر ہم اتنا یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اُس کا خاندان عجمی تھا اور غالباً خالص خوارزمی۔ اُس کے گہرے سے گہرے جذبات اور فطری رجحانات اُس کی قومیت کو پورے طور سے ظاہر کرتے ہیں۔ خوارزمیوں کی ٹھیٹ ہر ہر ادا پسند ہے۔ عجمیوں کی علم و فراست کا

(بقیہ حاشیہ ۲) ایک لمحے کے لیے بھی نہیں مان سکتا کہ بیرونی خوارزمی نہ تھا یا اُس نے کبھی سندھ کی صورت بھی دیکھی تھی۔ طوالت کے خوف سے استنباط شہادت داخلی کو قلم انداز کیا جاتا ہے۔

۳ مسطور ذیل اقتباس کو تمثیلاً پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں :۔

"اگر عہد جہالت کے عربوں کے کواکب نا بتہ کے ناموں میں تامل سے کام لوگے، تو تمھیں معلوم ہوگا کہ وہ بروج اور ستاروں کی شکلوں کے صحیح علم سے دور تھے۔ اگرچہ ابو عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الجبالی نے اپنی تمام کتابوں، خصوصاً کتاب فی تفضیل العرب علی العجم، میں نہایت طوالت کے ساتھ اہل عرب کی اہل عجم پر فضیلت ثابت کرنی چاہی ہے اور عربوں کو دنیا کی ساری قوموں میں ستاروں اور اُن کے نکلنے اور ڈوبنے کے علم میں سب سے بڑھ کر واقف بتایا ہے لیکن نہیں جانتا کہ وہ ناواقف تھا یا تجاہل سے کام لیتا تھا کہ تمام مواضع اور دیہات کے کاشتکاروں اور کسانوں کو کھیتی باڑی کے کاموں کے آغاز اور اسی قبیل کے دیگر اوقات کا علم ہوتا ہے، اس لیے کہ جن کی چھت آسمانوں کے سوا کوئی دوسری چیز نہ ہو اور جس کے اوپر ستارے ایک نظام واحد سے نکلتے اور ڈوبتے ہوں وہ اپنے تمام اسباب کی ابتدا انھیں پر موقوف رکھے گا اور اوقات وغیرہ معلوم کرنے میں ان سے مدد لے گا ...... جب تم کتب الانوار اور خاص کر قتیبہ کی کتاب کو جو علم مناظر النجوم پر ہے، اور جس کے بعض مقامات اخیر کتاب میں مذکور ہو گئے ہیں، ملاحظہ کروگے تو معلوم ہوگا کہ (قدیم) عربوں کو اس علم میں اس سے زیادہ کچھ بھی معلوم نہ تھا جتنا ہر ملک کے کسان کو معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قتیبہ نے انھی باتوں میں بہت افراط سے کام لیا ہے اور پہاڑ سی بن بیٹھے استبداد و رائے کا اظہار کیا ہے۔ اُس کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُسے اہل فارس سے

مدح خوان ہے اور اُن پر فوقیت کا اظہار کرنے والون سے خواہ وہ عرب ہی کیون نہون، بحث مباحثہ اور دلائل معقول کرنے کے لیے ہر وقت آمادہ نظر آتا ہے۔ وطن کی گذشتہ عظمت کا حسرت سے ذکر کرتا ہے اور خوارزم کی تباہیون سے، جو فتح خوارزم کے وجہ سے وقوع مین آئین، اُس کی آنکھین پر نم معلوم ہوتی ہین۔ اگر ہمدردی کا میلان اور جوش کا تموج خون کے میل کا پتہ دے سکتے ہین تو نوجوان بیرونی کی آثار الباقیہ صاف گلے پکار رہی ہے کہ اس کا لکھنے والا اَلنسل کا عجمی ہے اور اپنے نسب پر فخر کرنے والا ہے۔

اس مین شبہہ نہین کہ بیرونی کا گھرانا متمول اور دولتمند نہ تھا۔ اُس کے ماں باپ کے یہان زر و جواہر کے انبار اور عیش و عشرت کے سامان، جو مالدار والدین کے بے حد و نہایت لاڈ پیار کے ساتھ، اولاد کی تربیت و تعلیم کے حق مین اکثر مضر ثابت ہوتے ہین، مفقود تھے۔ اگر ایسا تھا تو کچھ تعجب نہین کہ غریب مگر ہونہار بچے نے اولیا کی تحریص ترغیب اور اپنی مافوق الفطرۃ ہوشمندی سے فضل و کمال حاصل کرنے مین جد و جہد موفور کی تاکہ عزت و شہرت کی

(بقیہ حاشیہ ۳) عداوت تھی، اس لیے کہ وہ صرف اسی پر اکتفا نہین کرتا کہ عربون کو فارسیون پر فضیلت دے بلکہ اُن کو ساری دنیا کی قومون مین رذیل، ذلیل اور خسیس بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اہل فارس معاندت اسلام مین اُن بدوون سے بھی بڑھے ہوے تھے جن جوہون کا سو دہ تو یہ مین ذکر ہے۔ غرض قتیبیان کی طرف طرح طرح کے قبائح منسوب کرتا ہے کاش اُس نے تھوڑے تفکر سے کام لیا ہوتا اور اُن لوگون کی اوائل ایام کا خیال ہوتا جنھین اہل فارس پر فضیلت دی ہے تاکہ اپنے قول کی ناراستی اور ریط و تعدی کا حال معلوم ہوتا۔ آثار الباقیہ صفحہ ۲۳۸۔

۱ دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ...

لازوال دولت ہاتھ لگے۔ خود بیرونی نے الآثار میں اپنے ولی نعمت شمس المعالی کو مخاطب کر کے ایک واقعہ لکھا ہے جس سے اُس کی مالی بے بضاعتی پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"اس موقع پر مجھے اپنی زندگی کا ایک واقعہ یاد آگیا جو احمد بن فارس کے اس کلام کا مصداق ہے۔

قد قیل فیما مضی حکیم   ما المرء الّا باصغریہ

پچھلے زمانے کے ایک حکیم نے کہا ہے   کہ انسان کی بزرگی دو چھوٹی چیزوں سے ہے

فقلت قول امرء لبیب   ما المرء الّا بدرھمیہ

میں بھی عاقل کی طرح یہ قول پیش کرتا ہوں   کہ انسان کی عزت دو پیسوں سے ہے

من لم یکن معہ درھماہ   لم تلتفت عرسہ الیہ

اگر اس کے پاس دو درہم نہ ہوں   تو اس کی عروس بھی اس کی طرف التفات نہیں کرتی

وکان من ذلّہ حقیرا   یبول سنّورھم علیہ

اپنی تنگ دستی سے حقیر ہو جاتا ہے   اور لوگوں کی بلیاں بھی اُس پر غُرّاتی ہیں

جب میں حضرت عالی سے جدا تھا اور خدمت شریف کی سعادت سے محروم اُس وقت شہرے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو وہاں کے چوٹی کے منجمین میں شمار ہوتا تھا۔ لکھا ہے کہ ایک مسئلہ ہیئت میں میں نے اُس سے اختلاف کیا، شخص مذکور سخت ناراض ہوا اور اگرچہ علوم میں مجھ سے بہت پست مرتبہ تھا، اس نے میرے قول کی تکذیب و اہانت کی اور خشونت سے پیش آیا اور طوالت کے ساتھ اُس فرق کا ذکر کیا جو میرے اور اُس کے درمیان ہیں

فقر و غنا کا تھا۔ فقر وہ چیز ہے جو مناقب کو معائب سے بدل دیتا ہے۔ مین اُس وقت خراب و خستہ حالت مین اور ہر طرح درماندہ تھا، لیکن جب میری درماندگی مین کچھ کمی ہوئی تو مجھ سے دوستی سے پیش آنے لگا" (آثار الباقیہ صفحہ ۳۳۳)

خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اُس زمانے مین جب تحصیل علم اجکل کی طرح آسان کام نہ تھا، اس غریب بچے نے کن دشواریون اور مصیبتون سے اپنا کام نکالا ہوگا۔ اس موقع پر ابو الفضل بن مبارک کا خیال آتا ہے جس نے اپنی طالب علمانہ کاوشون کا ایک فارسی قطعہ مین ذکر کیا ہے[۵] اور لکھا ہے کہ میری راتین دو دو چراغ کھا کھا کر بسر ہوئی ہین۔ ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہین کہ اگر بیرونی شاعر ہوتا، اور شاعرانہ مبالغہ سے اعراض کرکے بھی اپنی اُن جانفشانیون کا حال لکھتا، جو طلب علم مین اُس سے وقوع مین آئین تو ابو الفضل اپنی پانزدہ سالہ تحصیل علم کی جد و جہد کو فخر و مباہات سے بیان کرتے ہوئے ضرور شرماتا، جہانتک موجودہ معلومات ہماری دستگیری کرتی ہین اُن سے اس بات کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ حصول فضل مین بیرونی اپنے ماں باپ کا کہان تک رہین منت تھا۔ اس وقت تک کوئی ایسا موقع نظر سے نہین گذرا

---

[۵] قطعۂ مذکور کے خاص اشعار یہ ہین:—

"منت خدا ے را کہ گہرہاے شاہوار + کز تاب می کنند با انجم برابری + ز الماس کلک سفتہ و در سلک انتظام + آوردہ ام چنانکہ خوش آید بجوہری + ... از یمن عہد بادشہ و جہد اوستاد + طبعم نمود یاری و توفیق یاوری + دہ سال و پنج بیش بدر کافرین بدو + تحصیل کردہ ام ز علوم مقرری + دو دو چراغ خوردہ شب آوردہ ام بروز + معذورم ار نماند دماغ مراتری +" (ابو الفضل دفتر سوم۔ خطبہ تفسیر سورۂ فتح)—

جہان اُس نے والدین سے کسی علمی معاملہ میں استناد کیا ہو۔ اس سے ظن غالب یہی ہوتا ہے کہ والدین کا اُسکی تعلیم میں براہ راست بہت کم حصہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کمسنی ہی میں بیرونی کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا ہو اور اس وجہ سے وہ قدرۃً استفاضے سے محروم رہ گیا ہو۔ چونکہ سوانح نگار کا یہ منصب نہین ہے کہ وہ اپنے قیاسات کو اس حد تک کھینچ کر لیجائے اور اُسکے لیے ضروری ہے کہ ایسے موقعون پر واللہ اعلم بالصواب کہکر خاموش ہو رہے، لہذا ہم قیاسات سے اعراض کرکے بدیہیات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ بیرونی ایک غیر معمولی ذہین اور فہیم بچہ تھا، لیکن بغیر اساتذہ کی غیر معمولی توجہ اور بجید ذاتی محنت کے ناممکن تھا کہ وہ تھوڑی عمر مین اس قدر فضل و کمال حاصل کر لیتا۔ ایک پرشوق اور طبّاع بچے سے اساتذہ کی دلی ہمدردی ہو جانا اور اُسکی تعلیم مین گہری دلچسپی لینا ایک ایسی بین بات ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہین۔ اتفاق سے بیرونی کے قلم سے ہم تک اُس کے دو استادون کے نام پہونچے ہین۔ ایک اُستاد بنداد السرخسی[۵۶]، دوسرا، ابو نصر منصور بن علی بن عراق[۵۷]۔ دونون منجم تھے، اور گو تفصیلی حالات معلوم نہین لیکن اتنا ثابت ہے کہ وسط ایشیا کے چوٹی کے ہیئت دانون مین سے تھے ایک موقع پر بیرونی نے چند کتابون کے نام لکھے ہیں جنھیں ابو نصر مذکور نے اول الذکر

[۵۶] آثار الباقیہ صفحہ ۱۸۴ سطر ۲۰۔

[۵۷] آثار صفحہ ۲۵ سطر ۲۰۔ ۴۲۷ھ سے پہلے ابو نصر کا انتقال ہو چکا تھا، جیسا کہ بیرونی کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے۔

کے نام پر لکھا تھا[۵]۔ اس وقت بھی بوڈلین لائبریری مین ایک رسالہ موجود ہے جس کا نام "رسالۂ ابونصر و ابوریحان فی جدول الدقائق" ہے کسی اُستاد کا اپنے ایک وقت کے شاگرد سے اس قدر و فورِ عقیدت کا رکھنا کہ اپنی تصانیف کو اُسکے نام پر لکھنا باعث عزت جانے ثابت کرتا ہے کہ اُستاد کے دل میں اُس لائق شاگرد کی کس قدر قدر و منزلت اور محبت تھی۔

اگرچہ خوارزم اور دیگر ممالک عجم مین فارسی ملکی اور قومی زبان تھی اور ادیبون اور شاعرون نے اپنی کوششون سے اُسے مدارج کمال پر پہونچا دیا تھا، لیکن دیگر ممالک اسلام کی طرح ان حصص مین بھی عربی مسلمانون کی علمی اور مذہبی زبان تھی اور تعلیمی ترقی کا انحصار بڑی حد تک اس زبان مین کامل دستگاہ حاصل کرنے پر تھا۔ بیرونی کو بھی آغازِ تعلّم مین اپنے وقت کا کچھ حصہ عربی مین ادبی استعداد حاصل کرنے مین صرف کرنا پڑا ہوگا، لیکن جیسا کہ اُسکی ابتدائی تصانیف سے ہویدا ہے، بیشتر حصہ علوم حکمت، ریاضی، ہیئت، فلسفہ تاریخ تمدن کے حصول میں خرچ ہوا۔

طلب علم کی کوشش مین، یا حصول معاش کی غرض سے بیرونی کو شباب ہی مین وطن عزیز کو خیرباد کہنا پڑا۔ خدا جانے کتنے عرصہ تک کہان کہان سفر کرتا، اور غریب الوطنی کی مصیبتین سہتا رہے پہونچا۔ اُس وقت تک اُسے دنیاوی جاہ و وقار اور مال و دولت میسر نہ تھے۔ لیکن علم و فضل کا پورا نشہ چڑھا ہوا تھا فضل و کمال حاصل کیا تھا، جدت فہم اور جودتِ طبع کی وہ حالت تھی، اُس پر

[۵] دیکھو کلکتوب بیرونی جزو اخیر جہان ابونصر کی بارہ کتابون کے نام لکھے ہین۔

آزاد اور نڈر طبیعت پائی تھی۔ کسی سے نہ دبتا تھا اور دوسرون کے متاع علم اسکے بازار نقد مین بہت کم قدر و قیمت حاصل کرتے تھے۔ جا بجا ہم دیکھتے ہین کہ جدال و مباحثہ کی مجلس مین اُس کی آستینین چڑھی ہوئی ہین اور وہ دادِ فضل دے رہا ہے۔[۹]

نہ معلوم بیرونی کی شہرت کا آوازہ شمس المعالی، والیِ جرجان کے کان مین پہونچا اور اُس نے بیرونی کو اپنے یہان مدعو کیا، یا بیرونی، پھرتا پھراتا خود وہان جا نکلا۔ جو صورت بھی وقوع مین آئی ہو، جرجان[۱۰] پہونچکر اُسے سکون اور طمانیت میسّر آئی اور کئی سال تک وہ وہان مقیم رہا[۱۱]

شمس المعالی علم دوست حکمران تھا، جس کا پتہ اس واقعہ سے چل سکتا ہے کہ ایک وقت جب بوعلی سینا نے کسی صاحب فضل امیر کے ظلِ عاطفت مین پناہ ڈھونڈھنی چاہی تو سب سے پہلے جس شخص پر اُس کی نظر جا کر پڑی وہ والیِ جرجان ہی تھا۔ ابن سینا کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا، اس لیے کہ جس وقت وہ جرجان مین پہونچا تو شمس المعالی انتقال کر چکا تھا۔ بیرونی جب اُسکے پاس تھا، اُس کی توجہات سے بہت خوش تھا اور اُس کا شریف دل اپنے محسن کی الفت سے معمور

[۹] مثلاً دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۷۰۔

[۱۰] شمس المعالی قابوس بن وشمگیر خاندان بنو زیار سے تھا، جس کے ہاتھ مین جرجان اور طبرستان کی ذی اقتدار آزاد حکومت تھی۔ ۳۶۶ھ مین تخت نشین ہوا، ۳۷۱ ہجری مین دیلمیون نے اُس کی حکومت پر قبضہ کر لیا اور شمس المعالی نے سامانیون کے یہان پناہ لی۔ ۳۸۸ ہجری مین دوبارہ حکومت حاصل کی اور ۴۰۳ ہجری مین بلوے مین قتل ہو گیا۔ شمس المعالی کے اخراج کے وقت بیرونی کی عمر صرف ۹ سال کی تھی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیرونی ۳۸۸ سے پہلے جرجان نہیں پہونچا۔

تھا، جس کا اظہار اُس نے اپنے ولی نعمت کی مدح و ستایش کے ذریعہ سے کیا ہے[11]۔ جو کچھ خونِ جگر پی کر تصنیف کرتا تھا، وہ نظرِ تشکر گزاری شمس المعالی کے نام پر معنون کر دیتا تھا۔ رسالہ "تجرید الشعاعات[12]" اور کتاب "آثار الباقیہ" لکھ کر اُسکی خدمت میں پیش کیں۔ "آثار" کی تصنیف کے وقت (سنہ ۳۹۰ یا سنہ ۳۹۱ھ) بیرونی کی عمر کم و بیش ستائیس ۲۷ سال کی تھی۔ اُسوقت تک متعدد تصانیف اُسکے قلم سے نکل چکی تھیں، جن میں سے دس کے نام آثار سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

خدا جانے حبِّ وطن نے دل میں جوش مارا، یا خوارزم کے فرمانروا ماموں نے اپنے دربار میں طلب کیا، بہرحال چند سال قیام جرجان کے بعد غالباً سنہ ۴۰۰ھ میں بیرونی اپنے وطن واپس آیا اور اس مرتبہ اس طرح آیا کہ خوارزم کے دربار میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ ماموں کی قدر شناسی نے خوارزم میں

[11] "موسم صیف میں میں جرجان میں مقیم رہا ہوں، کبھی دس دن متواتر ایسے نہیں گزرے، جب آسمان پر بادل نظر نہ آتے ہوں یا مطلع صاف ہو اور بارش نہ ہوتی ہو۔ یہ برساتی ملک ہے۔ لوگ ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ کوئی خلیفہ (میرا خیال ہے کہ ماموں تھا) یہاں چالیس دن ٹھہرا اور متواتر مینہ برستا رہا آخر اُس نے کہا اس پانی اور کیچڑ کی سرزمین سے باہر لے چلو۔" آثار الباقیہ صفحہ ۲۴۵۔ "۲۰ تشرین الآخر: لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں بے ہڈی کے تمام جانور مر جاتے ہیں لیکن مختلف ممالک میں مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں۔ اُس زمانہ میں جب سورج برج جدی میں تھا مجھے (جرجان میں) بے ہڈی کے جانوروں (یعنی پسوؤں وغیرہ) سے برابر تکلیف پہونچتی رہی" آثار الباقیہ صفحہ ۲۴۷

[12] دیکھو آثار صفحہ ۳ (۱۵) ۴۵ (۹) و ۱۳۴ (۲۳) و ۳۶۲ (۹)

[13] آثار صفحہ ۱۰ (سطر ۵ - ۹)

علماء کی ایسی شاندار مجلس جمع کر لی تھی جسے ہر ایک حسد کی نظر سے دیکھتا تھا۔ جس زمرۂ علماء میں بیرونی آکر منسلک ہوا، اُس میں بو علی سینا، بو علی مسکویہ[14]، ابو الخیر الخمّار[15]، ابو سہل مسیحی[16] اور بیرونی کا اُستاد ابو نصر عراقی بھی شامل تھے۔ ابن سینا اور بیرونی میں مسائل علمیہ پر اس سے پہلے بحث ہو چکی تھی جسکی طرف خود بیرونی نے "آثار الباقیہ" میں اشارہ کیا ہے[17]۔

اسی بارے میں ایک مستند تاریخی روایت ہم تک پہونچی ہے جس سے ان دونوں فضلائے ہمعصر کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ ظہیر الدین ابو الحسن

---

[14] بو علی مسکویہ کے حالات اوپر درج ہو چکے ہیں۔

[15] ابو الخیر ۳۳۱ھ (۹۴۲ء) میں بغداد میں پیدا ہوا تھا۔ وہ یحییٰ بن عدی کا شاگرد تھا۔ ۴۰۸ھ (۱۰۱۷ء) میں وہ محمود کے ہمراہ غزنی آیا، جہاں محمود ہی کے سامنے اُس کا انتقال ہو گیا۔ پہلے عیسائی تھا لیکن آخری وقت میں مسلمان ہو گیا تھا۔ ابو الخیر نے بعض یونانی کتابوں کا شامی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔

[16] ابو سہل بیرونی کے عزیز دوستوں میں سے تھا اور اُس نے اُسکے نام پر متعدد تالیفات لکھی تھیں۔ انکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علمی مذاق میں بیرونی کے نقش قدم پر چلنے والا تھا۔ اکثر تصانیف فلسفہ منطق و علوم ریاضی کے متعلق ہیں اور انمیں سے بعض خاص دلچسپی کی مستحق ہیں مثلاً (۱) رسالہ غزلیات الشمسیہ، جسمیں آفتاب کے اندر جو سیاہ داغ ہیں اُن کی تحقیقات کی ہے (۲) کتاب فی سکون الارض او حرکتہا۔ اس میں اس امر سے بحث کی گئی ہے کہ آیا زمین گھومتی ہے یا ٹھہری ہوئی ہے۔ اُس دور میں یہ بحث نہایت شد و مد سے جاری تھی اور بعض علمائے ہیئت (مثلاً ابو سعید سجزی) حرکتِ ارض کے پورے طور پر قائل تھے۔ (۳) رسالہ فی دستور الخط جس میں رسم الخط کے قوانین سے بحث کی تھی۔

[17] "ما جری بینی و بین الفتی الفاضل ابی علی الحسین بن عبد اللہ بن سینا من المذاکرات فی الباب التقویم الیونانی" (آثار الباقیہ صفحہ ۲۵۷)

بن ابی القاسم بیہقی نے لکھا ہے کہ ابو ریحان بیرونی نے چند مسائل ابو علی (ابن سینا)
کے پاس بھیجے، ابو علی نے جوابات لکھے، بیرونی نے بہت سختی کے ساتھ اُن پر
اعتراضات کیے اور مورخ کا (جو بو علی کا طرفدار ہے) بیان ہے کہ بو علی کے
کلام کی بڑی توہین کی۔ بو علی نے بیرونی کے مقابلہ سے اعراض کیا اور اسکے
شاگرد ابو عبداللہ معصومی نے ابو ریحان کے اعتراضات کا جواب دیا، اور لکھا
کہ اے ابو ریحان ایک فلسفی کے لیے اگر تو ان الفاظ کے سوا دوسرے الفاظ
اختیار کرتا تو یہ عقل و علم کے لیے زیادہ شایاں ہوتا۔ اسی روایت کے ذیل
مین بیہقی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب ان سوالوں اور جوابوں میں حکیم ابوالفرج
بغدادی نے غور کیا تو بیرونی کے اعتراضات کو حق بجانب پایا اور کہا "جو
شخص آدمیوں کو معزز کرتا ہے لوگ اُسے معزز کرتے ہیں۔ ابو ریحان نے
(اس بارے مین) میری نیابت کی ہے"۔

یہ امر بعید از قیاس نہین ہے کہ بیرونی نے اعتراضات مین سختی سے
کام لیا ہو، لیکن فاضل فلسفی کا اپنے حریف کے مقابلے مین سپر ڈال دینا
دل مین کچھ اور گمان بھی پیدا کرتا ہے[۱۸]۔ اور اس گمان کو آئندہ پیش آنے
والے واقعات سے قابل لحاظ تقویت بھی ہوتی ہے۔

بیرونی کو منطق مین یدطولیٰ حاصل تھا، جس کا عام اعتراف اُس کے
معاصرین نے "محقق" کا خطاب فاخرہ عطا کر کے کیا۔ علماے دربار مین بیرونی
کے بدخواہوں کی کچھ کمی نہ تھی۔ ابو نصر، ابو الخیر اور ابو سہل یہ سب

---

[۱۸] ابن سینا اپنے معاصر بیرونی سے علوم حکمت مین کم پایہ تھا اور اُسنے بیرونی کے مثل طبیعت بھی نہ پائی تھی" دی بور (تاریخ فلسفہ اسلام)

دلی ہی خواہ اور سچے خیر طلب دوست تھے۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ اپنے حریف کے مقابلے مین بیرونی کا اقتدار کبھی معرض خطر مین نہین ہوا اور اُسکی قدر و منزلت کبھی کسی سے کم نہ رہی۔

ابھی دربار مین باریاب ہوئے کچھ زمانہ نہ گزرا تھا کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے خوارزم کی علمی مجلس کو درہم و برہم کر دیا۔ میر خوند اور دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ محمود بن سبکتگین نے ۴۰۳ھ (۱۰۱۲ء) مین خوارزم سے ابن سینا، البیرونی ابو نصر، ابو سہل اور ابو الخیر کو اپنے دربار مین بلایا۔ ابن سینا اور ابو سہل نے جانے سے انکار کر دیا۔ بلکہ خوارزم کو بھی خیرباد کہا۔ ایک مورخ نے صاف طور پر لکھا ہے کہ ابن سینا بیرونی کے ساتھ جانے پر راضی نہ ہوا اور اُس کے غزنی نہ جانے کی وجہ بیرونی کی ہمراہی سے آزادی حاصل کرنی تھی۔ یہ واقعہ صاف طور سے ظاہر کرتا ہے کہ نوجوان ابن سینا، جو پختہ کار حریف سے اُس وقت اٹھارہ سال چھوٹا تھا، بیرونی کے مقابلے سے پچکتا اور اُسکے فضل و کمال کی تاب نہ لاسکتا تھا۔

الغرض بیرونی اور اُس کے دوست ابو الخیر اور ابو نصر غزنی پہونچے لیکن خدا جانے کیا واقعات پیش آئے کہ بیرونی جلد خوارزم کو لوٹ آیا اور علی مامون کے دربار مین دوبارہ باریاب ہوا۔ واقعات بتاتے ہین کہ بیرونی کو دربار خوارزم سے خاص لگاؤ تھا اور مامون بیرونی کی دل سے قدر و منزلت کرتا تھا۔ ابکی دفعہ میدان حریفوں سے خالی تھا اور بیرونی کے سوخ کا مضاعف ہو جانا لابدی۔ افسوس اس مرتبہ بھی بیرونی کو خوارزم مین زیادہ رہنا نصیب نہ ہوا۔

سنہ ۴۰۷ھ (سنہ ۱۰۱۶ء) کا واقعہ ہے کہ خوارزم مین ایک ہنگامہ بپا ہوا اور حوادث نے ایسی شکل اختیار کی کہ مامون کے قتل کی نوبت پہونچی۔ مامون کا مارا جانا تھا کہ تمام ملک مین ایک قیامت برپا ہوگئی۔ محمود غزنوی، جس کی فتحمندی اور کشورستانی کا شوق اس قدر تاریخی شہرت رکھتا ہے، گویا خوارزم پر آنکھ لگائے بیٹھا تھا، فی الفور ہندوکش کے پار فوجین اُتار دین اور چشم زدن مین خوارزم کی حکومت کا چراغ گُل ہوگیا۔ سلطنت خوارزم سے بیرونی کے جو تعلقات تھے، اُن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مامون کے قتل، اُسکے خاندان اور سلطنت کی تباہی اور خود اپنے وطنِ عزیز کی بربادی، سے کتنا کچھ رنج بیرونی کو ہوا ہوگا۔ افسوس اُس کے دیکھتے دیکھتے کتنی حکومتین بنین اور بگڑین۔ ابھی کچھ دن ہوے اُس کا پہلا ولی نعمت شمس المعالی اسیری اور فاقہ کشی سے جان بحق تسلیم ہوچکا تھا اور اس وقت اُس کا دوسرا محسن اس بے بسی اور لاچاری سے طعمۂ اجل ہوا۔ بلاشبہ اس وقت زمانہ اُسکی نظرون مین سیاہ نظر آتا ہوگا اور زمانہ کی بے اعتباری رہ رہ کر دل مسوستی ہوگی۔

خوارزم کی فتح کے بعد جب محمود اپنے دار السلطنت کی طرف لوٹا، تو تمام مشاہیر ملک اور ارکینِ حکومت کو مقید کرلیا۔ ان پولٹیکل قیدیون مین ہمارا غمزدہ بیرونی بھی تھا۔ غزنی آکر اُس کا کیا حشر ہوا؟ تمام موجودہ تاریخین اس کا جواب دینے سے عاجز ہین، اور تاوقتیکہ مستند تاریخی شہادتین دستیاب نہ ہوجائین کوئی قول فیصل صادر نہین ہوسکتا۔ موجودہ روایات کی کمزوری اور صحیح واقعات کی گم گشتگی کی وجہ سے ہم مجبور ہین کہ بیرونی کی تصنیفات و واقعات پر غور کرتے ہوے

کوئی قیاسی نتیجہ اخذ کریں ظہیر الدین البیہقی اور شمس الدین شہرزوری نے البیرونی کے تذکرے میں کہیں اشارہ نہیں کیا کہ بیرونی کا محمود کے دربار سے کوئی تعلق تھا۔ خود بیرونی نے کتاب الہند میں، جس کا زمانۂ تصنیف سلطان محمود کی وفات کا نہایت ہی قریب وقت ہے، کہیں اپنے درباری تعلقات کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ سلطان محمود کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے وہاں اُس کا نام نہایت معمولی طور پر لیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ الفاظ مدحیہ "یمین الدولہ امیر محمود علیہ الرحمہ" ہیں جو محمود جیسے عظیم الشان سرپرست کے لیے، جس کی مدح و ستائش کے واسطے ایسا وسیع میدان مل سکتا تھا، بالکل ناکافی ہیں۔ یمین الدولہ خلیفہ عباسی کا عطا کردہ خطاب تھا اور امیر بالعموم اُس کے نام کے ساتھ مستعمل ہوتا تھا[۱]۔ اس کے علاوہ جا بجا زمانے کی ناسازگاری کی شکایت ہے جس سے صاف سوز دروں کی بو آتی ہے۔ کتاب الہند سے جو مقام ذیل میں لکھا جاتا ہے وہ اس معاملے پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ ناظرین بجائے خود غور کریں

"علوم کی تعداد بے شمار ہے اور اگر لوگ بالعموم اُن کی طرف توجہ کرنے لگیں اور علوم اور اہل علم کی قدر و منزلت کریں تو اُن کی تعداد میں اور زیادہ اضافہ ہو سکتا ہے ایسا کرنا سب سے پہلے سلاطین، امرا اور حکام کا فرض ہے .... موجودہ

[۱] ناخو صاحب کے اس خیال سے ہمیں اختلاف ہے کہ بمقابلہ لفظ سلطان کے لفظ امیر کا استعمال ظاہر کرتا ہے کہ بیرونی کو محمود کی تحقیر مد نظر تھی، خود سلطان محمود کے نمک خوار اور مداح مورخ اُسے امیر کے لقب سے بالعموم موسوم کرتے تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لفظ اُس زمانے میں عام پسند تھا، چنانچہ ابو الفضل اور بیہقی نے طبقات ناصری میں سلطان محمود کا اکثر اسی لقب سے ذکر کیا ہے۔

زمانہ اس کے بالکل خلاف اور معاملہ برعکس ہے اور اسی وجہ سے محال ہے کہ کوئی نیا علم پیدا ہو یا جدید علمی تحقیقات ہمارے زمانے مین سرانجام پائین۔

(کتاب الہند ڈبلیو صفحہ ۳۷)

اس شکوہ و شکایت کی اہمیت اُس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے، جب "قانون مسعودی" کا "کتاب الہند" کے انداز بیان سے مقابلہ کیا جائے۔ "قانون" مین صفحے کے صفحے مسعود کی تعریف سے بھرے پڑے ہین اور مدح و ستایش مین پورا زور قلم صرف کیا ہے۔ دوسرے اُس زمانے کی شکایت کا حرف زبان پر نہین آیا بلکہ اب تو لیل و نہار مبارک اور مسعود ہین۔ بلا شبہ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالنے کی جرأت کرتے ہین کہ محمود بیرونی کا ولی نعمت اور مربی نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو بیرونی سلطان محمود کی، جو بمقابلہ مسعود زیادہ ستایش کا مستحق تھا مسعود کے برابر تو تعریف کرتا اور کوئی معرکۃ الآرا تصنیف اُس کی قدر دانی کی یاد مین چھوڑ جاتا۔ تقاضائے عقل ہے کہ جس خداوند نعمت کے سایۂ عاطفت مین فارغ البال رہکر اپنے علمی مشاغل پورے کیے ہون، اس کے نام پر "کتاب الہند" جیسی تصنیف معنون کرتا یا کم از کم کنایۃً اتنا ضرور لکھتا کہ سلطان مذکور کی ہدایت یا اُس کی فرمایش سے مین نے یہ مہتم بالشان کام انجام دیا۔ ان سب کو جانے دو بھلا یہ کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ ایک شخص اپنا مربی اور سرپرست ہو اور اُسے مرے اتنا تھوڑا وقت گذرا ہو کہ اُس کی یاد دل مین تازہ ہو پھر بھی اتنا نہو سکے کہ اُس کے ذکر خیر مین دو کلمے قلم سے نکل جائین۔ ہم بیرونی کی طبیعت اور مزاج سے آشنا ہین وہ ہرگز احسان فراموش نہین ہے اور اپنے اولیا کے

انعام کا ذکر کرنے مین کوتاہ قلمی نہین کرتا۔

بنا بر واقعات مسطورۂ بالا ہم مورخ رشید الدین یا جدید مورخون کے اس بیان کی تصدیق سے بالکل قاصر ہین کہ "بیرونی نے سلطان محمود کی ملازمت مین داخل ہو کر ایک زمانہ ہند مین بسر کیا"[نمبر ۵]

نمبر ۵: دیکھو ایلیٹ کی تاریخ ہند جلد ۲ صفحہ ۲۰ اور لین پول کی تاریخ مسلمان سلاطین ہند (Medieval India) صفحہ ۳۰ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ایک ایسی غلطی ہے جس مین عام طور پر مورخین گرفتار نظر آتے ہین۔ اس غلطی کے انسداد کی غرض سے ہم نے کسی قدر تفصیل سے کام لیا ہے۔ اس غلطی کی اشاعت کا باعث یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ بیرونی کا مسعود کے عہد حکومت مین دربار غزنی سے تعلق تھا، متاخرین نے نامور باپ کی طرف اُن تعلقات کو منسوب کر دیا۔

ذیل مین ناظرین کی تفنن طبع کی خاطر تاریخ فرشتہ سے ایک حکایت نقل کی جاتی ہے جس کا ذکر (Beale) بیل صاحب نے بھی اپنی ڈکشنری آف اورینٹل بیوگرافی مین بتحت تذکرہ بیرونی کیا ہے۔ یہ حکایت فرشتہ نے بتحت حالات فیروز شاہ بہمنی لکھی ہے۔

"ملا اسحق سرہندی کہ مردے دانشمند و اہل طبع بود معروض داشت کہ سلطان (یعنے فیروز بہمنی) اہل مجلس را تکلیف می نماید کہ بے تکلفانہ حرف زنند و این معنی موافق مزاج بادشاہان نیست۔ وحکایت سلطان محمود سبکتگین وحکیم ابوریحان منجم مقوّی کلام من است۔ سلطان فیروز شاہ پرسید کہ شرح این حکایت چیست۔ ملا اسحق بتفصیل گفت...... وامثال این حکایت ملا داود بیدری (مصنف تحفۃ السلاطین بہمنی) در قضایاے سلطان فیروز شاہ از بسیار فصاحت نوشتہ لیکن بنا بر آنکہ موجب اطناب می شد ومحمول بر کذب می گشت بتفصیل آن نپرداخت وچون حرف سلطان محمود وماجراے ایشان در میان آمد مناسب نمود کہ آن را ...... چنانکہ ملا بیدری مذکور کردہ درین نسخہ مرقوم گردانم۔

آوردہ اند کہ حکیم ابوریحان منجم از نوادر روزگار بودہ، حکمہاے عجیب ازو واقع می شد و بواسطہ وفور مہارت (بقیہ صفحہ ۱۶)

قصہ کوتاہ بیرونی غزنی پہونچا اور کسی نہ کسی وجہ سے مقیم ہوا۔ اُس وقت خاندان غزنویہ کے دار الحکومت کی شان شوکت کا اندازہ کرنے کے لیے صرف اتنا تصور کر لینا کافی ہے کہ وہ الوالعزم محمودؒ کے پرجبروت دربار کا مستقر تھا۔

(بقیہ حاشیہ (۲)) در علم نجوم و تکلیف بے تکلفی سلطان السلطان محمود استغناے ورزیدہ، و وسے ازین رہ گذر آزردہ خاطری بود تا وقتیکہ سلطان محمودؒ در قلعہ غزنین در بالاے کوشک مقابل باغ ہزار درخت نشستہ بود حکیم ابوریحان منجم نزد در آمدہ سلطان روے بوسے کرد و گفت حکم کن کہ من ازین چہار دروازہ قلعہ از کدامین در بیرون خواہم رفت۔ منجم صطرلاب خواست و ارتفاع گرفت و طالع درست کرد و یہ پارۂ کاغذ چیزے نوشتہ در زیر بالین سلطان نہاد و بعدہ سلطان فرمود کہ دیوار قلعہ را از جانب شرقی بشگافند و ازان جانب بیرون رفت۔ و پس ازان کاغذ را بر آوردہ و دیدند کہ نوشتہ بود کہ از چہار دروازہ بیرون نرود و دیوار از جانب شرقی شگافتہ بدر رود۔ سلطان ازان حکم خیرہ گشت بفرمود کہ حکیم را از بام کوشک بزیر انداختند۔ و ظاہر در انجا دام مانند چیزی بستہ بودند کہ بران آمدہ آہستہ بر زمین رسد و ہیچ رنجے و مکروہے پیرامون وے نگردد۔ سلطان گفت این را دیدہ بودی گفت آرے تقویم کہ در دست غلام بود بستد و بسلطان داد کہ ببین چنانچہ در احکام آن روز نوشتہ بود کہ امروز مرا از جاے بلند بیندازند، لیکن بسلامت بر زمین فرود آیم، و این حکم ہم موافق طبع سلطان نیامدہ فرمود تا او را محبوس ساختند۔ و چون مدت شش ماہ برین گذشت، غلام حکیم روزے در بازار می گذشت، فال بینی او را دیدہ بخواند و گفت در طالع تو چند چیز دیدہ ام، ہدیہ بدہ تا بگویم۔ غلام دو درم داد، و فال بین گفت کہ عزیزے کہ خداوند تست و رنجور ست از امروز تا سہ روز دیگر ازان محنت نجات خواہد یافت و خلعت و تشریف خواہد پوشید۔ غلام بر سبیل بشارت این فال را بخواجہ خود رسانید۔ شے بخندید و گفت، افسوس غلام من باشی، و بدین قسم مردم را اعتبار می کنی۔ قضارا روز سوم احمد بن حسن میمندی کہ فرصت می طلبید فرصہ یافتہ در شکارگاہ سخنے از نجوم درمیان آورد و گفت کہ بیچارہ حکیم ابوریحان منجم کہ چنان دو حکم بدان نیکوئی کرد و بجاے خلعت و تشریف بند و زندان یافت۔ سلطان گفت مرا (محمود) دانم تو نمی دانی۔ این مرد را در علم نجوم نظیرے نیست (بقیہ بر صفحہ ۵۳)

سلطان کی فیاضیون، مقام حکومت کی ضرورتون اور شہر کے رونق وشکوہ نے دور دور سے لوگون کو لا جمع کیا تھا۔ غزنی مین آبسنے والون مین بہت سے اجنبی نسلون اور قومون کے لوگ شریک تھے، بالخصوص ہندوون کی مردم شماری بہت خاصی تھی۔ بلاشبہ ان مین سے بہت سے تو لڑائی مین لائے گئے تھے۔ لیکن بعض غزنی کے تمول اور خوش حالی کی وجہ سے بہ نیت کاروبار چلے آئے تھے۔

یہان پہونچنا گویا ہندوستان کے دروازے تک پہونچنا تھا اور ہندوستان وہ ملک تھا جس کی علمی شہرت عالم کو مسخر کیے ہوے تھی، لیکن علماے ملک کے بخل اور تعصب نے خزائن علوم پر ایسا تالا ٹھوکا تھا کہ متلاشی علوم کی ہمت پست ہو کر رہ جاتی تھی۔ بیرونی کی متجسس طبیعت مین اب سے سالہا سال پہلے اہل ہند کے متعلق مستند معلومات بہم پہونچانے کا ولولہ تھا۔ یہان آکر اسمین ہیجان تازہ پیدا ہوا۔ اُس کی طبیعت کا خاصہ تھا کہ کسی طرح اُسے اُس وقت تک

(بقیہ حاشیہ ۲) اما حکیم کامل آنست کہ مزاج دان باشد، زیرا کہ پادشاہان بہ مثال کودکانند و سخنے بر وفق طبیعت ایشان باید گفت تا ازان بہرہ مند توان شد و دران روز اگر یکے ازان دو حکم خطا شدی صواب بودی، پس در ہمان روز حکم نجات حاصل کرد کہ فال بین گفتہ بود۔ و حکیم ابوریحان آن فال بین را کہ بر سر راہ بود دیدہ غروری کہ در علم نجوم داشت از سر نہاد و چون بمجلس سلطان حاضر گشت اسپ و خلعت و ہزار دینار و کنیزک یافت و سلطان عذر خواستہ گفت اگر می خواہی سخن بر وفق مزاج من گوئی نہ بر وسعت علم کہ یکے از شرائط خدمت سلاطین این ست (تاریخ فرشتہ جلد اول (نول کشور) صفحہ ۳۰۷-۳۰۸)

افسوس دنیا نے ایسی مہمل کہانیان گڑھ کر بیرونی کی عظمت زندہ رکھنے کی خدمت انجام دی، حالانکہ اُس کے صحیح حالات کچھ کم حیرت انگیز نہ تھے۔

چین نہ آیا تھا جب تک حق الیقین پورا نہ ہو جائے[۱۲۵]

یہ امر بہت زیادہ قرین قیاس ہے کہ غزنی میں چند ہندو اہل علم ہوں اور بیرونی نے اہل ہند کے علوم کا پہلا درس غزنی میں لیا ہو۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی نے تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کر کے ارض ہند میں طلب علم کی غرض سے قدم رکھا اور جب اس اجنبی ملک میں وہ وارد ہوا، تو اس حیثیت سے کہ ہندو پنڈتوں نے اپنی عادت معہودہ کے موافق اس غریب الوطن طالب علم کے ساتھ بے اعتنائی کرنے کا موقع نہ پایا۔

بیرونی غزنی میں ۴۰۸ھ ہجری (۱۰۱۷ء) میں پہونچا تھا اور کتاب الہند کی تصنیف کے وقت ۴۲۲ھ ہجری (۱۰۳۱ء) میں غزنی میں موجود تھا۔ بس یہی تیرہ چودہ سال کی مدت ہے جس میں تحصیل علوم ہند وقوع میں آئی۔ آگے چل کر جب ہم اس بارے میں بسیط تبصرہ لکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس قلیل مدت میں اس نے کیسا مہتم بالشان کام انجام دیا۔

جس وقت بیرونی اپنی طالب علمانہ سیاحت میں مصروف تھا، مغربی ہندوستان میں محمود غزنی کے حملوں کی وجہ سے کھلبلی پڑی ہوئی تھی، جنگ وجدل کے باعث اہل ہند کے دلوں میں حملہ آوروں کے حق میں معاندانہ جذبات

---

[۱۲۵] دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۶۰ — اما شهور سائر الامم من الهند والصين والتبت والترك والخزر والحبشة والزنج فانه وان تقرر عندنا اسماء بعضها فانا قد اعرضنا عن ذكرها الى وقت يتفق لنا الاحاطة فيها اذ لا يليق بطريقتنا التي سلكناها ان يضيف الشك الى اليقين والمجهول الى المعلوم ۱۲۵

کا موجود ہونا بالکل قدرتی بات ہے اور مشکل سے یقین ہو سکتا ہے کہ ایسے وقت مین کوئی شخص ایسے دوستانہ تعلقات قائم کر سکے جن کی امن اور خاموشی کی حالت مین بھی یہان کے تنگ دل پرور اہل علم سے توقع نہین ہو سکتی تھی۔ پس جب ہمین مورخ رشید الدین کی زبانی یہ اطلاع ملتی ہے کہ وہ ہند کے اکثر اکابر اور امراء سے بیرونی کے دوستانہ تعلقات تھے اور اسی وجہ سے اُس نے اہل ہند کے فلسفہ، مذہب اور عقاید کے معلومات حاصل کین[۲۲]، تو بے ساختہ بیرونی کی صلح پسندی اور روشن دماغی پر مرحبا نکل جاتی ہے۔

گیارھوین صدی مین ہندو علوم کے مرکز بنارس اور کشمیر تھے لیکن یہان کسی ملیچھ کا پہونچنا ممکن نہ تھا۔ لہذا بیرونی مجبور تھا کہ اپنی سیاحت کو صرف اقطاع پنجاب تک محدود رکھتا، جو ایک حد تک مسلمانون کے زیر اقتدار تھے۔ اس سے آگے جانا نہ ممکن تھا اور وہ بیرونی گیا۔ جہان تک اُس نے سیاحت کی اُس کا حال بیرونی کی کتاب الہند سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک موقع پر لکھا ہے۔

"مین نے خود قلعہ لاہور کے عرض البلد کی پیمایش کی تو ۳۴ درجہ ۱۰ دقیقہ پایا۔ قصبہ کشمیر اور لاہور کے درمیان ۵۶ میل کا فاصلہ ہے۔ آدھا راستہ آسان اور آدھا راستہ دشوار ہے۔ دوسرے عرض البلد جو مین نے دریافت کیے وہ یہ ہین:"

(۱) غزنی	۳۳°	۳۵′	(۲) کابل	۳۳°	۴۷′
(۳) کندی رباط الامیر	۳۳°	۵۵′	(۴) دنپور	۳۴°	۲۰′
(۵) ملتان	۲۹°	۴۰′	(۶) پرشاور	۳۴°	۴۴′

[۲۲] الیٹ تاریخ ہند جلد ۲ صفحہ ۲۔

(۷) دہند ۳۴ ۳۴ ۳۰   (۸) جہلم ۳۳ ۴۳ ۳۰

(۹) قلعہ نندا ۳۲ ۲ ۵۰ ۵ - ملتان اور قلعہ نندا کے درمیان قریب ۲۰۰ میل کا فاصلہ ہے۔   (۱۰) سیالکوٹ ۳۲ ۲ ۵۸

(۱۱) مندککور ۳۱ ۵۰   (۱۲) ملتان ۲۹ ۴۰

ہم ان مواضع مذکورہ سے آگے نہیں گئے اور نہ اُن کی دہندوون کی کتب سے ہم کو اور اطوال و عروض کا پتہ چلا ہے،، (کتاب الہند صفحہ ۱۶۳)

علاوہ ان مقامات کے دو مواضع کا اور ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ مین نے درقلعہ راجگری اور لہور سے زیادہ مضبوط قلعے نہیں دیکھے،،[۲۳]

(الہند صفحہ ۱۰۲ اسطر ۱۳)

ان مقامات مین سے بعض کا محل وقوع تحقیق ہو گیا ہے۔ شہر گندی وہی مقام ہے جہان مسعود بن محمود قتل ہوا تھا۔ دنپور جلال آباد کے موقع پر آباد تھا پرشور اب پشاور کہلاتا ہے۔ قلعہ نندنا بالاناتھ پر جسے اب ٹلاکہتے ہین واقع تھا۔ ویہند اٹک کے موقع پر تھا اور مندککور لاہور کے قریب ایک قلعہ تھا۔ ملتان کا بیرونی نے اکثر ذکر کیا ہے اور اس طرح کیا ہے، جس سے یہ گمان راسخ ہوتا ہے کہ بیرونی کا قیام ملتان مین زیادہ رہا۔ ملتان کی مقامی تاریخ[۲۴] آب و ہوا[۲۵]

[۲۳] لیکن قانون مسعودی مین ہند اور سندھ کے بہت سے شہرون کے اطوال البلاد اور عروض البلاد لکھے ہین، جن مین دکن کے مقامات مثلاً تنجور بھی شامل ہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الہند اور قانون کی تصنیف کے درمیان کسی طرح پر یہ طول و عرض تحقیق کیے۔ [۲۴] صفحہ ۱-۶

اور اہل شہر[۲۲] سے وہ خوب واقف معلوم ہوتا ہے۔ دوجگہ ایک ہندو عالم درلبھ نامی کا جو ملتان کا باشندہ تھا ذکر کیا ہے۔ ایک موقع پر اُس کا بتایا ہوا حساب تحریر کیا ہے اور دوسری جگہ ایک حساب[۲۳] کے بارے میں لکھا ہے "کہ اس بات کی تحقیق کہ یہ حساب صحیح ہے ایک ورق سے ہوتی ہے، جو ایک نسخ سے جسے اُس نے (درلبھ نے) بنایا تھا میرے ہاتھ لگا۔ وہ اُس میں کہتا ہے الخ[۲۴]"

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ۴۲۳ھ ہجری میں بیرونی غزنی میں موجود تھا، اور اُس وقت تک ڈیڑھ دو درجن کتابیں جن میں ترجمے اور اصل تصانیف دونوں شامل ہیں، علوم ہند کے متعلق بیرونی کے قلم سے نکل چکی تھیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علوم ہند کی تکمیل کیے کئی برس گذر چکے تھے۔ یہ بتانا البتہ دشوار ہے کہ کس سنہ میں وہ ہند سے غزنی واپس آیا[۲۹]

[۲۵] اہل ملتان مجھ سے کہا کرتے تھے کہ اُن کے یہاں برشکال (موسم صیف کی برسات) نہیں ہوتی، لیکن کوہستان کے قریب شمالی حصص میں برشکال ہوتی ہے۔ الہند صفحہ ۱۰۴ (۱۰)۔

[۲۶] صفحہ ۲۹۰ (۱۵-۱۸) پر ملتانیوں کی ایک عید کا ذکر ہے۔

[۲۷] صفحہ ۲۲۹ (۸)۔

[۲۸] صفحہ ۲۰۷ (۱۲)۔

[۲۹] کتاب التفہیم کا سال تصنیف ۲۰ رمضان ۴۲۰ھ ہجری (۱۰۲۹ء) ہے۔ اس کتاب میں جابجا اہل ہند کے مسائل ہیئت و نجوم کا ذکر ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب الہند کی تصنیف سے تین سال پہلے بھی بیرونی علوم ہند کی تحصیل سے فارغ ہو کر اپنی طالبعلمانہ سیاحت سے واپس آچکا تھا۔ موجودہ معلومات کی بنا پر صحیح تاریخ کی تعیین ناممکن ہے۔

سنہ ۴۲۱ ہجری (سنہ ۱۰۳۰ع) میں سلطان محمود نے انتقال کیا اور کچھ روز کی لڑائی جھگڑے کے بعد مسعود کے ہاتھ میں عنان حکومت آئی۔ مسعود کے برسر حکومت آنے سے بیرونی کی زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے جیسا کہ کتاب التفہیم ظاہر کرتی ہے، ابتدا سے سنہ ۴۲۲ ہجری (سنہ ۱۰۳۱ع) تک اس کا دربار غزنی سے کوئی تعلق پیدا نہوا تھا۔ سنہ ۴۲۷ ہجری کے خط سے، جس کا اوپر ذکر آچکا ہے، پتہ چلتا ہے کہ اس سال سے پہلے مسعود تک رسائی ہوچکی تھی، چنانچہ فہرست کتب میں قانون مسعودی کا نام بھی موجود ہے، اگرچہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کتاب اُس وقت تک مکمل نہوئی تھی۔ غرض بیرونی کا سلطان مسعود کے دربار میں باریاب ہونا سنہ ۴۲۲ اور سنہ ۴۲۷ ہجری کے درمیان میں کسی سال وقوع میں آیا۔

ایک دفعہ تعلقات کا پیدا ہونا تھا، پھر تو سلطان کے دربار میں بہت کچھ قدر و منزلت ہوئی۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ سلطان مسعود نہایت سخی، کریم الاخلاق اور علما پرور فرمان روا تھا اور اُس کے زیر سایہ اہل علم کی جمعیت کثیر تصنیف و تالیف کی خدمت انجام دیتی تھی[ف۳۵]۔ بیرونی کو جیسے قدر شناس

ف۳۵ چنانچہ فرشتہ لکھتا ہے "و او (سلطان مسعود) پادشاہے بود شجاع و کریم الاخلاق۔ سخاوت بافراط داشت و با علما و فضلا مجالست نمودے، و درباره ایشان انواع انعام و احسان مبذول داشتے۔ جمعے کثیر از فضلا باسم او کتب نوشتند، از انجملہ اُستاد ابوریحان خوارزمی منجم کہ علامہ وقت بود و در فن ریاضیات نظیرے نداشت، قانون مسعودی در علم ریاضیات بنام نامی او کرد و فیلے از نقرہ صلہ یافت۔ قاضی ابو محمد ناصحی نیز کتاب مسعودی در فقہ مذہب امام ابو حنیفہ بنام آن افضل پناہ تالیف نمود"۔ (فرشتہ نولکشور، صفحہ ۱۴)۔ علم پروری کا یہ شوق نامور باپ سے وراثت میں پہونچا تھا، اگر محمود عنصری اور فردوسی کے ولی نعمت ہونے کا فخر رکھتا ہے تو اُس سے بڑھ کر مسعود کو بیرونی کے ممدوح ہونے کی عزت حاصل ہے۔

عربی کی ضرورت تھی، مسعود ولیسا ہی ثابت ہوا۔ جب بیرونی کو اس طرح فراغت نصیب ہوئی تو اُس کی ہمت عالی نے اقلیم علم مین ایک اور نئی مہم سر کرنے کا اہتمام کیا۔

بلاشبہہ سلطنت کا خزانہ اہل علم پر ہمیشہ کشادہ رہتا تھا، لیکن مسعود کے سایۂ عاطفت مین جس مہتم بالشان کام کے انجام دینے کا بیرونی نے بیڑا اُٹھایا، وہ ایسا کام تھا جس پر مہذب سے مہذب سلطنت کا دولت خرچ کرنا باعث فخر ہو سکتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ بیرونی نے تحریک کی کہ دار السلطنت مین ایک رصدگاہ قائم کی جائے جہان مسائل ہیئت کی تحقیقات ہو۔ خیال کیجیے جس کام کا وہ خود مہتمم ہوا ہو، وہ کس حسن وخوبی سے انجام پایا ہوگا۔ موجودہ تواریخ سے تو بمشکل اتنا پتہ چلتا ہے کہ بیرونی نے ایک رصدگاہ بنوائی تھی[۱۳] لیکن خدا کا شکر ہے کہ اُس کی جانکاہیون کا شاہد عادل "قانون مسعودی" موجود ہے، جس مین اُسکی دیدہ ریزی کے نتائج اور معلومات کے ذخائر بند ہین۔ البیہقی لکھتا ہے کہ "قانون مسعودی" جسے شہاب الدولہ مسعود کے عہد دولت مین تصنیف کیا تھا، بیرونی کی تصانیف کے چہرون مین پیشانی کی روشنی ہے اور شہرزوری کہتا ہے کہ "مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ جب اُس نے قانون مسعودی کو تصنیف کیا تو سلطان شہید (مسعود) نے ایک بار فیل نقرہ انعام مین دیا۔ (نگر داد ری سیرچشمی) بیرونی نے اپنے آپ کو اس سے مستغنی سمجھا

[۱۳] کاتب چلپی نے لکھا ہے کہ سلطان مسعود کے حکم سے بیرونی نے غزنی مین ایک رصدخانہ قائم کیا تھا۔

اور خزانے میں واپس کردیا۔"

۱۳۱۴ ہجری (۱۰۳۹ء) میں مسعود خنجر بیداد کے نذر ہوا، اور مودود نے تخت سلطنت پر قدم رکھا۔ دربار سے بیرونی کو جو وابستگی ہو چکی تھی اُس میں تبدیل فرمان رواسے کچھ فرق نہ آیا، چنانچہ سلطان مودود کے لیے جواہرات کے حالات میں ایک رسالہ لکھا، جس کا نام "الجماہر فی الجواہر" ، دیا الجماہر فی معرفۃ الجواہر ہے۔

مسطورۂ بالا حالات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی کی زندگی کے شب و روز طالب علمانہ مشاغل کے نذر ہوئے۔ جب سے آنکھیں کھولی تھیں اور ہوش سنبھالا تھا اُس کے پائے طلب کی گردش نے اسے ایک دم کے لیے چین سے نہ بیٹھنے دیا تھا۔ قوی سے قوی انسان بھی ایسی سخت محنتوں سے بغیر متاثر ہوئے نہ رہ سکتا۔ بلاشبہہ بیرونی ایک قوی ہیکل اور تندرست انسان ہوگا، جو ایسی صعوبتوں کے برداشت کرنے کی تاب لایا۔ لیکن ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے، آخر صحت پر بُرا اثر پڑا اور پڑنا چاہیے تھا۔ دوست کو جو خط لکھا ہے اُس میں اپنی صحت کا بھی ذکر کیا ہے۔ کئی لحاظ سے یہ مقام دلچسپ اور پُر لطف ہے۔ لہذا شروع سے اخیر تک خوشی سے سُننا چاہیے۔

"اب میری عمر قمری حساب سے ۶۵ - اور شمسی حساب سے ۶۳ سال کی ہے۔ تعجب نہیں اگر میرے خواب کی تعبیر سچی ہو، اگرچہ میری حرص اُس کی تصدیق کی مُتمنّی نہیں ہے (اس کے بعد اپنی تصانیف کی طویل فہرست دی ہے)۔۔۔

اور خواب کی تعبیر کا جو ذکر کیا ہے اُس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کیسا ہی ہوشمند کیون نہو، اپنی محنت اور مصیبت کے زمانے مین بھی خوشی کا امیدوار ہوا کرتا ہے فرزندون سے راحت ملتی ہے ناگواریون اور بدفالیون سے کشیدہ خاطر ہوتا ہے اور فال اور احکام کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ مین بشریت کی وجہ سے ایسے اوقات مین نجومیون سے خواہش کرتا تھا۔ کہ میری پیدایش کے بعد کے واقعات پر غور کرین۔ وہ نہایت اختلاف کے ساتھ میری عمر نکالنا شروع کرتے تھے۔ بعض سو سال کی نکالتے تھے اور بعض چالیس سے کچھ اوپر حالانکہ مین پچاس سال سے متجاوز ہو چکا تھا، بعض ساٹھ برس سے کچھ زیادہ بتاتے تھے۔

جب میری عمر اس کے لگ بھگ پہونچی تو مہلک بیماریون نے چارون طرف سے آدبایا۔ بعض ایک ہی وقت مین پیدا ہوئین اور بعض یکے بعد دیگرے۔ نوبت یہانتک پہونچی کہ انھون نے ہڈیون کو پارہ پارہ بدن کو چور چور حرکت تک سے معذور اور حواس باختہ کر دیا۔ باوجود اس کے کہ بڑھاپے سے قوی ماؤف ہو چکے تھے مین نے طبیعت کو درست کرنے کی کوشش کی۔

جب میری عمر اکسٹھوین سال مین پہونچی تو ایک رات کا ذکر ہے کہ مین نے یہ خواب دیکھا کہ مین ہلال کے نکلنے اور ڈوبنے کے مقامات کو تلاش کر رہا ہون لیکن وہ مجھے نظر نہین آتے۔ اسی حالت مین مجھ سے کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ اس خیال سے باز آ تو ایک سو نو مرتبہ اُس کا بیٹا ہے۔ اس کے بعد جب مین جاگا تو ۵ اسال ماہ قمری کو شمس مین منتقل کیا اور ساڑھے پانچ مہینے گھٹا دیے اور یہ سب عطارد کے سالون کے قریب ہوئے جس کا نجومیون نے ذکر کیا ہے کہ پیدایش کے وقت اس کا غلبہ ہوتا ہے

باوجود اس کے مجھے کچھ خوشی نہوئی۔ اس لیے کہ عمر بسر ہو چکی تھی اور اس میں صرف ایک کام کے کرنے کے واسطے تھوڑا سا حصہ رہ گیا تھا۔ وہ کام اُن کتابوں کا تکمیل کرنا ہے جو ناقص حالت میں موجود ہیں اور اُن مسودوں کا صاف کرنا جو ابھی تک ناصاف پڑے ہوے ہیں مثلاً قانون مسعودی وغیرہ.......اور اُن کتب ہند کا حوالہ قلم کرنا جن کا ترجمہ کرنا مقصود تھا۔

اسکے لیے خدا کی مدد، فکر کی منتشر کرنے والی چیزوں سے امن، درازی مدت تا آخر اجل، سلامت حواس اور عمدہ موافق صحت بدن کے سوا کوئی چیز معین نہین ہے"

اس مقام کو پڑھ کر آنکھوں کے سامنے ایک معمر شخص کی تصویر پھر جاتی ہے جس کی مصروف زندگی کی دوپہر ڈھل چکی ہے اور شام اُمنڈی چلی آرہی ہے۔ محنت شاقہ اور دماغی کاوش کا اعضا اور جوارح پر پورا پورا اثر نظر آتا ہے۔ بدن کی چستی اور جسم کی فربہی ناپید ہو چکی ہیں۔ اگلا زور بل سب سلب ہو چکا ہے اور دیکھنے میں اُسکا پیکر خاکی صرف مشت استخوان رہ گیا ہے بلکہ ہڈیاں بھی گرم و سرد زمانہ اور فکر و محنت مستمرہ کی بدولت رِت گئی ہیں۔ لیکن اس جسم کو نہ دیکھو، اس روح اور دماغ کو دیکھو، جنھیں اُس نے ساری عمر لہو اور پسینے سے سینچا ہے، اُس کے بُشرے پر نظر ڈالو، جہاں حکمت و فراست اور علم و تجربے کے کبھی نہ مٹنے والے علامات روشن پیشانی اور نورانی آنکھوں سے آشکار ہیں۔ اُس کی ریش سفید یا خمیدہ کمر پر نگاہ نہ کرو، اُس کی ہمت عالی کو دیکھو کہ باوجود نصف صدی سے زیادہ مشقت اور صعوبتیں برداشت کرنے کے اُس کی اُمنگیں پہلے سے زیادہ بلند پرواز ہیں۔ "قید ہستی اور بند غم" سے رہائی کے لیے وہ بیتاب نظر

نہین آتا، اس لیے کہ جب وہ اپنی گذری ہوئی زندگی کے دنون کا محاسبہ کرتا ہے
تو معلوم ہوتا ہے کہ بیکار نہین گئے اور رائگان نہین ہوئے اور جب مستقبل کا تصور
کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ باقی ماندہ کام ختم کرنے کے لیے ایک عمر درکار ہے۔ پھر
زندگی کیون دوبھر ہو؟ موت کی طلب کس لیے کی جائے؟ ۔ زندگی اُسے عزیز
نہین ہو سکتی جس کی زندگی کے واپس نہ آنے والے دن اُس کے نامۂ اعمال
کی طرح سیاہ ہون اور آنے والا زمانہ عقوبت دوزخ کا ہیولیٰ نظر آتا ہو۔ ہان
ایسے شخص کی روح اسیر حیات نہین رہنا چاہتی اور اسکے حق مین بلاشبہ یہی بہتر
ہے کہ کالبد خاکی اپنی امانت کے بار سے سبکدوش ہوجائے اور قفس عنصری
کو طائر روح سونا چھوڑ دے۔

بیرونی سے بڑھ کر ہم آرزو کر سکتے ہین کہ خدا اُس کی عمر عزیز مین برکت دیتا۔
وہ جتنے دن جیا اپنے مشاغل کا پابند رہا۔ افسوس، جو اندازہ بیرونی نے کر رکھا
تھا، اور جس کی تصدیق پر اُس کا دل مشکل سے آمادہ ہوتا تھا، اُس سے زیادہ جینا
نصیب نہوا ۴۴۰ھ ہجری مین رجب کی دوسری تاریخ اور جمعہ کا دن تھا ۱۱ ستمبر
۱۰۴۸ء کو پیام اجل آپہونچا اور عشا کے بعد اس فرد فرید نے داعی اجل کو لبیک کہا[۳۲]

بسے دور باید کہ چرخ ظفر   بیارد کسے چون تو بار دگر

کل عمر ۷۷ سال ۷ ماہ ہوئی[۳۳]

۳۲؎ ابوریحان کے شاگرد امام فاضل سرخسی کے خط مین امام رئیس ابوریحان کی کتابون مین سے کسی کتاب کے حاشیہ پر یہ تحریر تھا کہ شیخ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بعد عشا شب جمعہ ۲۔ رجب ۴۴۰ھ ہجری کو انتقال کیا۔ سرخسی مصنف جوامع التعالیم ابوریحان کے مقربون اور خادمون مین سے خاص شخص تھا۔ (الغضنفر)

۳۳؎ ایک دوسرے موقع پر کسی دوسرے کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے کہ حکیم ابوریحان بیرونی کی عمر ۷۷ سال ۷ ماہ قمری کی تھی۔

غالباً غزنی میں وفات ہوئی اور وہیں سپرد خاک ہوا، لیکن آج کوئی نشان نہیں دلسکتا کہ دنیائے علم کا وہ بے مثل فرد کہاں مصروف خواب ہے۔

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو
در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

بیرونی کا متاہل ہونا تحقیق نہیں۔ اُس کے مکتوب میں ایک ایسا فقرہ ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ اُس کے کوئی اولاد نہ تھی اور غالباً اس نے ساری عمر تجرد میں گذاری۔ لکھا ہے۔

"میں نے اپنی اُن کتابوں کو، جنھیں آغاز عمر میں تصنیف کیا تھا، اور جن کی تحریر کے بعد میری معلومات میں اضافہ ہو گیا، متروک نہیں کیا اور نہ خوار جانا۔ اس لیے کہ وہ سب میرے فرزند تھے اور اکثر لوگ اپنے شعر اور فرزند پر فریفتہ ہوتے ہیں"، دفتر تاریخ میں کوئی دوسرا نام نظر نہیں آتا جو بیرونی کے لقب سے موسوم ہو۔ اگر یہ صحیح ہے کہ اُس نے ساری عمر عالم تجرد میں گذاری اور علم کی خاطر اپنے آپ کو دنیا کے مکروہات میں پڑنے سے بچایا تو اس سے کون انکار کر سکتا ہے، کہ بیرونی نے بہت بڑی قربانی چڑھائی اور ایثار کا غیر معمولی حق ادا کیا۔

---

(۳)

ہم نے اب تک جو کچھ لکھا وہ بیرونی کے مسلسل واقعاتِ زندگی تحریر کرنے کی کوشش تھی۔ تاریخی مواد کی قلت کے باعث جابجا اُس کی تصانیف کی مدد سے واقعات کا سلسلہ قائم کرنا پڑا۔ لیکن بیرونی کے عجیب و غریب افسانۂ حیات کی خدا جانے کتنی حکایات ہیں جو دستیاب نہیں ہوئیں۔ جتنے مستند واقعات معلوم ہیں وہ چند انگلیوں پر شمار ہو سکتے ہیں، اور چاہے کتنی ہی تفصیل کے ساتھ کیوں نہ لکھے جائیں اُن کے لیے معدودے چند اوراق سے زیادہ گنجایش درکار نہیں ہو سکتی۔ البتہ بیرونی کی زندگی کا ایک پہلو ضرور ایسا ہے جس کے تذکرے کے لیے دفتر کے دفتر درکار ہو سکتے ہیں۔ ہمارا منشا بیرونی کے فضل و تبحر کی بے نظیر داستان سے ہے جسکے ذکر میں ہر شخص اپنی بساط کے موافق زورِ بیان صرف کر سکتا ہے۔

پیشتر اس کے کہ ہم مضمون کے اس حصّے یعنے تبصرہ و نقد کی طرف متوجہ ہوں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی کی تصانیف و تالیفات کی فہرست پیش کر دیں تاکہ ناظرین بجائے خود بھی اُس کی وسعتِ علمی کا اندازہ کر سکیں۔

سب سے پہلے بیرونی کی اُن تصانیف کو لیجیے جن کے نام اس نے اپنی وفات سے تیرہ سال پہلے مذکورۂ بالا خط میں لکھے تھے۔ ان میں جن کتابوں پر ستارے کی علامت (٭) ہے وہ ہند کے متعلق ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	تعداد اوراق
۱	زیچ خوارزمی کے علل کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی، جس میں بہت سے	۲۵۰

نمبر	کتاب	صفحات
	مفید مسئلے اور مضبوط جوابات درج کیے گئے تھے۔	
۲	"ابطال البہتان بایراد البرہان علی علل الخوارزمی"، ابوطلحہ طبیب نے زیج خوارزمی کے متعلق کچھ ایسی باتیں بیان کی تھیں جن کا ردّ و قدح ضروری تھا۔	۳۶۰
۳	اسی بارے میں بیرونی کو ابو الحسن اہوازی کی ایک کتاب ملی جس میں خوارزمی کی حق تلفی کی تھی بیرونی نے ایک کتاب لکھ کر اس نزاع کا عادلانہ فیصلہ کیا۔	۶۰۵
۴	"تکمیل زیج حبش بالعلل و تہذیب اعمالہ من الزلل"، مشہور منجم احمد بن عبداللہ حبش کی بنائی ہوئی زیج پر علل کا اضافہ کیا اور زیج مذکور میں جو غلطیاں تھیں اُن کی تصحیح کی۔ اس کتاب کا ایک تہائی ڈھائی سو ورق میں آیا۔	۷۵۰
* ۵	"جوامع الموجود لخواطر الہنود فی حساب التنجیم" اس کتاب میں بیرونی نے اہل ہند کے علم نجوم کی بابت نہایت مکمل تحقیقات درج کی تھیں اور سندھند (سدھانت) پر مجتہدانہ تبصرہ لکھا تھا۔	۵۵۰
* ۶	ہیئت و نجوم ہند کے متعلق زیج ارکند ایک نہایت مشہور کتاب تھی اس کا ترجمہ بیرونی سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ لیکن وہ نہایت غیر مفہوم اور الفاظ متروکہ سے معمور تھا۔ بیرونی نے اپنے الفاظ میں جدید معلومات کی بنا پر اس کتاب کو نئے انداز میں تحریر کیا۔	
۷	"کتاب مقالید علم الہیئۃ ما یحدث فی بسیط الکرہ"، اس کتاب کو اصفہبد جیلجیلان مرزبان بن رستم کے لیے لکھا تھا۔	۱۵۵

نمبر	تفصیل	صفحات
۸ *	"خیال الکسوفین عند الہند" آفتاب اور ماہتاب کے دو متحد اور متساوی مداروں کے متعلق یہ کتاب تھی۔ اہل ہند میں یہ بحث شہرت عام رکھتا تھا اور ان کے یہاں کوئی زیچ اس سے خالی نہ تھی، لیکن مسلمان ہندسین اس سے قطعاً ناواقف تھے۔	
۹	"امر المتحن و تبصیر ابن کیسوم المفتتن" ابن کیسوم نے تحقیق سے تجاوز کیا تھا۔ بیرونی نے اُس کی کم علمی کا پردہ فاش کیا۔	۱۰۰
۱۰	"اختلاف الاقاویل لاستخراج التحاویل" تحویلات کے متعلق کسی منجم نے بیرونی سے دریافت کیا تھا۔ بیرونی نے اس مضمون کے متعلق تفصیلی بحث اس رسالے میں لکھی۔	۳۰
۱۱	"مقالہ فی التحلیل والتقطیع للتعدیل" ایک عالم کی فرمایش سے جسے جداول تعدیل الشمس میں شک تھا اور طریق تحلیل جیش سے اطمینان نہ ہوتا تھا۔ یہ رسالہ لکھا گیا۔	۷۰
۱۲	موالید (پیدایش) اور تحویل سنین وغیرہ کے واسطے جو ہیئت فلک معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس کے متعلق ایک رسالہ	۶۰
۱۳	"مفتاح علم الہیئت" قاضی ابوالقاسم العامری کی فرمایش سے لکھا گیا۔ اس میں محض مبادی ہیئت سے بحث کی گئی تھی اور اشکال اور دشواریوں سے اجتناب کیا گیا تھا۔	
۱۴	"تہذیب فصول الفرغانی" ابوالحسن مسافر کے لیے کتاب فصول الفرغانی کے متعلق جو علم ہیئت پر تھی بیرونی نے یہ کتاب تصنیف کی	۳۰۰

۱۵	"افراد المقال فی امر الاظلال" علم مساحت میں ظل نامی خطوط مستقیم کی پیمایش وغیرہ کے متعلق جتنے امور ہیں اُن سب کا مفصل اور مکمل تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا تھا۔ یہ کتاب بھی ابوالحسن مسافر کے لیے لکھی تھی۔	۲۰۰
۱۶	"استعمال دوائر السموات لاستخراج مراکز البیوت" اس رسالے میں ستاروں کے خانوں کے مرکز نکالنے کے لیے دوائر سموت کے استعمال پر بحث کی گئی تھی۔ یہ کتاب بھی ابوالحسن مسافر کے واسطے لکھی گئی۔	۱۰۰
۱۷	"مقالہ فی طالع قبۃ الارض وحالات الثوابت ذوات العروض" وسط زمین اور ذوات العروض ستاروں کے جو خط استوا کے شمال میں واقع ہیں، حالات ہیں یہ رسالہ جرجان کے ایک منجم کے لیے لکھا گیا	
۱۸	ایک چھوٹا سا رسالہ لیل ونہار کی مقدار کے متعلق جس میں نہایت سہل پیرایہ میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ قطب کے نیچے ایک سال کا ایک دن ہوتا ہے۔	

اطوال البلاد، اور عروض البلاد کے متعلق نیز مقامات کی سمتوں اور فاصلوں وغیرہ کی کیفیت میں حسب ذیل کتابیں بیرونی نے لکھی تھیں۔

۱	"تحدید نہایات الاماکن لتصحیح مسافات المساکن" موقعوں کی حد بندی اور شہروں کے فاصلوں کی تصحیح کے متعلق۔	۱۰۰

۲	"تہذیب الاقوال فی تصحیح العروض والاطوال" عرض البلد اور طول البلد کی درستی کے متعلق۔	۲۰۰
۳	تصحیح المنقول من العروض والطول، عرض وطول کے متعلق گذشتہ بیانات کی درستی۔	۴۰
۴	"مقالہ فی تصحیح الطول والعرض لمساکن المعمور من الارض"	۳۰
۵	عرض وطول کے متعلق ہر شہر کی تعیین"	۲۰
۶	"مقالہ فی استخراج قدر الارض برصد انحطاط الافق عن قلل الجبال" پہاڑ کی چوٹی سے افق کا نشیب نکال کر زمین کی مقدار (پیمائش) کس طرح معلوم کی جائے۔	۴۰
۷	منارہ اسکندریہ کے قریب غروب شمس کے بارے میں تحقیقات۔	۳۰
۸	اقلیموں کی تقسیم کے متعلق کیا کیا اختلافات ہیں۔	۲۰
۹	عرض اربل کے نکالنے کے متعلق اہل علم میں کیا کیا اختلاف ہیں	
۱۰	قبلہ کی صحیح جانب معلوم کرنے کے متعلق جوابات وسوالات۔	۳۰
۱۱	سمت قبلہ کے متعلق دلائل کی توضیح۔	
۱۲	قبلہ کی صحیح سمت دریافت کرنے کے لیے کن شرائط پر کاربند ہونا ضروری ہے۔	۴۰
۱۳	تقویم القبلہ (قبلہ کا جغرافیہ) اور اس کے طول وعرض کی تصحیح۔	۱۵
۱۴	"فی الانسعاف لتصحیح القبلہ" قبلہ کی صحیح سمت معلوم کرنے کے لیے کیا کیا شرائط پوری کرنی چاہیئے۔	۴۵

۱۵	کتاب دلائل قبلہ مین جو لغزشین ہوگئی تھین انکی تصحیح	
	حساب کے متعلق۔	
۱*	سند اور ہند کی رقمون سے حساب شمار۔	۳۰
۲	کعاب (جمع کعب) اور کعاب کے علاوہ حساب کے دوسرے قاعدون کا نکالنا۔	۱۰۰
۳*	حساب سکھانے مین نقوش ہند (رسوم الہند) کی کیفیت۔	
۴*	عدد کے مراتب مین اہل عرب کی رائے اہل ہند سے بہتر ہے۔	۱۵
۵*	راشیکات الہند (اربعہ متناسبہ)	
۶*	فی سکلت الاعداد جس کا آدھا ۳۰ ورق مین ہے۔	۶۰
۷*	براہم سدھانت مین حساب کے جتنے طریقے بیان کیے گئے ہین اُن کا ترجمہ۔	۴۰
۸	"منصوبات الضرب" ضرب نکالنے کے متعلق مختلف منصوبے (چٹکلے)۔	
	شعاعات اور بصر کے متعلق (یعنے علم الاشعہ یا "علم المناظر" کے متعلق جس مین شعاعون اور ان کے گذرگاہون کا ذکر ہوتا ہے)	
۱	"تجرید الشعاعات والانوار عن الفضائح المدونۃ فی الاسفار" شعاعون اور روشنیون کی بحث کے متعلق جو خرابیان کتابون مین جمع ہوگئی تھین اُن کی اصلاح۔	۵۵
۲	"تحصیل الشعاعات یا بعد الطرق عن الساعات" ساعتون کے	

نمبر	بیان	صفحات
	نہایت دشوار قاعدون سے شعاعات کی کیفیت معلوم کرنا۔	۱۰
۳	"مقولہ فی مطرح الشعاع ثابتا علی تغیر البقاع"	
۴	"تمہید المستقر لمعنی الممر" کی حقیقت کے متعلق پوری بحث	۶۰
	آلات اور اُن کے استعمال کے متعلق کتابین یہ ہین	
۱	اُصطرلاب بنانے مین کتنی صورتین ممکن ہین۔	
۲	اُصطرلاب کے ٹھیک کرنے اور اُس کے مرکبات شمالی وجنوبی کے استعمال کے سہل طریقے۔	۱۰
۳	"تسطیح الصور وتبطیح الکور" صورتون اور کُرون کا پھیلانا۔	
۴	اُصطرلاب کے کام مین لانے سے کون کون سے مسائل حل ہوسکتے ہین یعنے اصطرلاب کے مختلف استعمالات کیا کیا ہین۔ "فیما اخرج ما فی قوۃ اصطرلاب الی الفعل"	۳۰
۵	اصطرلاب الکری کے استعمال کے متعلق۔	۱۰
	ازمنہ اور اوقات کے متعلق۔	
۱	"تعبیر المیزان لتقدیر الازمان" اُس ترازو کا بیان جس سے اوقات معلوم کیے جاتے ہین۔	۱۵
* ۲	اہل ہند کے یہان زمانے کے اجزا معلوم کرنے کے کیا قاعدے ہین	۱۰۰
۳	نصاریٰ کے روزے اور عید کے وقتون کا ذکر۔	۲۰
۴	تاریخ اسکندری مین بیرونی سے جو لغزش ہوگئی تھی اُسکا اعتذار	۱۰
۵	عبد الملک طبیب بستی نے مبدأ و منتہائے عالم کے متعلق جو حکایات	

	لکھی تھین اُن کی تکمیل۔ اس کتاب مین بیرونی نے اپنی ذاتی معلومات سے مسئلہ آغاز و انجام عالم کے متعلق مختلف قومون کے عقائد بیان کیے تھے۔		۱۰۰

مذنبات (دمدار ستارے اور ذوائب (گیسودار ستارے) کے متعلق۔

۱	کیا کیا آثار علوی ہین جو دنیاوی واقعات کی رہبری کرتے ہین	۳۰
۲	(مقالۃ فی دلالۃ الآثار العلویہ علی الاحداث السفلیہ) جو سما (ہوا) مین جو ستارے نمودار ہوتے ہین اُن کے متعلق بعض طبیبون کے دل مین خیالات فاسد تھے۔ بیرونی نے اُن کے خیالات کا ابطال کیا۔	۷۰
۳	کواکب ذوات الاذناب اور ذوات الذوائب (دمدار اور گیسودار ستارون) کے متعلق تحقیقات۔	۶۵
۴	ہوا مین جو روشن چیزین نمودار ہوتی ہین اُن کا بیان۔	
۵	کواکب منقضہ (ٹوٹنے والے تارون) کے متعلق ابوسہل القوہی کے کلام کا تصحیح۔	۱۵

متفرقات

۱	منازل قمر کی تحقیقات مین۔	۱۸۰
۲	ابوحفص عمر بن الفرخان کے نوادر و عجائبات کے متعلق تحقیق و تفحص۔	۲۴۰

نمبر	مضمون	صفحات
۳	"مقالہ فی استخراج الاوتار فی الدائرہ بخواص الخط المنحنی" دائرے کے وتروں کے معلوم کرنے کے متعلق	۸۰
۴	فلزات اور جواہر کے حجم میں کیا نسبت ہے۔	۳۰
۵	صحیح و سالم مسافر کتنی مسافت طے کر سکتا ہے۔	۱۰
۶	مقالہ فی نقل خواص الشکل القطاع الی ما یغنی عنہ" شکل القطاع کی خواص کی مکمل توضیح۔	۲۰
۷	اُن دو خطوں سے جو کسی ایک جگہ پر ملنے کے بعد کہیں جا کر ملیں نہایت قریب مقداروں میں کس طرح ٹکڑے ہو سکتے ہیں	۱۰
۸	دنیا میں گرمی کن وجوہات سے پیدا ہوتی ہے اور فصلوں اور موسموں کا اختلاف کس طرح واقع ہوتا ہے۔	۳۵
۹	"کتاب آثار العلویہ" (علم بحث مذنبات وغیرہ) میں جو ظاہر لیتر متعارفہ مذکور ہوا ہے اُس کے متعلق بحث۔	۳۰
۱۰	"المسائل البلیغیہ فی المعنی المتعلقہ بانکسار الصناعت"	۶۰
* ۱۱	ہندوستان کے منجموں کے یہاں سے جو سوالات آئے تھے اُن کے جوابات۔	۱۲۰
* ۱۲	کشمیر کے علما نے جو دس سوالات بھیجے تھے اُن کے جوابات احکام النجوم کے متعلق۔	
۱	کتاب التفہیم لاوائل صناعت التنجیم علم نجوم کے متعلق ابتدائی کتاب۔	
۲	"مقالہ فی تصحیح القوی والدلائل من اختیار البیوت الاثنی عشر"	

	بارہ برجون کے درمیان قوتون اور رہنمائیون کا تقسیم کرنا (متعلق علم نجوم)	۱۵
۳	فی سیر سھمی السعادت والغیب،، اس مین ستارون کے مختلف موقعون سے طالع مولود میں جو اثرات ہوتے ہین اُن سے بحث تھی۔	
* ۳ ۴	عمر نکالنے کے متعلق ہندوون کا کیا قاعدہ ہے۔	
۵	,, فی الارشاد الی تصحیح المبادی علی النموذارات،، (نجوم کے متعلق)	۵۰
۶	فی تبیین رسالے بطلیموس فی سالخذاہ،،	۷
۷*	براہمھر کی کتاب موالید الصغیرہ کا ترجمہ۔	
	ہزل و سخف مین۔	
۱	ترجمہ قصہ وامق وعذرا۔	
۲	قسیم السرور اور عین الحیات کی کہانی۔	
۳	ارمزدیار او مہریار کا قصہ۔	
۴	بامیان کے بتون کی کہانی۔	
۵	داذمہ اور کرامی دخت جبلی الوادی کی کہانی۔	
* ۶	حکایت بیتی و بیتاکر بزبان نیلوفر۔	
۷	الی تمام کے شعر مین جتنے الف کے قافیہ آئے ہین اُن کا پورا ذکر۔	
۰	مقالہ فی لا ستخارہ فی قد الاشجار،، درختون کے قد و قامت سے متعلق علمی تجربون کا ذکر۔	

۹	مساحت کا درست کام بسہولت تمام کس طرح انجام دیسکتے ہین اس رسالے مین ایسے طریقے بیان کیے گئے تھے جن کی مدد سے نہایت آسانی کے ساتھ پیمایش ہوسکتی تھی۔	
۱۰	"التحذیر قبل الترک"، ترکون کی جانب سے جو اندیشے ہین اُن سے لوگون کو بچانا۔	
۱۱	"القرعہ المصرحہ بالعواقب"، قرعہ جس مین انجامون کا صاف صاف حال معلوم ہوجاے۔	
۱۲	"القرعہ المثمنہ لاستنباط الضمائر المخمنہ"، مخفی ضمیرون کے معلوم کرنے کے متعلق قیمتی قرعہ۔	
۱۳	"شرح مزامیر القرعہ المثمنہ"، ۱۲ کی شرح۔	
۱۴ *	کلب یارہ کا ترجمہ۔ اس مین اُن امراض سے بحث کی گئی تھی جو عفونت سے پیدا ہوتے ہین۔	
	عقائد کے متعلق۔	
۱ *	"کتاب فی تحقیق ما للهند من مقالہ مقبولہ او مرذولہ" (کتاب الهند)	۷۰۰
۲	"زائچون مین برجون کی علامتون کو حروف جمل کے ذریعہ سے کیون ظاہر کیا جاتا ہے۔	
۳	"کلام فی المستقر والمستودع"، مرکز کے متعلق۔	
۴ *	" مقالہ فی باسدیو الهند عند تجیۂ الادنی"، باسدیو کے اوسطی حالتون (جوقون) مین ظاہر ہونے کے بارے مین ایک [illegible]	

۱۰

کیا خیالات ہین۔

۵ "ترجمہ کتاب سانک فی الموجودات المحسوسہ والمعقولہ"

۶ "ترجمہ کتاب باتنجل فی الخلاص من الارتباک"

اس فہرست کے بعد بیرونی لکھتا ہے۔ "

"اس کے علاوہ وہ کتابین جو میری تصنیف کی ہوئی ہین اور جن کے نسخے میرے پاس سے چلے گئے ہین بہت ہین۔ مثلاً

۱ "التنبیہ علی صناعہ التمویہ" ملمع سازی کے متعلق۔

۲ "تنویر المنابج الی التحلیل الازیابج" زائچون کو کس طرح حل کیا جائے۔

۳ "التطبیق" الی تحقیق حرکۃ الشمس" سورج کی گردش کی تحقیق۔

۴ "البرہان المنیر فی اعمال التعییر" کیمیاوی اعمال کے متعلق۔

۵ "تنقیح التواریخ۔ تاریخون کے تحقیق کرنے کے متعلق۔

وامثال ذلک۔

اس کے بعد بیرونی نے اپنے خواب کا حال لکھا ہے جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ پھر بیان کیا ہے کہ ابھی تک مجھے بہت سی کتابون کا پورا کرنا باقی ہے جو میرے پاس ناقص حالت مین پڑی ہین یا مسودون سے ابھی تک صاف نہیں ہو سکی ہین۔ مثلاً

۱ قانون مسعودی۔

۲ آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ،، (ا)

۳ ،، الارشاد الی ما یدرک ولا ینال من الابعاد،، جو دوریان اور فاصلے دکھائی دین اور وہان تک پہونچ نہ سکین انکو کس طرح معلوم کیا جائے۔

۴ ،، الکتاب فی المکاییل والموازین وشرایط الطیارہ والشواہین ،، پیمانون اور وزنون کا ذکر اور ڈنڈی کے دونون حصون کے شرائط کے متعلق۔

۵ ،، جمع الطرق السائرہ فی معرفۃ اوتار الدائرہ،، دائرہ کے وتر معلوم کرنے کے متعلق جتنے قاعدے معلوم ہین اُن سب کا ذکر۔

۶ ،، تصور امر الفجر والشفق فی جہتی الشرق والغرب،، ظہور صبح اور شفق کے متعلق۔

۷ ،، تکمیل صناعۃ التسطیح،، علم تسطیح کرہ کا مکمل بیان۔

۸ جلاء الاذہان فی زیج البتانی،، مشہور مہندس البتانی کی زیچ کے متعلق۔

۹ ،، تحدید المعمورہ وتصحیحہا فی الصورہ،، ملکون اور شہرون وغیرہ کی حدبندی اور نقشے مین اُن کی تصحیح کے بیان ہین۔

۱۰ ،، علل زیج جعفر الملکی بابی معشر،، مشہور منجم ابو معشر (Albumaser) کی زیچ کے متعلق۔ نیز وہ تمام کتب ہند، جن کا ترجمہ کرنا چاہتا ہون،

آگے چل کر لکھا ہے کہ جب تک صحت حواس، قوت بدن اور اسباب فکری میسر نہ آئین یہ کام انجام نہین پا سکتا۔ اخیر مین اُن کتابون کی فہرست دی ہے جن کو بیرونی کے احباب نے (بلاشبہ اُس کی مدد، فرمایش یا اشارے سے) بیرونی کے نام سے لکھا تھا [illegible] موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ متقدمین مین استاد

یا کسی بڑے فاضل یا کسی عزیز دوست کے نام سے کتابیں لکھنے کا عام دستور تھا
اُستاد اور فضلا بھی اسے ناپسندیدہ نہ سمجھتے تھے اور اکثر اپنے متقدین کی کتابوں
کی اصلاح خود کر دیا کرتے تھے۔ افلاطون اور سقراط کے دوسرے شاگردوں
نے اپنے اُستاد کے نام سے اُس کی وفات کے بعد بہت سی کتابیں لکھیں مثلاً
افلاطون کی "ری پبلک" انگریزی Republic یہ کتابیں جو ابو نصر،
ابوسہل اور ابوعلی نے بیرونی کے نام سے تصنیف کی تھیں، بلاشبہ اُن کی عقیدت
او رمحبت کی یادگاریں ہیں اور اس میں مشکل کلام ہو سکتا ہے کہ اُن کی تالیف میں
اُن کے لائق اور عزیز دوست کا مشورہ شریک ہے۔

ابونصر منصور بن علی بن عراق مولی امیر المومنین نے بیرونی کے نام سے
حسب ذیل کتابیں لکھی تھیں۔

۱ کتاب فی السموت، سمتوں کے متعلق۔
* ۲ کتاب فی تصحیف التعدیل عند اصحاب السند ہند۔
۳ کتاب فی تصحیح کتاب ابراہیم بن سنان فی تصحیح اختلاف الکواکب العلویہ۔
۴ "کتاب فی براہین اعمال حبش بجدول التقویم" مشہور مہندس حبش نے جو جغرافیائی
جدول سیار کی تھی اُس کی صحت کے متعلق ابونصر نے دلائل لکھے۔
۵ "رسالہ فی تصحیح ما وقع لابی جعفر الخازن من السہو فی زیج الصفائح"، زیج
صفائح میں ابی جعفر خازن سے جو سہو ہو گئے تھے اُن کی درستی کی غرض
سے یہ کتاب لکھی گئی۔
۶ رسالہ فی مجازات دوائر السموت فی الاصطرلاب، اصطرلاب میں سمتین

ظاہر کرنے والے دائرے کہاں کہاں ہو کر گذرتے ہیں۔

۷ رسالہ فی جدول الدقائق۔

۸ رسالہ فی براہین علی عمل محمد بن الصباح فی امتحان الشمس، محمد بن صباح نے ترصید شمس سے متعلق جو اپنی تحقیقات لکھی تھیں اُن کے دلائل میں یہ رسالہ لکھا گیا۔

۹ رسالہ فی براہین علی عمل حبش فی مطالع السمت فی زیجہ، حبش کی زیچ میں مطالع السمت کے متعلق جو کچھ لکھا گیا تھا اُس پر دلائل لکھی گئیں۔

۱۰ رسالہ فی دوائر التی تحد الساعات الزمانیہ، ساعات اور اوقات کے متعلق

۱۱ رسالہ فی معرفہ القسی الفلک لطریق غیر طریق النسبۃ المولفہ، اس رسالے میں قوسہائے فلک کے معلوم کرنے کا نیا طریقہ بیان کیا گیا تھا۔

۱۲ رسالہ فی حل شبہ عرضت فی الثالثہ عشر من کتاب الاصول، کتاب الاصول کے تیرھویں باب میں جو شبہ پیدا ہوا تھا اُس کا حال۔

ابو سہل مسیحی نے بیرونی کے نام سے یہ کتابیں لکھیں۔

۱ کتاب مبادی الهندسہ۔

۲ کتاب رسوم الحرکات فی اشیاء ذوات الوضع، اشیاے محسوسہ میں کیا کیا نقوش حرکت پائے جاتے ہیں (۹)

۳ کتاب فی سکون الارض او حرکتہا۔ حرکت و سکون ارض کے متعلق بحث کی گئی تھی۔

۴ کتاب فی التوسط بین ارسطوطالیس و الجالینوس فی المحرک الاول ما بعد الطبیعۃ

کے مسئلہ "محرکِ اول" کے متعلق ارسطو اور جالینوس کے خیالات کا موازنہ اور
ان دونوں حکیموں کی رایوں میں درمیانی راہ کا پتا لگانا۔

۵ رسالہ فی دلالۃ اللفظ علی المعنی۔ لفظ معنی پر دلالت کرتا ہے (بحث منطق)

۶ رسالہ فی سبب برد ایام العجوز" موسم سرما کے نہایت سرد ایام جو ہوتے
ہیں ان کی سردی کا کیا سبب ہے۔

۷ رسالہ فی علۃ التربیہ (؟) التی مستعمل فی احکام النجوم۔

۸ رسالہ فی آداب صحبت الملوک۔ بادشاہ کی ہم نشینی کے آداب۔

۹ رسالہ فی قوانین الصناعہ۔ نجوم کے قوانین۔

۱۰ رسالہ فی دستور الخط۔ تعلیم رسم الخط کے متعلق۔

۱۱ رسالہ عن لیات شمسیہ۔ آفتاب میں سیاہ داغ کیسے ہیں۔

۱۲ رسالۃ النرجسیہ۔ در رسالہ نرگسیہ۔

ابو علی الحسن بن علی الجیلی نے بیرونی کے نام پر رسالہ "من و عن" لکھا

اس کے بعد یہ خط ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے۔
"اب میں نے تمہارے سامنے وہ کتابیں عرض کر دیں، جو میرے پاس
ہیں، تاکہ تمہیں جس کی ضرورت ہو معلوم کر لو۔ وہی میں تمہیں بھیج دوں۔ والسلام"

اس طویل فہرست کے ختم ہو جانے پر ناظرین نتائج ذیل پر جو فہرست مذا
سے ماخوذ ہیں غور کریں۔

۱ بیرونی نے اپنی تصنیف کی ہوئی کتابون کے جو نام لکھے ہین، اُن کی تعداد ایک سو چودہ ہے!

۲ ان مین بعض ضخیم کتابین ہین اور بعض چند ورق کے رسالے ہین۔

۳ بعض کتابون کے آگے ورقون کی تعداد بھی لکھی ہے۔ شمار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ ۱۱۴۔ کتابون کے ۶۶ کتابون کے اوراق کی تعداد ۸۷-۶۶ (۴۷۳۳ صفحہ) ہے۔ باقی ماندہ ۴۷ کتابون مین جن کے اوراق کی تعداد نہین لکھی ہے، بعض کتابین بلاشبہ کافی ضخیم ہین مثلاً قانون مسعودی، آثار الباقیہ وغیرہ۔

۴ کتابون کی یہ فہرست بالکل ناممکل ہے۔ یعنے ان ۱۱۴ کے سوا اور بہت سی کتابین بیرونی لکھ چکا تھا اور بہت سی زیرِ تصنیف تھین۔ خط مین صرف اُن کتابون کا ذکر کیا ہے جو خط کے لکھتے وقت موجود تھین اور جن کو دوست کے طلب کرنے پر بھیج سکتا تھا۔ چنانچہ ناظرین کو وہ موقع یاد ہوگا جہان لکھا ہے کہ جن کتابون کے نسخے میرے پاس نہین ہین وہ بہت ہین جن مین سے مثال کے طور پر چار، پانچ کے نام بھی لکھ دیے ہین۔ آگے چل کر جب غیر مکمل نسخون کا ذکر آیا ہے تو وہان بھی یہی کہا ہے کہ ایسی کتابون کی اتنی تعداد ہے کہ بقیہ عمر اُن کی تکمیل کے لیے کافی نہین ہو سکتی۔ سرسری طور پر دس کتابون کے نام بھی لکھ دیے ہین۔

۵ معتد بہ تصانیف دوسرون کی فرمایش اور خواہش سے لکھی گئی ہین اور حلقۂ سائلین مین جرجان، بلخ، خوارزم، ہندوستان اور کاشمیر تک کے علما

شامل ہین۔ نیز بہت سی کتابین تصحیح، تہذیب، ترتیب، تفسیر، اور ردوجواب کی حیثیت سے لکھی گئی ہین۔

ان مقدمات کو ذہن نشین کر لینے کے بعد تذکرہ نویس کا فرض ہے کہ فہرست کی تکمیل کی غرض سے اُن کتابون کے نام بھی درج کرے جو دوسرے معتبر ذرائع سے معلوم ہوئے ہین۔ حسب ذیل کتابون کے نام برسبیل تذکرہ آثار الباقیہ مین آئے ہین اور یہ فہرست مندرجۂ بالا مین شریک نہین ہین۔

(۱) کتاب الاستشہاد باختلاف الارصاد۔

(۲) کتاب الارقام۔

(۳) کتاب فی الاخبار القرامطہ والمبیضہ۔ فرقہا ے قرامطہ مبیضہ کی تاریخ۔

(۴) بحث بیرونی و ابن سینا دربارۂ تقویم یونان۔

(۵) کتاب العجائب الطبیعیہ والغرائب الصناعیہ۔

اسی طرح پر کتاب الہند کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجۂ ذیل کتابین جو بیرونی کتاب الہند کی تصنیف سے پہلے لکھ چکا تھا، شامل فہرست نہین ہین۔

* ۱ برہم گپت کی پالی ساسی دھانت کا ترجمہ۔
* ۲ برہم گپت کی برہم سدھانت۔
* ۳ ترجمہ لکھو جاٹک مرتبہ منشفہ وراہمہر۔

نیز کتاب الہند کی تصنیف کے وقت بیرونی حسب ذیل کتابون کا سنسکرت مین ترجمہ کرنے مین مشغول تھا

* ۴ تحریر اقلیدس۔
* ۵ کتاب المجسطی۔
* ۶ اصطرلاب بنانے کے قواعد خود اپنی تصنیف سے۔
* ۷ مفتاح الہیئت۔

اِن بارہ کتابوں کا پتہ کتاب الہند اور آثار الباقیہ سے چلا ہے۔ ماسوا اسکے ذیل کی کتابیں، جو ہنوز شائع نہیں آئی ہیں، حاجی خلیفہ کی مشہور فہرست کتب با "کشف الظنون عن الاسامی الکتب والفنون" سے معلوم ہوئے ہیں۔

(۱)	ارشاد فی احکام النجوم۔	۱ نسخہ	(۲۵۸)
(۲)	استیعاب فی تسطیح الکرہ۔	۱ نسخہ	(۲۷۷)
(۳)	الجماہر فی الجواہر۔	۲ نسخے	(۶۰۸)
(۴)	تعلیل باحالۃ الوہم فی معانی النظم۔	۲ نسخے	۳۲۴)
(۵)	شرح ابو تمام۔	۳ نسخے	(۲۵۴)
(۶)	زیچ العلائی۔	۳ نسخے	۲۶۵)
(۷)	کتاب الاحجار۔	۵ نسخے	(۳۳)
(۸)	کتاب تسطیح الکرہ۔	۵ نسخے	(۶۲)
(۹)	کتاب الصیدلہ۔	۵ نسخے	(۱۱۰)
(۱۰)	مختار الاشعار والآثار۔	۵ نسخے	(۴۳۵)
(۱۱)	خلاصہ مجسطی۔	۵ نسخے	(۳۸۹)
(۱۲)	زیچ المسعودی (قانون مسعودی)؟۔	۳ نسخے	(۵۹۸)

نیز غلام حسین جونپوری نے اپنی تالیف جامع بہادر خانی ۱۸۳۵ء میں صفحہ (۱۹۰) پر بیرونی کی ایک کتاب ،،لمعات،، کا ذکر کیا ہے جو علم الابصار (علم المناظر و الانعکاس) میں لکھی گئی تھی۔ اس میں سے جامع بہادر خانی کے مؤلف نے چار شکلیں منتخب کی ہیں ماسوائے ان کے ابوالفضل بن الحسن البیہقی نے تاریخ بیہقی میں لکھا ہے کہ میں اپنی کتاب کی دسویں جلد میں تاریخ خوارزم کا حال لکھوں گا اور خوارزم کے تاریخی حالات میں ابوریحان کی تاریخ خوارزم سے مدد لوں گا جسے میں نے چند سال ہوئے دیکھا تھا[1]

علاوہ برین حسب ذیل کتابیں بیرونی کی تصانیف سے ایسی ہیں، جن کے نام کسی دوسرے ذریعہ سے معلوم نہیں ہوئے اور جو اس وقت یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۱ کتاب الدرر فی سطح الاکر (بوڈلین لائبریری)

۲ کتاب نزہۃ النفوس و الافکار فی خواص المو الید الثلاثۃ المعادن و النبات و الاحجار۔

بیرونی کی تالیفات کا تذکرہ نامکمل رہ جائے گا اگر ہم اخیر میں اُن قلمی نسخوں کی مفصل فہرست بھی شامل نہ کر دیں، جو ہمارے علم میں دُنیا کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۱	استیعاب الوجوہ الممکنۃ۔	۲ نسخے (۱) برلن (۲) بوڈلین آکسفورڈ
	کتاب الدرر۔	۱ نسخہ (۱) بوڈلین۔

[1] دیکھو ایلیٹ ڈوسن کی تاریخ ہند جلد ۲ ۔ صفحہ ۵۷ ۔

۳	مقالہ فی سہمی السعادت والغیب۔	النسخہ (۱) بوڈلین۔
۴	نزہتہ الافکار۔	النسخہ (۱) "
۵	الجماہر فی الجواہر۔	النسخہ (۱) اسکوریل (بیروت)
۶	ترجمہ اجیک دفی اشکیلات الہند)	النسخہ (۱) انڈیا آفس لائبریری۔
۷	فی تسہیل التسطیح الاصطرلابی والعمل	النسخہ (۱) برلن۔
۸	آثار الباقیہ۔	۳ نسخہ (۱) برٹش میوزیم ([illegible]ھ) (۲) سرہنری رالنسن (۱۲۵۳ھ) (۳) کتب خانہ قومی پیرس۔

افسوس ہے کہ "آثار الباقیہ" کے تمام نسخے بہت قریب زمانے کے لکھے ہوئے ہیں اور کتاب کے بہت سے مقامات چھوٹے ہوئے ہونے کے علاوہ جا بجا ہر قسم کی غلطیاں بھری ہوئی ہیں۔ زاخو صاحب نے بہت کوشش کر کے حتی المقدور ان خرابیوں کو رفع کیا ہے، لیکن تاوقتیکہ کوئی مکمل اور صحیح نسخہ دستیاب نہ ہو جائے یہ خرابیاں آخر کیسے رفع ہو سکتی ہیں۔

۹	کتاب الہند۔	۳ نسخے (۱) موسیو شیفر کا پرانا نسخہ ہے اور بہت صحیح ہے بیرونی سے ۱۲۰ سال بعد کا لکھا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ خود بیرونی کے نسخے سے براہ راست نقل کیا گیا ہے، (۲) پیرس (کتب خانہ قومی) (۳) قسطنطنیہ۔ یہ دونوں نسخے شیفر والے

نسخے کی نقل معلوم ہوتے ہیں۔

۱۰- صیدلہ (یا صیدنہ) (نسخہ لٹن لائبریری مدرسۃ العلوم علی گڈھ ۸۰۰ھ)

یہ کتاب لغات طب میں ہے۔ اس کا ترجمہ ۶۲۸ ہجری (۱۲۳۱ء) کے بعد ہندوستان میں عثمان الکاشانی نے کیا تھا۔ مترجم نے نعت اور حمد کے بعد لکھا ہے۔

"چنین گوید ابن الکاسی بدیم اللہ بر کہ چون کہ ہیچ انیس ترخرد مند را در اوقات تنہائی چون مطالعہ کتب نیست۔ و فوائد تالیفات علماء تصنیفات حکما نزدیک ارباب الباب ازان روشن ترست کہ بتقریر آن اطنابے حاجت افتد۔ ابوریحان گوید کہ دیباچۂ این کتاب صیدنہ رجوع در حل مشکلات بشیخ ابو حامد بن محمد بن احمد النہ؟ شتقی کردم زیراکہ او در عہد خود از ابنائے جنس خود در علم لغت و طب مستثنی بود و تصانیف متقدمان درین ہر دو نوع علم سماع کردہ و بر جملۂ دلائل و نکات و رموز و اشارات اطلاع تمام یافتہ۔ و تالیف این کتاب بر ترتیب حروف تہجی اتفاق افتاد تا انتفاع ازوے آسان تر باشد انشاء اللہ تعالی و بہ نستعین۔"

کتاب کی ترتیب اس طرح پر ہے کہ پہلے مصنف (مفرد) دوا کا نام، جو عام طور پر مشہور ہوتا ہے دیتا ہے، بعدہ عربی، یونانی، سریانی، جرجانی، خوارزمی، فارسی، عراقی، ہندی، سندھی وغیرہ وغیرہ زبانوں کے الفاظ ہم معنی کا ذکر کرتا ہے اور پھر اس کی خاصیت بیان کرتا ہے۔

لٹن لائبریری والے نسخے کے اخیر میں یہ عبارت سرخ روشنائی سے لکھی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اصل صیدنہ کا خلاصہ ہے لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ خود ابن الکاسی نے خلاصہ کیا تھا یا کسی دوسرے شخص نے۔

(سرخ) و این جریده را سبیل ایجاز نوشته شد و آنچه از دور با لیستر و محتاج تر بود باز کرده شد تا زود تر مقصود بحاصل آید»

(سیاه) تمت تمام شد بتاریخ یکم جمادی الآخر ۱۰۰۰ھ دوشنبه ۱۰۰۱ ہجری»

یہ نسخہ عربی خط میں لکھا ہوا ہے لیکن غلطیان جابجا پائی جاتی ہین -

۱۱ کتاب التفہیم (عربی) ۳ نسخہ (۱) و (۲) بوڈلین (۳) برلن -

(فارسی) ۴ نسخہ (۱) برٹش میوزیم (۲) موسیٰ شیفر (۳) و (۴) لٹن لائبریری مدرسۃ العلوم علی گڈھ -

مدرستہ العلوم علی گڈھ کی لائبریری مین جو دو نسخے ہین وہ اصل کتاب سے دو علحدہ شخصون کے ترجمہ کیے ہوئے معلوم ہوتے ہین - کتاب کے ابتدائی جملے ذیل مین لکھے جاتے ہین جس سے دونون ترجمون کا فرق معلوم ہوگا -

پرانا نسخہ	نیا نسخہ
دانستن صورت عالم و چگونگی آفرینش آسمان	دانستن صورت عالم و چگونگی نہاد آسمان و
و زمین و آنچہ میان ہر دو ہست شنیدن و	زمین و آنچہ میان ہر دو ہست بروی شنیدن
بعمل آوردن آنہا بسیار سودمند است	و بتقلید گرفتن ہمچون چیزہا سخت سودمند است
در علم نجوم زیرا کہ اصطلاحی بناہا و لفظہا کہ	اندر پیشہ نجوم زیرا کہ گردش بناہا و لفظہا
منجمان بکار برده اند فراگیرد، و صورت	کہ منجمان دارند خو کند و صورت بستن معانی
بستن یعنی آن آسمان گرد تا چون بعلتہا	آسمان گرد تا چون بعلتہا و حجتہا آن باز آید
و حجتہا رسد و بداند و از اندیشہ و فکر آسوده بود	و آن را بحقیقت خواہد تا بداند اندیشہ و فکرت
و ہیچ آن بر معلم و متعلم آسان باشد -	آسوده بود و ہیچ از ہر دو سوی بر او گردنیاید -

واین نسخہ را یادگار نوشتم برائے ریحانہ بنت الحسن الخوا ذمیہ کہ خواہندۂ این علم بود بطریقِ سوال وجواب کہ بفہم مبتدی آسان تر بود۔ وابتدا کردیم بہندسہ اول پس بشمار و پس بصورت عالم پس باحکام نجوم زیرا کہ مردم را نام منجمی سزاوار نشود تا این چہار علم بتمامی نداند وایزد تعالےٰ توفیق دہندہ است بر صواب گفتار و کردار بمنتِ خویش۔	واین یادگار ہمچنین کردم مر ریحانہ بنت الحسن الخوارزمیہ را کہ خواہندہ او بود بطریق پرسیدن وجواب دادن کہ خوب تر بود وصورت بستن آسان تر بود۔ وابتدا کردیم بہندسہ پس بشمار وعدد پس بصورت عالم پس باحکام نجوم زیرا کہ مردم نام منجمی را بسزاوار نشود تا این چہار علم را بتمامی نداند۔ وایزد تعالی توفیق دہندہ است بر صواب گفتار وکردار بمنت وفضل خویش۔

یہ اختلاف عبارت آگے جاکر بہت کم ہوجاتا ہے حتی کہ بعض اوقات پوری عبارت کے الفاظ دونوں نسخوں میں بالکل یکسان ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں ترجمے لفظی ترجمے ہیں۔

پہلا نسخہ ایک پرانا نسخہ ہے جس میں کل (۱۳۶) ورقے ہیں۔ اس نسخے کی تقطیع ۱۰-۷ انچ ہے۔ اس میں اخیر کے دس بارہ ورقے باقی کتاب سے زیادہ پرانے اور کسی دوسرے شخص کے لکھے ہوئے ہیں۔ دونوں کاتب کم علم اور کتاب کے مضامین سمجھنے کے ناقابل ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں نسخے میں جتنی غلطیاں ہوں کم ہیں۔ کئی جگہ تو کورے صفحے چھوٹے ہوئے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یا تو کاتب اُن جدولوں کو جو اُن موقعوں سے تعلق رکھتی ہیں خود نہیں سمجھا یا جس نسخے سے اُس نے نقل کیا ہے وہ ایک نامکمل

نسخہ تھا۔ اس نسخے کا خط شکست ہے اور طرز سے میں اندازکرتا ہوں کہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد سے پہلے کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ اس نسخہ کے پہلے صفحہ پر سید علیخان کے نام کی چھوٹی سی مُہر لگی ہوئی ہے جس میں ۱۱۶۷ ہجری لکھا ہوا ہے۔

دوسرا نسخہ ۱۲۶۲ ہجری (۱۸۵۴ء) کا لکھا ہوا ہے۔ یہ ایک خوشخط اور غالباً صحیح نسخہ ہے۔ تقطیع کم و بیش ۱۲-۸ انچ اور کاغذ ہلکا نیلگون ہے۔ باقی حالات حسب ذیل عبارتوں سے جو نسخے کے اخیر میں لکھی ہوئی ہیں معلوم ہوں گے

(روشنائی) "سپری شد روز استاواز مهراه سال برسی صد و نود و هشت یزدجردی مطابق ۱۲۰۸ ہجری"

"الحمد للہ حسب الارشاد جناب معلی القاب نواب ضیاء الدین احمد خان بہادر متخلص به نیر درخشان بروز آدینه هفتم ماه عید روز کشا سال ۱۲۶۲ ہجری مطابق ۱۷ ماه اگست ۱۸۵۴ء این تسطیر به تحریر رسید"

پنسل سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"این کتاب تفهیم بدویم ستمبر ۱۸۵۵ء دوشنبه بمقام دہلی بمقابله مرزا عاشق بیگ ولد مرزا اکبر بیگ مهندس دہلوی و میر حسن صاحب از مقابله منقول عنه فراغ یافت۔ (نیر رخشان)

اصل کتاب از کتاب خانہ پسر ملا فیروز بن ملا کاؤس پارسی بمبئی معرفت صاحب سکرتر اعظم رسیده بود که صحیح و مقابله نموده ملاے مذکور بود که علم علماے پارسیان بود۔ نیر"

یہ نسخہ چونکہ واضح لکھا ہوا ہے اس میں ۳۹۶ صفحے ہیں۔ مضامین کی فہرست

بقیہ صفحات ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

۳-۲۶	فن ہندسہ	+	۲۷ - ۴۶	فن حساب
۴۶-۱۶۴	فن ہیئت	+	۱۶۴ - ۲۱۴	فن معرفت تقویم
			۲۱۴ - ۳۹۶	مسائل متعلق فن نجوم

یہ رسالہ نہایت سہل پیرایہ مین سوال و جواب کی صورت مین لکھا گیا ہے۔ نہایت دشوار مسائل چھوڑ دیے ہین اور مبتدی کی آسانی کے لیئے شکلون اور نقشون کو کثرت سے استعمال کیا گیا ہے جیساکہ ناظرین کو رسالے کی ابتدائی عبارت سے معلوم ہوا ہو گا۔ یہ رسالہ بیرونی نے ایک خاتون کے واسطے (جس کا نام ریحانہ بنت الحسن تھا اور جو بیرونی کی ہم وطن تھی) لکھا تھا۔

خواتین اسلام کی فہرست مین ریحانہ موصوفہ کا نام بحیثیت شایق علوم ہونے کے اضافہ کیے جانے کے قابل ہے۔ بلاشبہ ریحانہ کی مثال اُس زمانے کے علمی شوق اور مسلمانون کی تعلیمی حالت پر گہری روشنی ڈالتی ہے مین اسے محض اتفاقیہ مثال ماننے کے لیے بالکل آمادہ نہین ہون بلکہ مجھے یقین واثق ہے کہ چوتھی پانچوین صدی کے روشن علمی دور مین خواتین اسلام بھی علم کی ویسی ہی دلدادہ تھین جیسے مرد اُس زمانے کے مردون اور عورتون کی حالت بلاشبہہ ہماری موجودہ تعلیمی حالت سے بالکل جداگانہ تھی، اور بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ہماری تعلیمی ترقی بجاے اس کے کہ غیرون کی مثال کی محتاج ہو قومی روایات کی زیادہ محتاج ہے۔

نجوم کے حصّے کو چھوڑ کر جس میں فی زمانناد لچسپی نہین لیجا سکتی، کتاب کے باقی تمام حصّے نہایت قیمتی اور کارآمد معلومات سے معمور ہین اور میرا خیال ہے کہ اُن کی اشاعت مفید اور دلچسپ ثابت ہوگی۔ اگر فرصت ملی تو کتاب التفہیم کے وہ مقامات، جو تاریخی اہمیت رکھتے ہین، کسی وقت ضرور شائع کراؤنگا۔ انشاءاللہ

۱۲۔ قانون مسعودی۔ ۵ نسخے۔ (۱) بوڈلین لائبریری آکسفورڈ (۲) برلن لائبریری۔ (۳) برٹش میوزیم۔ (۴) امپیریل لائبریری کلکتہ۔ (۵) لٹن لائبریری مدرسۃ العلوم علی گڈھ

بن کا نسخہ سب سے پُرانا نسخہ ہے اور اس کی کتابت کا زمانہ ۴۷۵ھ ہجری یعنے کی وفات سے ۳۵ سال بعد کا زمانہ ہے۔ اس نسخے کے کچھ اجزا کے فوٹو العلوم کی لائبریری کے واسطے منگائے گئے ہین کتاب کا ابتدائی حصہ مفقود ہے اُس موقع پر جہان قانون کا اخیر مقالہ ختم ہوتا ہے کاتب نے لکھا ہے کہ مین مصنف کے اصل نسخہ سے فلان تاریخ کو مقابلہ کرکے فارغ ہوا۔ یہ نسخہ نہایت بیش بہا چیز ہے اور قانون مسعودی کی تصحیح اور اشاعت مین اس سے بہت کچھ مدد ملے گی۔

برٹش میوزیم کے نسخے کی تاریخ ۵۷۰ھ ہجری ہے اور یہ بوڈلین کے نسخے سے سو سال بعد کا ہے مدرسۃ العلوم کی لائبریری مین اس وقت دو نسخے ہین۔ پہلا کچھ زیادہ پُرانا نہین ہے اور صحت وغیرہ کی حالت بہت ناقابل اطمینان ہے۔ تقطیع ۱۲ + ۸ انچ سے کچھ زیادہ ہے اور تقریبًا ساڑھے چھ سو صفحے ہین۔

دوسرا نسخہ ایک بے نظیر نسخہ ہے جس کی صحت لائق اعتماد ہے۔ اس کی تقطیع پہلے نسخے سے چھوٹی اور خط گنجان اور باریک ہے، جیسا کہ بالعموم پانچوین صدی مین ممالک مشرق مین رائج تھا۔ کل اوراق کی تعداد ۲۳۹ ہے۔ اوراق ۹۱-۹۸- اور ۱۲۱-۱۳۱ کسی قدر بعد کے لکھے ہوئے ہین۔

نسخہ ہذا کے خاتمے پر عبارت ذیل مرقوم ہے۔

"تمت المقالۃ الحادیۃ عشر من قانون المسعودی وتم بتمامہا الکتاب والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی محمد وآلہ اجمعین وفرغ من تسویدہ ابو الفتح نصر بن محمد بن ہبۃ اللہ فی سلخ ربیع الآخر سنۃ اثنتی وستین وخمس مائۃ والموافق بروز آبان من ماہ اسفندار من سنۃ ست وخمسین مائۃ۔ حامد للہ سبحانہ تعالی اً ومصلیا علی نبیہ محمد وآلہ"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ہذا کو ابو الفتح نصر بن ہبۃ اللہ نے ربیع الآخر سنہ ۵۶۲ ہجری [2] مین تحریر کیا تھا۔ اس طرح پر یہ نسخہ بیرونی کی وفات سے سوا سو برس بعد کا لکھا ہوا ہے۔ علاوہ برین کتاب ہذا کے صفحہ اولین کی طرف سادہ پر خوشخط خط نسخ مین مطابق طغری [3] کے نیچے مرقومہ ذیل عبارت تحریر ہے۔

"من عواری الزمان دخل فی نوبۃ العبد الجانی افقر خلق اللہ تعالی واحوجہم الیہ احمد بن اسعد بن بہرام المستوفی البیہقی ختم اللہ لہ بالخیر"

[2] یہ نسخہ دراصل کالکتہ کی امپیریل لائبریری کی ملکیت ہے لیکن فی الحال مدرسۃ العلوم کی لائبریری مین موجود ہے اور جس وقت تک ضرورت سمجھی جائے گی یہین رہے گا۔ ۱۲

[3] یہ نہایت عمدہ طغری ہے اور اس مین "کتاب المسعودی" لکھا ہوا ہے۔ ۱۲

والحسنی و یسر آماله فی الاولی والاخری بحق اصوب ملنیهم استخرج من کنان
کنانه واهی تاج توج بهامه تهامه فی شهر شعبان المعظم من شهور سنه
ثمان عشره وثمان مأته من الهجرة النبویة المصطفویه والحمد لله اولاً و آخراً"

یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ ۸۱۸ ہجری مین یہ نسخہ ایک صاحب احمد بن
اسعد بہرام البیہقی کے پاس پہونچا۔ دو مہرین بھی اسی جانب لگی ہوئی ہین جس مین
دو فاضل خان بندہ شاہجہان لکھا ہے [۱۸] اس کے علاوہ دو چھوٹی مہرون کے
نشان اور مختلف خطوط مین کچھ عبارتون کے علامات بھی ہین جو اس بری طرح
مٹ گئی ہین کہ پڑھی نہین جا سکتین۔ قانون مسعودی ہیئت مین بے نظیر تالیف ہے
اہل عرب نے اس فن مین جو حیرت انگیز ترقی کی تھی اُس کا غالباً بہترین ثبوت قانون
مسعودی کو سمجھنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مین بعض ایسے مسائل پائے گئے ہین جن کا
انکشاف سترھوین صدی مین اہل یورپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے [۱۹]۔

ڈاکٹر جوزف ہارووٹز صاحب، جو عربی کے مشہور جرمن اسکالر اور چند ماہ
پیشتر مدرسۃ العلوم علی گڈھ کے پروفیسر تھے قانون مسعودی کی اشاعت کا اہتمام
کر رہے تھے۔ افسوس ہے کہ پروفیسر موصوف کے کالج سے علیحدہ ہو جانے
کے بعد سے یہ سارا منصوبہ ہی درہم برہم ہو گیا۔ اب دیکھیے کب تک اہل علم کو
اس کتاب کی اشاعت کا انتظار کرنا پڑے۔

---

۱۹ (دیکھو کامریڈ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۳۷۴ -)

(۴)

جب ہم بیرونی کی تالیفات کے تذکرے مین مصروف تھے، تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہماری تخیل نے ہمین کسی پرانے بیت الحکمت کے کتب خانے مین لا کھڑا کیا ہے، جہان ہر کتاب کا نام ہمین چونکا دینے والا ثابت ہوتا ہے اور بیساختہ دل چاہتا ہے کہ ان پُر فریب کتابون مین سے ایک ایک کو نکال کر گرد و غبار سے پاک و صاف کیا جائے اور روز روشن مین ایک ایک ورق لوٹ کر دیکھا جائے کہ لکھنے والے نے ان مین کیا لکھا ہے، لیکن دست تمنا دراز ہو کر جس کتاب پر پڑتا ہے وہ خاک ہو کر ہاتھ مین رہجاتی ہے اور آرزومند دل کو کف افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نظر نہین آتا۔

اللہ رے گردش زمانہ! بیرونی کی ساری عمر کی جمع کی ہوئی دولت کا دسوان حصہ بھی باقی نہ رہ سکا۔ کیا اس کی ہفتاد سالہ جد و جہد کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا کہ حرف غلط کی طرح دنیا سے اُس کا نام مٹانے کی کوشش کی جاتی۔ کیا وہ رات دن اپنی دُھن مین مٹ جانے والا ایک آن کے لیے بھی یہ سوچتا تھا کہ ابنائے دہر کی ناقدرشناسی سے اُس کے ثبت کیے ہوئے نقوش پر اسطرح پانی پھر جائے گا۔ شہرزوری نے لکھا ہے کہ "بجز نوروز اور مہرجان کے دو دن کے سال بھر مین کسی وقت بیرونی کا ہاتھ قلم سے، اُس کی آنکھین دیکھنے سے اور اُس کا دماغ غور و فکر سے جدا نہ ہوتا تھا"۔ آخر یہ انہماک کس لیے تھا؟ اے بیرونی زنگ دہر سے تو نا واقف نہ تھا۔ آثار عتیقہ کی جستجو کے وقت تو نے سب سے

پہلا سبق یہی لیا ہوگا کہ بہترے قائم کیے ہوئے آثار دست بردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکیں گے اور ایک زمانہ آئے گا جب قدامت پرستوں کا گروہ بچے باقی ماندہ آثار کو سمیٹنے کے لیے سارے زمانے کی خاک چھانتا پھرے گا۔

اگر متلاشیانِ آثارِ عتیقہ کی کوششیں کبھی شکر گذاری کی مستحق ہو سکتی ہیں، تو بلاشبہ جرمن مستشرق ایڈورڈ زاخو کا ہمیں احسانمند ہونا چاہیے کہ اُس نے مدتوں کی تلاش اور برسوں کی دماغ سوزی کے بعد بیرونی کی دو معرکۃ الآرا تصانیف آثار الباقیہ اور کتاب الہند کو اس اہتمام کے ساتھ شائع کرا دیا ہے اور اُن کے انگریزی اور جرمن ترجمے بھی طبع کرائے ہیں، تاکہ وہ لوگ جو اصل تصانیف کو نہیں پڑھ سکتے، ترجموں ہی کے ذریعہ سے بیرونی سے تعارف حاصل کر لیں۔ چونکہ یہ دونوں کتابیں ہر شخص کو دستیاب ہو سکتی ہیں اور ہم بھی اُن کے متعلق پوری معلومات رکھتے ہیں، غالباً یہ نامناسب نہ ہوگا کہ یہاں اِن کتابوں پر مفصل تبصرہ و تقریظ لکھی جائے تاکہ ناظرین اپنے مطالعہ سے پہلے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ کر سکیں۔

کتاب آثار الباقیہ، بیرونی کے قیام جرجان کی یادگار رہے۔ اس بیش بہا کتاب کا پورا نام "الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے اس میں ازمنۂ گذشتہ کے علمی آثار سے بحث کی گئی ہے۔ دیباچے میں کتاب کے مضامین اور طریق تحقیق کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ یہ مقام کئی لحاظ سے اہمیت خاص رکھتا ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُسے بجنسہ بیرونی کے الفاظ میں نقل کر دیا جائے۔

"ابتدا میں سے ایک صاحب نے مختلف قوموں کی تواریخ (سنین) کی کیفیت

اُن کے اصول مین اختلاف کی وجہ مجھ سے دریافت کی، یعنے تاریخین کہان سے شروع ہوتی
ہین، اور اُن کے معنے، یعنے سال اور مہینے جن پر وہ مبنی ہین، کیا ہین، علاوہ برین وہ کیا اسباب
تھے جن کی وجہ سے یہ اختلاف پیش آیا۔ نیز کون کون سے مشہور تیوہار، میلے اور یادگار، روزے مخصوص
اوقات اور رسوم وغیرہ ہین، جو مختلف قومون مین رائج ہین، صاحب مذکور نے اصرار کیا کہ ان امور
کی تشریح ایسی فصاحت کے ساتھ کردو کہ یہ باتین پڑھنے والے کی بخوبی ذہن نشین ہوجائین
اور اُسے متفرق کتابون اور گذشتہ مصنفین کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ مجھے معلوم
تھا کہ یہ ایک نہایت دشوار اور مشکل الحصول کام ہے، بالخصوص اُس شخص کے لیے جو ان باتون
کو اس پیرایہ مین لکھنا چاہیے کہ پڑھنے والے کے دل مین کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے۔ لیکن
مولانا امیر سید الاجل منصور ولی النعم شمس المعالی ادام اللہ قدرتہ کی علو دولت کے طفیل مین
مجھے محنت اور کوشش کرنے کی توفیق ہوئی اور مین نے اس پورے بحث کو اپنی اُن معلومات
کی مدد سے جو سماع، عیان یا قیاس سے حاصل ہوئی تھین تحریر کرنا چاہا۔ ....

ان مسائل کی بہترین تشریح کے لیے گذشتہ قومون کے اخبار و روایات جاننے کی
ضرورت ہے، اس لیے کہ اُن مین سے اکثر اُن کی باقی ماندہ دینی و دنیوی رسوم پر روشنی
ڈالتے ہین۔ یہ مقصد محض عقلی استدلال (استدلال بالمعقولات) یا مشاہدۂ محسوسات پر قیاس
کرنے سے حاصل نہین ہوسکتا۔ بلکہ اہل کتب و ملل اور اصحاب الآراء و ارباب نحل کے جن مین وہ
رائج ہین صحیح خیالات سے مطلع ہونے اور ان معلومات کی بنا پر بجائے خود غور کرنے سے یہ
گوہر مقصود حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس بارے مین خود ان کے مختلف اقوال اور
خیالات کا باہمی مقابلہ ضروری ہے۔

لیکن سب سے پہلے واجب ہے کہ اپنے نفس کو ان عوارض اور اسباب سے خالی

کر لیا جائے جو اکثر لوگون کو سچائی کے دیکھنے سے اندھا کر دیتی ہین مثلاً عادت مالوفہ، تعصب، جوش فہمندی خود غرضی، خیال مقصد برآری وغیرہ وغیرہ۔ جس طریقے کا مین ذکر کر رہا ہون یہی گوہر مقصود کے پانے اور شوائب شبہہ وشکوک کے رفع کرنے کا بہترین طریقہ ہے، اس کے بغیر چاہے کتنے ہی سخت اعتنا اور کوشش کیجائے ناممکن ہے کہ یہ غرض پوری ہو جائے۔

لیکن اس کو مین مانتا ہون کہ جو اصول اور طریقے ہم نے مقرر کیے ہین اُن پر عمل پیرا ہونا سہل نہین ہے بلکہ بُعد اور صعوبت کی وجہ سے شبہہ ہوتا ہے کہ اُس تک پہونچنا ناممکن ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تمام اخبار اور روایات مین بکثرت جھوٹی باتین داخل ہو گئی ہین اور ظاہرا یہ باتین ناممکنات سے بھی نہین معلوم ہوتین کہ انھین آسانی سے پہچان کر نکال دیا جائے۔ بہر حال ہم نے روایات اور اخبار کو ممکن الوقوع تصور کر لیا اور بطور صحیح روایات کے مان لیا ہے، بشرطیکہ دوسرے شواہد سے اُن کا بطلان نہوتا ہو۔ اس لیے کہ ہم احوال طبیعی مین خود ایسی باتین دیکھتے ہین اور ہم سے پہلے بھی لوگون نے بارہا ایسی باتین دیکھی ہین کہ اگر اُن سے متعلق پچھلے زمانے کی کوئی روایت ہوتی تو ہم کہہ اُٹھتے کہ یہ تو ناممکن ہین۔ اس کے سوا عمر انسانی ایک ہی قوم کے اخبار جاننے کے لیے کافی نہین ہو سکتی پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ بے شمار قومون مین تمام قومون کے پورے اخبار معلوم ہو جائین۔ یہ قطعاً ناممکن ہے۔

جب معاملات کی یہ کیفیت ٹھیری تو ہم پر واجب ہے کہ زیادہ قریب کی باتون سے کم قریب کی باتین اور زیادہ معلوم شدہ باتون سے کم معلوم شدہ باتین اخذ کرین اور جہان تک ہو سکے انھین صحیح کر دین روایات کو ان لوگون تک ہم پہونچائین، جن کا تعلق ان روایات سے ہے جہان تک ہو سکے اِنکی اصلاح اور درستی کی کوشش کرین اور باقی کو اس کے حال پر

چھوڑ دیں تاکہ ہمارے اِس عمل سے طالب حق اور محب حکمت کو دوسرے مضامین کی تحقیقات اور اُن امور کے دریافت کرنے کا موقع ملے، جو ہمیں معلوم نہیں ہو سکے ہم نے خدا کی مدد سے اسی پر عمل کیا ہے،،

تحقیق و تفحص کا جو طریقہ بیرونی نے بتایا ہے اُس پر عمل پیرا ہونے کی اُس نے ہمیشہ کوشش کی ہے اور اُس کی ہر تصنیف کے مطالعہ سے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کہ کس قدر کامیابی کے ساتھ وہ اُس پر کاربند ہوا ہے۔ ہمارے زمانے میں جو مشاہدہ تحقیق اور تفحص کا زمانہ کہلاتا ہے، لوگوں کا عام طور پر یہ گمان ہے کہ متقدمین کا دار و مدار محض ،، استدلال بالمعقولات ،، پر تھا، اور وہ اصول مشاہدہ و تدقیق سے قطعاً نابلد تھے۔ سولھوین صدی کے اواخر میں لارڈ بیکن (Lord Bacon) نے جدید فلسفہ تحقیق کا سنگ بنیاد رکھا اور اُس کے زمانے سے بتدریج لوگ تحقیقات علمی کی طرف متوجہ ہوئے۔ بیشک ہمیں ماننا پڑیگا کہ یورپ میں بیکن سے پہلے لوگوں میں اتنی استعداد نہ تھی کہ وہ اُن اصول کا تصور کر سکتے یا اُن پر کاربند ہو سکتے، لیکن بیکن سے چھ سات سو برس پہلے مسلمان اتنی علمی ترقی کر چکے تھے کہ وہ نہ صرف ان اصول ہی سے پورے طور پر واقف تھے، بلکہ اُن پر چلنے اور عمل کرنے کی بھی کامل صلاحیت اُن میں موجود تھی۔ ہمیں کوئی بتائے کہ منطق استقرا جس کے اصول کی تدوین زمانۂ حال کا عظیم الشان کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ بیرونی کو تحقیق و تفحص کے کون سے نئے طریقے بتا سکتی تھی جن سے وہ نابلد تھا۔ اس سے ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ ہم زمانۂ حال کی بیش از قدر علمی کوششوں پر پانی پھیرنا چاہتے ہیں بلکہ مقصود صرف اتنا بتا دینا ہے کہ ہمارے

زمانے کے لوگ، بالخصوص یورپ کے محقق اور اُن کے مقلد، اپنے یہاں کے علمی کارگذاریوں کو توفلک الافلاک تک پہونچا دیتے ہین، اور دوسرون کی کوششون کا ذکر کرنے مین اکثر سرد مہری اور بے اعتنائی سے کام لیتے ہین۔ یہی عوارض ہین جن سے بچنے کی بیرونی نصیحت کرتا ہے اور اس نصیحت پر عمل کرنے کی آج بھی ایسی ہی ضرورت ہے جیسی نوسو سال پہلے تھی۔

آثار الباقیہ کے مضامین کی وسعت معلوم کرنے کے لیے ہم ذیل مین اُس کے مباحث کا خلاصہ درج کرتے ہین اور آگے چل کر چند دلچسپ اقتباسات بھی دین گے جن سے بیرونی کے انداز تحقیق کا حال معلوم ہو سکے گا۔

دیباچہ، سبب تالیف اور کتاب کا طریق تحقیق

ب ا - دن اور رات کی ماہیت، ان کی مجموعی حیثیت اور آغاز و ابتدائے یوم کا ذکر دن رات (الیوم بلیلہ) کی تعریف، مختلف قومون مین ابتدائے روز غروب آفتاب طلوع آفتاب، دوپہر، آدھی رات سے ہوتا ہے۔ کن کن قومون مین کس وقت سے دن کا شروع سمجھا جاتا ہے۔ رات اور دن اور یوم الصوم (روزے کے دن کا طول۔

ب ۲ - سالون اور مہینون کا ذکر، پورے سال کی درازی، شمسی سال کا ذکر، قمری سال کا ذکر۔

ب ۳ - تواریخ (سنین) کی ماہیت اور اس بارے مین قومون کے اختلافات۔ تاریخ (سنہ) کی تعریف، آغاز کے اسباب، وہ سنہ جو انسان کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے

انسان کی پیدائش کے متعلق اہل فارس، یہود، اور عیسائیون کے خیالات ۔
یہود اور عیسائیون کی روایات کی علمی تنقید ۔ تورات اور اناجیل کے مختلف نسخون
اور اُن مین اختلافات کا ذکر ۔ طوفان نوح کی تاریخ کے متعلق بحث جس مین طوفان
کی تاریخ بروایات یہود، عیسائی، اور منجمین بیان کرکے سب کو قطعاً ناقابل اعتبار
قرار دیا ہے اور دکھایا ہے کہ ان روایات کی بنا پر نہ طوفان کی حقیقت پر کچھ روشنی
پڑسکتی ہے اور نہ اُس کی تاریخ پر ۔

تواریخ بخت نصر، فیلفس، اسکندر، قیصر اغسطس، انطونینس، دقلطیانوس
ہجرت یزدجرد معتضد، اور تواریخ قدماے عرب و قدماے خوارزم کا تذکرہ ۔

ب ۴ ذی القرنین کے متعلق مختلف اقوال و روایات ۔

ب ۵ تواریخ مذکورہ مین کیا کیا مہینے استعمال ہوتے ہین اور اُن مہینون اور ان کے
دنون کے کیا نام ہین ۔ فارسیون، سغدیون، خوارزمیون، قدیم مصریون، مغربیون
اور یونانیون کے مہینون کا ذکر ۔ عبرانی تقویم اور مہینون کے بارے مین طولانی اور
دقیق بحث، ہلال کے طلوع کے متعلق یہود کے خیالات، اہل شام، قدماے عرب
قدماے مصر، اہل ثمود کے مہینے اور دنون کے عربی نام ۔ ماہ رمضان کی مقدار اور
المعتضد کے اصلاح شدہ تقویم کے مہینے ۔ خلاصہ جدول المشہور ۔

ب ۶ ایک تاریخ کو دوسری تاریخ سے کیسے نکالا جائے ۔ ملوک اور اُن کی مدت
حکومت کے حالات باختلاف آرا ۔ جدول اولاد حضرت آدم بہ اختلاف یہود و نصارٰی
تبصرہ و تنقید ۔ جداول مدبرین، ولاۃ، کاہنین، قضاۃ قبل و بعد عمارت بیت المقدس
انسان کی مدت عمر کے متعلق منطقی بحث اور عجائب طبیعی کا ذکر آشوری بابلی کالدی

قبطی، مقدونی، رومی بادشاہون کی تاریخی جدولین ملوک نصرانیہ قسطنطنیہ کی جدولین، اہل فارس کی تواریخ ملوک۔ پیشدادیون، کیانیون اور ساسانیون کے متعلق متعدد جدولین حسب اختلاف روایات۔ مختلف تواریخ کا مقابلہ بذریعے حساب ایام۔ حساب شطرنج، اور ایک تاریخ کا دوسری تاریخ سے برآمد کرنا۔

ب ۷ ادوار اور تقویمات[1] (یعنے سال کا وہ مقام جہان سے آغاز سال شمار کیا جاتا ہے) موالید سنین وشہور، اُن کی کیفیتون اور یہودی اور دیگر سنین کے کبائس[2] کا ذکر سیارون، کواکب اور بروج کے نام عربی، رومی، فارسی، سُریانی، عبرانی، سندی اور خوارزمی زبانون مین۔ کس طرح کسی تاریخ کے آغاز کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

یہ باب آثار کا نہایت دشوار باب ہے۔

ب ۸ مدعیان نبوت اور اُن کی امت کی تاریخین۔ بُدھ، مانی، مزدک بن ہمداد مسیلمہ، بھافرید بن ماہ فرودین، ہاشم بن حکیم المعروف بہ ابن المقنع حسین بن منصور حلاج، ابن ابی زکریا الطامی اور ابن ابی الغراقر کے حالات۔

افسوس ہے کہ یہ قیمتی باب موجودہ نسخون مین نامکمل ہے۔ زردشت کے حالات اس مین نہین پائے جاتے اور ابن ابی الغراقر کے حال مین صرف ایک دو فقرے باقی رہ گئے ہین۔ اگلے یعنے نوین باب کے ابتدائی مضامین نہین ہین اور اس طرح یہ باب بھی غیر مکمل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیچ کے اوراق (یا ابواب) گم ہوگئے اور نقل کرنے والون نے مجبوراً جتنا موجود تھا بتمام وکمال نقل کرلیا۔

[1] انگریزی مین (year point) کہتے ہین

[2] انگریزی مین (leap years) کہتے ہین۔

بیان کی ہے جہان سے ہو کر پانی گذرتا ہے۔ اخیر مین سطح اور ستارون کے نقشے بنانے کا حال بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس بارے مین اس وقت تک کوئی کتاب موجود نہ تھی۔

غرض یہ فہرست ہے بیرونی کی آثار الباقیہ کے مضامین کی لیکن محض اس فہرست کے اوپر سرسری نظر ڈال لینے سے کتاب کی خوبیون کا پورا اندازہ ہونا دشوار ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر ایک مبصر کو حیرت ہوتی ہے کہ سوا نو سو سال پہلے کس طرح کوئی مصنف ایسے عالمانہ اور محققانہ طور پر اس پایہ کی تصنیف کر سکتا تھا کسی مضمون کے متعلق تمام روایات کو جمع کرنا تنقیدی نظر سے اس کے ہر پہلو کو جانچنا، ہر ایک کی صحت و عدم صحت کی پوری تحقیقات کے بعد صحیح فیصلہ صادر کرنا بیرونی کے آثار کے ایسے عام خصائص ہین جو اس کی تصنیف کو دیگر تصانیف سے ممتاز کرتے ہین۔ جابجا ریاضی و حساب کی مدد سے معاملات کو پرکھا ہے اور موشگافی کے عجیب عجیب طریقون سے کام لیا ہے۔

اس مین شبہ نہین کہ اس کتاب کی تالیف کی غرض سے بیرونی کو بیشمار کتابین دیکھنی پڑی ہون گی، لیکن جو باتین بیرونی نے آثار مین جمع کی ہین ان کے اکثر حصے کے لیے محض کتابون سے کام نہین چل سکتا تھا۔ جابجا ہم دیکھتے ہین کہ آثار کے مصنف نے اپنی ذاتی معلومات سے بہت سے نئے امور جمع کیے ہین مثال کے طور پر اہل فارس اہل خوارزم اور اہل سغد کو لیجیے جن کے قومی اور مذہبی قوانین مراسم اور عقائد کے متعلق آثار مین بیش بہا معلومات جمع کی گئی ہین۔ بیرونی کے زمانے مین

عجمیون کے متعلق اسلامی علم ادب مین کافی تالیفات موجود تھین، لیکن کتاب کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر مسالا خود بیرونی کا جمع کیا ہوا ہے۔ ایران وخوارزم مین اُس وقت تک مجوسی کافی تعداد مین موجود تھے۔ یہ لوگ اکثر دیہات مین رہتے اور دہقان کہلاتے تھے۔ ان لوگون کا ملکی اقتدار تو مدتون سے جا چکا تھا لیکن اب اُن مین علمیت بھی مفقود تھی۔ مذہب اور رسم ورواج کی محض کورانہ تقلید کرتے تھے اور اُن سے کسی معاملے کی حقیقت جاننے کی امید کرنا فضول تھا۔ بیرونی کی محققانہ کوششون کا شکرگذار ہونا چاہیے کہ اُس کی بدولت ہمین آج سے ہزار سال پہلے کے ایک ایسے فرقے کے مستند حالات معلوم ہو سکتے ہین، جن کا نام و نشان بہت جلد اُن ملکون سے ہمیشہ کے لیے مٹنے والا تھا۔ بیرونی نے آتش پرستون کی نہایت عمدہ تقویم، عید نوروز اور تیوہارون کی فہرست اور کیفیت آثار مین تحریر کی ہے جو فی زماننا نہایت قابل قدر چیز ہے۔

کچھ مجوسیون ہی پر موقوف نہین ہے، یہودی تقویم کے متعلق بھی ایسی ہی مکمل معلومات کا ذخیرہ آثار مین موجود ہے۔ نسطوری وغیرہ عیسائی فرقون کے متعلق بھی جو کچھ لکھا ہے، قابل قدر ہے، خوارزمی، یونانی اور اسلامی تقویمون پر محققانہ ابواب لکھے ہین۔ علاوہ ازین شاہان قدیم کی فہرستین بڑی جانفشانی سے جمع کی ہین۔ غرض جس پہلو سے دیکھیے ایک بے نظیر دماغ کی کاوشون کے آثار ظاہر ہوتے ہین۔

اگرچاہین تو خاص دلچسپی کے مقامات بھی "آثار" مین سے کثیر تعداد مین جمع ہو سکتے ہین لیکن بنظر اختصار یہان پر صرف چند غور طلب اقتباسات درج کیے جاتے ہین۔

جن سے بیرونی کی ذہنی حالت پر گہری روشنی پڑتی ہے۔

فی زماننا "قدامت انسان" کا مسئلہ دنیائے علم کا ایک مسلم مسئلہ ہے، اور حکمائے عہد نسل انسان کے آغاز کو اب سے لاکھون برس پہلے ثابت کرتے ہین۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے زمانے مین اس قسم کے خیالات کی ابتدا ہوئے سو برس بھی نہین گذرے۔ چند سال پیشتر تک علمائے مغرب بالعموم پیدایش انسان کو مسیح کی ولادت سے صرف چار ہزار چار سال پہلے تصور کرتے تھے اور اس وقت بھی بلشمار لوگ ایسے موجود ہون گے جو کتب مقدسہ (یعنے اناجیل و تورات) کی بنا پر اس تاریخ کو ناقابل تردید تصور کرتے ہونگے۔ آج سے ہزار سال پہلے مسلمانون مین بھی (ہمارے زمانے کے مسلمانون کی طرح) یہود و نصاریٰ اور مجوسیون کے عقائد اور تاریخی روایتین نہایت کثیر تعداد مین مسلم تھین اور منجملہ دیگر امور کے نسل انسان کے آغاز کو صرف چند ہزار برس پہلے مانا جاتا تھا۔ لیکن بیرونی نے اس بارے مین جو کچھ لکھا ہے وہ موجودہ زمانہ تحقیق مین خاص دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

"امور قدیمہ مین سب سے زیادہ مشہور بات انسان کا عالم وجود مین آنا ہے لیکن اہل کتاب یعنے یہود و نصاریٰ اور مجوس وغیرہ مین اس کی کیفیت اور ابتدا کے متعلق ایسا اختلاف ہے کہ تواریخ مین اس قسم کے اختلاف کو کبھی روا نہین رکھ سکتے، ابتدائے خلق اور قرون سابقہ کے علم کے متعلق جتنی باتین ہین وہ بُعد وقت اور استداد زمانہ کے باعث غلط امور سے بھری ہوئی ہین اور محتاط سے محتاط شخص بھی اُس عہد کے امور کے حفظ اور ضبط سے عاجز ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے الم یاتهم نبأ الذین من قبلهم لا یعلمهم الا الله یعنے کیا ان لوگون کے پاس اُن لوگون کی جو ان سے پہلے ہوئے ہین کہانیان نہین ہین۔ سوائے خدا کے انھین کوئی نہین جانتا۔ لہذا

اور لے یہی ہے کہ ایسے امور مین کسی قول کو قبول نہ کیا جائے تا وقتیکہ اُس کی صحت کتاب معتمد یا خبر صحیح سے جس کی تصدیق شرائطِ ثقہ اور ظن اغلب سے ہوتی ہو، نہ ہو جائے ‘‘ (آثار صفحہ ۱۴-۱۳)

آگے چل کر یہود کی تاریخی روایات کی ناقابل اعتماد حالت نہایت شرح وبسط کے ساتھ دکھا کر بیرونی لکھتا ہے ۔

’’ یہ کچھ تعجب کی بات نہین ہے کہ ایسا اختلاف ایک ایسی قوم کی روایات مین پایا جاتا ہے جو کئی مرتبہ قید اور جنگ کی مصیبتین اُٹھا چکی ہے ۔ اقرب واولی قیاس یہی ہے کہ بنی اسرائیل دوسرے معاملات مین پھنس گئے اور اپنی تاریخی روایات کو برقرار نہ رکھ سکے خصوصاً ایسی مصیبت کی حالت مین ’’ جب ہر ایک عورت جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھی اپنے بچے کو بھول گئی اور حاملہ عورتون کے حمل گر گئے ‘‘ (سورہ ۲۲ ۔ آیت ۲) اس کے علاوہ حکومت اور ریاست ایک قبیلے مین نہین رہی تیسرے حکومت اور ریاست ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے کو ایسی ترتیب کے ساتھ نہین پہونچی کہ اُن کے حکمرانون کی تاریخین وغیرہ صحیح طور پر محفوظ رہ سکتین الخ (آثار صفحہ ۱۷)

جو لوگ عہد عتیق کے متعلق موجودہ تنقید تاریخی سے آگاہ ہین وہ بلا شبہ بیرونی کی ژرف نگاہی کی داد دین گے ۔

چوتھے باب مین بیرونی نے ذی القرنین کے متعلق مختلف روایات بیان کی ہین ۔ اُس کے بعد لکھتا ہے ۔

’’ عمر بن الخطاب رضؓ نے جس وقت لوگون کو ذوالقرنین کی بابت بحث کرتے دیکھا تو کہا ’’ کیا تمھارے لیے یہ کافی نہ تھا کہ انسانون کے حالات مین غور کرتے کہ تم دوسری بحث مین پڑ گئے اور انسانون سے گذر کر فرشتون کے حدود مین جا داخل ہوئے ‘‘ (آثار صفحہ ۴۰-۴۱)

عجیب وغریب اور فوق العقل روایات کو اس طرح مسترد کرنے کے بعد بیرونی نے بعض

لوگون کی اس رسالے کی تائید کی ہے کہ ذوالقرنین یمن کے قدیم بادشاہون مین سے ایک بادشاہ کا نام ہے اور ثبوت مین یہ دلیلین پیش کی ہین کہ یمن کے قدیم بادشاہون کے اکثر نام لفظ "ذو" سے شروع ہوتے ہین مثلاً ذوالمنار، ذوالاذار وغیرہ اور نیز یمن کی بعض روایات ذوالقرنین کی حکایات سے ملتی جُلتی ہین۔ آگے چل کر سدّ سکندری کے متعلق جو روایات مشہور ہین اُن کی عدم صحت کو ظاہر کیا ہے۔ الغرض یہ باب غور سے مطالعہ کرنے کے قابل ہے۔

اسی طرح اور بہت موقعون پر مافوق الفطرۃ اور ناممکن الوقوع امور کی محققانہ تردید کی ہے۔ مثلاً ذیل مین کس ظرافت اور لطف کے ساتھ اس قسم کے بیانات کا خاکہ اُڑایا ہے۔

"کعب الاخبار نے بیان کیا ہے کہ بتاریخ ۱۷۔ کانون یوشع بن نون کے لیے ایک روز جب کہ آسمان پر بادل گھرا ہوا تھا، سورج پورے تین گھنٹے حرکت سے رُکا رہا۔ اسی طرح شیعون مین جہلا امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے مین ایک روایت بیان کرتے ہین۔ اب اگر سوال کیا جائے کہ یہ حکایات صحیح ہین یا غلط تو ہم یہ کہین گے کہ جن پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے اُنھین گھڑیان بہت لمبی معلوم ہوتی ہین اور خیال ہوتا ہے کہ رہائی کا وقت نہایت آہستہ آہستہ آتا ہے۔ مثلاً علی بن الجہم نے جب غزوۃ الرجم مین گیا تھا ایک رات جس وقت زخمون اور تکان سے چور چور تھا کہا تھا۔

اَسَالَ بالصُّبحِ سَیلُ	اَم زِیلَ فِی اللَّیلِ لَیلُ
یعنے کیا کوئی سیلاب صبح کو بہا لے گیا	یا کوئی دوسری رات اس رات مین ملا دی گئی

معلوم ہین جس وقت رہا ہوا تو اس واقعہ کے متعلق برابر اس کے دماغ مین اوہام باطلہ موجود رہے۔"

ایسا ہی واقعہ گا ہے گا ہے رمضان مین پیش آجاتا ہے جب دن کے اخیر حصے مین بادل اور اندھیرا ہوتا ہے۔ لوگ روزہ کھول ڈالتے ہین اور تھوڑی دیر بعد جب مطلع تھوڑا بہت کھلتا ہے تو سورج آسمان پر چمکتا ہوا نظر آتا ہے،، (آثار صفحہ ۲۴۸-۲۴۹)

بیرونی دُنیا کے اُن حکما مین سے ہے جو قوانین قدرت کے استحکام اور یکرنگی پر مضبوط اعتقاد رکھتے ہین۔ غیر واقعی اور ناممکن الوقوع اُمور اُس کی نظر مین کبھی قابل قبول ثابت نہین ہوتے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے۔

،، ۵ و ۶ کانون (دسمبر) لوگ کہتے ہین کہ ۶ تاریخ کو ایک وقت ہوتا ہے جب کھاری پانی تمام صفحۂ زمین پر میٹھا ہو جاتا ہے۔ پانی کی تمام خاصیتین اُس زمین پر منحصر ہوتی ہین جہان سے اُس کا گذر ہوتا ہے یا جہان وہ ٹھہرا یا رہتا ہے۔ یہ خاصیتین غیر متغیر ہین اور اُس وقت تک نہین بدلتین جب تک کوئی اور باعث حائل نہ ہو جائے۔ لہٰذا یہ قول کہ اس وقت یہ پانی میٹھا ہو جاتا ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ متواتر تجربہ و مشاہدہ سے اس کلام کی بے بنیادی کا پردہ فاش ہو جائے گا اس لیے کہ اگر پانی میٹھا ہے تو کچھ مدت تک میٹھا رہے گا۔ ہان اگر تم اس وقت یا کبھی کھاری پانی کے کنوئین مین چند سیر موم ڈالدو تو ممکن ہے کہ اُس کا کھار کچھ کم ہو جائے گا۔ اصحاب التجارب (اہل تجربہ) نے بیان کیا ہے کہ اگر تم ایک ہلکی سی شمع موم کی بناکر سمندر کے پانی مین اس طرح رکھدو کہ اُس کا مُنھ (سطح آب سے) اوپر ہو تو برتن مین جو پانی ہوگا وہ میٹھا ہو جائے گا۔ اگر تمام کھاری پانی مین اتنا میٹھا پانی مل جائے کہ کھار جاتا رہے تب ایسا وقوع مین آسکتا ہے۔ اس کی مثال تنیس نامی جھیل سے ظاہر ہوتی ہے اُس کا پانی خریف اور موسم سرما مین میٹھا ہوتا ہے لیکن اور موسمون مین کھاری ہو جاتا ہے اس لیے کہ دریا سے نیل کا پانی اُس مین بہت کم داخل ہو سکتا ہے،،

(آثار صفحہ ۲۵۰)

لیکن جہان قوانین قدرت کی مضبوطی کا پورے طور پر معتقد ہے وہان اُس کی
رنگا رنگ کیفیتون اور پیچیدہ ولاینحل حالتون کا خیال بھی اس کے دماغ
مین موجود رہتا ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ موجودات مین اکثر اوقات ایسی طبیعی
کیفیتین ظہور پذیر ہوتی ہین جو بادی النظر مین ممکنات سے خارج معلوم ہوتی ہین اور
جن کے اسباب و علل کے معلوم کرنے سے اکثر انسانی عقل عاجز رہجاتی ہے۔
بنا برین عجائب طبیعی کے حقایق پر غور کرنا، اور اسباب و علل کا نکالنا ایک ایسا
کام ہے جس کی انجام دہی کے لیے بڑی ژرف نگاہی، اور موشگافی درکار ہے
عجائب طبیعی پر بیرونی جس تعمق کے ساتھ نگاہ ڈالتا اور اُن کے قدرتی اسباب
و علل کو نکالنے کی کوشش کرتا ہے اُسے دیکھ کر ہمین بے حد حیرت ہوتی ہے
اور بمشکل یقین آتا ہے کہ اس کامیابی کے ساتھ متقدمین حکما ے اسلام مسائل
طبیعی کے حل کرنے کی استعداد رکھتے تھے۔ ایک جگہ بیرونی نے دریاؤن اور
پانی کے چشمون وغیرہ سے بحث کی ہے، جہان قدرتی اسباب اور طبیعی وجوہ
کا کھوج لگایا ہے۔ یہ ایک نہایت دلچسپ بحث ہے اور میرے خیال مین
غیر معمولی تاریخی اہمیت کی مستحق ہے۔ جو لوگ مسائل طبیعیات مین دلچسپی لیتے
ہین وہ خاص کر اس طویل بحث کو غور اور شوق کے ساتھ مطالعہ کرین گے۔

وو ۲۸ - نیسان - مصر مین تیز ہوا اور ذوکسس مین بارش، سنان نے اپنے تجارب کی بنا
پر اس تاریخ مین مینھ برسنے کا ذکر کیا ہے۔ لوگ کہتے ہین کہ اس روز جنوبی ہوا چلتی ہے اور
دریا اور چشمے چڑھنے شروع ہوتے ہین۔ دریاؤن کا اس زمانے مین چڑھنا تمام دریاؤن کے
حق مین درست نہین ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے دریاؤن کی کیفیت مین بڑا اختلاف ہے مثلاً

جیحون اُس وقت چڑھتا ہے، جب فرات و دجلہ مین بہت کم پانی ہوتا ہے حقیقت یہ ہے
کہ اُن دریاؤن مین جن کے مخرج سرد ملکون مین واقع ہین گرمی مین جاڑے سے زیادہ
پانی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر دریاؤن کا اصلی پانی چشمون سے آتا ہے اور چشمون کے
پانی کی کمی زیادتی منحصر ہے اُس نمی پر جو پہاڑون پر، جہان سے دریا نکلتے یا ہو کر گذرتے ہین
گرتی ہے۔ چشمون مین جب پانی زیادہ ہوتا ہے تو دریا مین بھی سیلاب آتا ہے۔

یہ ہر شخص جانتا ہے کہ موسم سرما اور اوائل ربیع مین بہ نسبت کسی دوسری موسم کے بخارات
زیادہ گرتے ہین۔ شمالی ملکون مین جہان سردی کی شدت ہے، برف خوب جم جاتا ہے لیکن جب
ہوا گرم ہونے لگتی ہے اور برف پگھلتا ہے تو جیحون بھی چڑھتا ہے۔ ہے فرات و دجلہ اُن کے
مخارج زیادہ شمال مین نہین ہین۔ اسی وجہ سے موسم سرما اور ربیع مین اُن مین سیلاب آتا ہے
اس لیے کہ جو بخارات نازل ہوتے ہین وہ فوراً دریا مین آجاتے ہین اور ربیع کے شروع مین پانی
کا وہ حصہ جو منجمد ہوتا اس طرح پر دریا مین بہ آتا ہے۔

دریاے نیل کو لیجیے۔ جب فرات و دجلہ نہایت پایاب ہوتے ہین تو اُس مین طغیانی
ہوتی ہے اس لیے کہ اس دریا کا مخرج جبل القمر مین بیان کیا جاتا ہے جو ملک حبش مین شہر
اُسوان کے پرے جنوب مین واقع ہے۔ یہ مخرج یا تو بالکل خط استوا پر واقع ہے یا اُس سے
کچھ جنوب کی طرف ہٹا ہوا ہے۔ یہ امر ہنوز مشتبہ ہے اس لیے کہ خط استوا کے حوالی جیسا کہ
ہم نے اوپر بیان کیا ہے غیر مسکون ہین۔ ظاہر ہے کہ وہان پہنچنا کا منجمد ہونا دشوار ہے لہذا
اگر دریاے نیل کی طغیانی کا باعث بخارات کا گرنا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ پانی جہان گرتا ہے
وہان نہین ٹھہرتا بلکہ سیدھا نیل مین آجاتا ہے۔ لیکن اگر طغیانی کا باعث چشمے ہین تو ان چشمون
مین ربیع مین پانی زیادہ ہو جاتا ہے، لہذا نیل موسم گرما مین چڑھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ

جس وقت سورج ہم سے نہایت قریب اور ہمارے سر کے اوپر ہوتا ہے (یعنے موسم گرما مین) تو وہ اُن مواضع سے جہان سے نیل نکلتا ہے بہت دور ہوتا ہے۔ لہذا وہان اُس وقت سردی ہوتی ہے (اور اس وجہ سے نمی جمع ہوتی ہے)۔

اب سوال یہ ہے کہ موسم سرما مین پانی اس قدر کثرت سے کیون پیدا ہوتا ہے حقیقت الامر یہ ہے کہ حکیم عزوجل نے پہاڑون کے پیدا کرنے مین بہت سے منافع رکھے ہین بعض کا بیان ثابت بن مرہ نے اپنی کتاب مین لکھا ہے، جہان پہاڑون کے پیدا کرنے مین خدا کی حکمت کا ذکر کیا ہے۔ اُس مین بھی ایسی ہی غرض ہے جیسی خدا نے سمندر کے پانی کو کھاری بنانے مین رکھی ہے۔

ظاہر ہے کہ پہاڑون مین گرمی سے زیادہ سردی مین نمی گرتی ہے اور بمقابلہ میدانون کے زیادہ گرتی ہے۔ جب نمی گرتی ہے تو اُس کا کچھ حصہ دریاؤن مین بہ آتا ہے، کچھ حصہ نالون اور پہاڑی گڈھون مین گرکر جمع ہوجاتا ہے۔ بعد مین یہ جوف او عیون (چشمون) مین ہوکر بہتا ہے۔ چونکہ موسم سرما مین وہ چیز، جن سے چشمون کا حجم بڑھتا ہے (یعنے نمی) زیادہ پیدا ہوتی ہے لہذا اس موسم مین پانی کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ اب اگر جوف (پہاڑون کی چٹانون کے شگاف جن مین پانی موجود ہے)، پاک صاف ہے تو اس مین سے پانی بھی صاف شفاف اور شیرین برآمد ہوگا۔ اور اگر ایسا نہین ہے تو پانی کی مختلف حالتین اور خاصیتین ہوجائین گی جن کے علل ہم سے مخفی ہین۔

اب رہا چشمون کا اُبلنا اور پانی کا چڑھنا سو اُس کی شرح یہ ہے کہ اُن کا خزانہ (ریزروائر) اُن سے زیادہ بلندی پر واقع ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی سمجھنی چاہیے جیسی فوّارے کی اس لیے کہ پانی کے اوپر چڑھنے کا بس یہی ایک سبب ہے۔

اکثر لوگون نے، جو علم طبیعیات سے ناواقف ہین اور اپنی جہالت کے لیے یہ بہانہ ڈھونڈ لیا کرتے ہین کہ خدا کی حکمت ہی ایسی ہے، اس بارے مین مجھ سے بحث کی۔ اپنے خیالات کی تائید مین وہ کہتے تھے کہ ہم نے نہرون اور نالون مین پانی چڑھتے دیکھا ہے۔ یعنے جتنا پانی اپنے مخرج سے ہٹتا جاتا ہے اُتنا ہی وہ (اپنے موج سے) اونچا ہوتا جاتا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ ان لوگون نے پہاڑی ندیون مین پانی بہتے دیکھا ہے، جن کی ہر فی میل پچاس سے لیکر سو گز تک نیچے کی طرف کو ڈھلوان ہوتی ہے۔ اگر کوئی کسان کہین پر اس ندی سے نالا کاٹ کر نکالے اور اُس کا ڈھال اوپر کی طرف کو ہو تو پہلے پانی بہت تھوڑا آتا ہے، لیکن بالآخر دریا کے پانی کی سطح سے کہین اونچا چڑھ جاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان امور مین بصیرت نہ رکھتا ہو تو وہ خیال کرے گا کہ دریا کا بہاو خط مستقیم مین یا اوپر کی طرف کو ڈھلوان ہے۔ ایسے شخص کو فوراً یقین ہو گا کہ دریا اوپر کی طرف چڑھ رہا ہے۔ اس شک کے دور کرنے کے لیے لابدی ہے کہ انھین اُن آلات کی حقیقت سے مطلع کر دیا جائے جن سے زمین تولی اور جانچی جاتی ہے اس لیے جس وقت وہ اُس زمین کا وزن کرین گے جس مین ہو کر پانی گذرتا ہے تو انھین اپنے خیالات کے خلاف یقین کرنا ہو گا۔ (اس قسم کے خیالات سے لوگ دست بردار نہین ہو سکتے) تا وقتیکہ وہ علوم طبیعیہ کا مطالعہ نہ کرین اور یہ نہ جانین کہ پانی مرکز او مرکز کے قریب کے موقع کی طرف حرکت کرتا ہے۔

اس بات مین قطعاً شک و شبہ کی گنجایش نہین ہے کہ پانی کو جہان چاہین بلندی پر لیجا سکتے ہین، حتیٰ کہ پہاڑ کی چوٹی تک، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ مقام (جہان پانی پہونچانا مقصود ہے) اُس کے اصلی خزانے سے نیچا ہو (اس لیے کہ پانی اُس کی سطح تک پہونچ کر رہ جائے گا، اور کوئی چیز پانی کے اوپر چڑھنے مین حائل نہ ہو۔ پانی اپنے فعل طبیعی مین کسی قوی چیز کا محتاج ہے جو بطور آلے کے کام دے۔ یہ چیز ہوا ہے۔ یہ عمل نہرون مین جن کے بیچ مین ایسے پہاڑ ہوتے ہین

جو وجود نہیں ہو سکتے اکثر کام مین لایا گیا ہے۔

اس مسئلے کی مثال اُس آلے سے ظاہر ہو گی جس کا نام سارقۃ الماء (پانی چور) ہے۔ اس آلے مین پانی بھر دو اور اُس کے دونون سرون کو دو برتنون مین رکھدو جن کے پانی کی سطح برابر ہو۔ سارقۃ الماء کا پانی دیر تک ٹھہرا رہے گا اور کسی برتن مین نہ گریگا اس لیے کہ ایک برتن بمقابلہ دوسرے کے پانی سے زیادہ قریب نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ دونون برتنون مین گر پڑے اس لیے کہ آلہ مذکور خالی ہو جائے گا۔ خلا جیسا کہ بعض حکما کا خیال ہے یا محال ہے یا جیسا کہ بعض کا خیال ہے موجود ہے جو کہ اجسام کو کھینچتا ہے۔ اب اگر خلا محال ہے تو یہ بھی ناممکن ہے اور اگر خلا کوئی شے ممسکہ ہے تو وہ پانی کو ٹھہرائے رہتی ہے اور رہنے نہیں دیتی تا وقتیکہ اُس کی جگہ کسی دوسری چیز سے نہ بھر جائے۔ لیکن اگر تم اس آلے کا ایک سرا دوسرے سے نیچا رکھو تو پانی اُسی طرف کو بہتا ہے اس لیے کہ اگر اُس کی جگہ نیچی ہو گئی ہے تو وہ مرکز ارض کے زیادہ قریب ہے اور اس لیے پانی اُس کی طرف بہتا ہے اور اجزا کے اتصال کی وجہ سے مسلسل بہتا ہے یہ پانی اُس وقت تک اُس سمت مین بہتا ہے جب تک برتن کا پانی، جہان سے پانی آتا ہے ختم نہو جائے یا اُس برتن کے پانی کی سطح جہان پانی بہتا ہے اُس برتن کے پانی کی سطح کے برابر ہو جائے جہان سے پانی آتا ہے۔ غرض یہ مسئلہ پہلی حالت پر لوٹ آتا ہے۔

اسی اصول پر پہاڑون مین عمل کیا گیا ہے۔ کبھی کبھی پانی نلون کے ذریعے سے کنوون سے اوپر آجاتا ہے بشرطیکہ اُن کا پانی اوپر چڑھنے والا ہو۔ اس لیے کہ وہ پانی جو چارون طرف سے گر کر کہین جمع ہو جائے اوپر نہین چڑھتا وجہ یہ ہے کہ اُس کا ماخذ قریب کا پانی ہے اور اس پانی کی سطح اُس پانی کے متوازی ہے جہان سے یہان پر پہونچتا ہے۔

برخلاف اس کے ایک قسم کا پانی ہوتا ہے جو زمین سے اُبلتا ہے۔ ایسے پانی کی بابت

لوگ خیال کرتے ہین کہ وہ شاید سطح زمین تک آپہونچے اور اُس پر پھیل جائے - اس قسم کا پانی اکثر اُن ملکون مین پایا جاتا ہے، جو کوہستان کے قریب ہین اور جہان جھیلین یا گہرے دریا موجود نہین ہین - اگر ایسے پانی کا خزانہ سطح زمین سے بہت بلند ہوتا ہے تو پانی اُبلتا ہوا نکلتا ہے بشرطے کہ شگاف (جس مین سے پانی اُبلتا ہے) تنگ ہو - لیکن اگر خزانہ نیچا ہے تو پانی سطح زمین تک پہونچ سکے گا - پہاڑون مین اکثر خزانہ ہزارون گز اونچا ہوتا ہے ایسی حالت مین پانی قلعون اور مینارون کی چوٹیون تک پہونچ سکتا ہے -

مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ یمن کے لوگ اکثر یہان تک (کنوان) کھودتے ہین کہ وہ اُس چٹان تک پہونچ جاتے ہین جس کے نیچے اُن کے خیال مین پانی ہوتا ہے تب وہ چٹان کو بجا کر دیکھتے ہین اور پانی کی مقدار آواز سے معلوم کرتے ہین اور بالآخر ایک چھوٹا سا سوراخ کر کے پانی کا حال معلوم کرتے ہین - اگر ٹھیک ہوتا ہے تو پانی نکلنے اور بہنے دیتے ہین لیکن اگر خوف ہوتا ہے تو فوراً چونے اور گچ سے بند کر دیتے ہین اس لیے کہ انھین یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کہین "سیل العرم" کی طرح سیلاب پیدا نہو جائے -

آبہ شہر اور طوس کے درمیان پہاڑ کی چوٹی پر پانی کی ایک چھوٹی سی جھیل ہے جسکا دور ایک فرسنگ (یعنے قریب بیس ہزار فٹ انگریزی) ہوگا - اس جھیل کا نام سبزرود ہے (اور اُس کا پانی ہمیشہ جون کا تون رہتا ہے) اس کے تین اسباب ہو سکتے ہین -

(۱) یا تو اُس کا مادہ کسی ایسے خزانے سے، جو جھیل سے بہت اونچا ہے، آتا ہے، اگرچہ اس خزانے کا موقع وہان سے بہت دور ہو، اور اس مین اتنی مقدار مین برابر پانی آتا رہتا ہے جتنا آفتاب کی شعاعین اُس جھیل مین سے بخارات مین تبدیل کر دیتی ہین -

(۲) یا اُس کا مادہ کسی ایسے خزانے سے پہونچتا ہے جس کی سطح اُس جھیل کی برابر ہے

اور اس وجہ سے اس جھیل کا پانی خزانے کی سطح سے پست و بلند نہین ہوتا۔

(۳۳) یا اُس کے مخارج کی کیفیت کسی طرح پر آلہ مسلمی "اللّٰہ تجیج" اور خود گدار لیمپ "سراج الخادم لنفسہ" کے پانی سے مشابہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تم ایک پانی کی صراحی "جرۃ الماء" یا دیا "دبۃ الدھن" لو۔ اور صراحی یا چراغ دان (یا دیا) کے کنارون مین باریک باریک چھید "ثلمًا لطافًا" بناؤ پھر اُس مین ایک تنگ سوراخ (نقبۃ ضیقۃ) بناؤ جو برتن کے دہانے سے اتنی دور پر ہو جتنی دور تک تم پانی صراحی مین یا تیل چراغ دان مین رکھنا چاہتے ہو (یعنے سوراخ وہ نشان ہے جہان تک ہمین پانی یا تیل رکھنا مقصود ہے) اُس کے بعد تم جرہ کو طشت مین اور دبہ کو لیمپ "سراج" مین اُلٹ پلٹ کر ڈالو۔ تب پانی اور تیل باریک باریک سوراخون مین سے نکل آئے گا یہان تک کہ وہ اس سوراخ کی سطح تک آپہونچے گا۔ جب اتنی مقدار جتنی سوراخ مین سے نکلتی ہے خرچ ہو جائے گی تب وہ نکلیگی۔ جو سوراخ کے بعد مین ہے اس طرح اخیر تک پانی کی ایک سی حالت باقی رہے گی۔

اسی جھیل سے مشابہ میٹھے پانی کا ایک کنوان ضلع کیاک کوہستان مانکور مین ہے۔ یہ ڈھال کی برابر بڑا ہے اور اُس کے پانی کی سطح ہمیشہ کنوین کے کنارے کے متوازی ہوتی ہے اکثر فوج کی فوج اس کنوین کے پانی سے سیراب ہو جاتی ہے اور اُس مین اُنگلی بار بھی فرق نہین ہوتا۔ اس کنوین کے قریب کسی انسان کے پیر کا نشان اس حیثیت سے بنا ہوا ہے جیسے گویا کوئی عبادت مین مشغول تھا۔ وہ ہاتھون، انگلیون اور گھٹنون کے نشان ہین۔ نیز بچّے کے پیرون اور گدھون کے سمون کے نشانات بھی ہین۔ غزی ترک ان نشانات کو پوجتے ہین۔

اسی طرح کی ایک چھوٹی سی جھیل جو ایک میل مربع (ساڑھے چھ ہزار فٹ) ہے کوہ

بامیان پر واقع ہے۔ گاؤن جوڈھال پر واقع ہے اُس کا پانی اسی جھیل مین سے ایک چھوٹے سے سوراخ مین ہوکر آتا ہے اور وہان کے باشندون کی ضروریات کے لیے کفایت کرتا، لیکن اس سے زیادہ دستیاب نہین ہوتا۔

اکثر میدان مین بھی، جہان کے پانی کا خزانہ بلندی پر ہو، پانی اُبلنے لگتا ہے اگر پانی کے اُبلنے کی طاقت کسی سبب مانع کی وجہ سے رُکی رہتی ہے تو جس وقت یہ مانع دور ہو جاتا ہے فوراً پانی اُبلنے لگتا ہے۔ الجیحانی نے بخارا اور القریۃ الحدیثہ کے درمیان مین ایک قریہ کا ذکر کیا ہے، جہان کھودنے والون نے مال کے خزانے کی تلاش مین ایک پہاڑ کو کھودا۔ یکایک اُن کی زد سے رُکے ہوئے پانی کو نکلنے کا موقع مل گیا۔ پھر تو کسی طرح وہ اُن کے روکے نہ رکا اور آج تک جاری ہے۔

اگر تمھین تعجب ہی کرنا ہے تو ایک عجیب موقع پر جس کا نام فیلوان ہے اور جو جرجان کے قریب واقع ہے۔ اظہار تعجب کر سکتے ہو۔ یہ ایک برآمدہ (صُفّہ) کی شکل کی چیز ہے جو پہاڑ مین کھدی ہوئی ہے۔ اس کی چھت پر سے پانی گرتا ہے، تو پانی جم کر لمبی شمائل کی صورت مین بن جاتا ہے۔ جرجان کے اکثر لوگون کی زبانی مین نے سنا ہے کہ لوگون نے کدالون سے اُس پر ضربین مارین تو جس جگہ چوٹ پڑی وہ جگہ خشک ہو گئی اور پانی بالکل نہ بڑھا۔ حالانکہ قیاس چاہتا ہے کہ اگر بڑھا نہین تو حالت اصلی پر ضرور رہنا چاہیے تھا۔

اس سے بھی بڑھ کر عجیب جامع مسجد قیروان کے وہ دو ستون ہین جن کا ذکر جیحانی نے ”کتاب الممالک و المسالک“ مین کیا ہے۔ لوگون کا بیان ہے کہ ہر جمعہ کو طلوع آفتاب سے پہلے

۵ اسے انگریزی مین ” Teicles “ کہتے ہین اور یہ برف کی وہ خاص صورت ہوتی ہے جب وہ چھجے وغیرہ سے جم کر لٹک جاتا ہے۔

ان سے پانی ٹپکتا ہے۔ العجب کہ عین جمعہ کے روز ایسا ہوتا ہے۔ اگر یہ واقعہ عموماً ہفتے کے روز
پیش آتا تو فرض کیا جاتا کہ اس کا تعلق ماہتاب کے فلان موقع شمس پر پہونچنے کے باعث سے
ہے۔ غرض یہ قابل قبول امر نہین ہے اس لئے کہ جمعہ کے روز کا ہونا ایک ایسی شرط ہے جس پر
اسے محمول نہین کیا جا سکتا۔ کہتے ہین کہ بادشاہ روم نے اُن کے خریدنے کے لیے لوگ روانہ
کیے تھے اور کہلا بھیجا تھا کہ مسلمانون کے لیے نقد قیمت اس سے بدرجہا افضل ہے کہ اُن کی
مسجد مین دو پتھر موجود ہون۔ لیکن اہل قیروان نے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ ہم خدا کے گھر سے
نکال کر انھین شیطان کے گھر نہ بھیجین گے۔

اس سے بھی بڑھ کر عجیب چیز قیروان کا متحرک ستون ہے۔ یہ ایک طرف کو جھکا ہوا
ہے۔ جب یہ ستون جھکتا ہے تو لوگ اُس کے نیچے کوئی چیز رکھ دیتے ہین اور جب سیدھا ہوتا
ہے تو وہ چیز اُس کے نیچے سے نکالی نہین جا سکتی۔ اگر شیشہ نیچے رکھ دیا جائے تو اُس کے
کچلنے اور ٹوٹنے کی آواز آتی ہے۔ کوئی شبہہ نہین کہ یہ محض ایک صنعت کا کرشمہ ہے، جیسا
کہ اس کے محل وقوع سے ظاہر ہوتا ہے" (آثار الباقیہ صفحہ ۲۷۱-۲۷۵-۱۳۱)

ہم نے یہ مقام جو زیادہ طویل ہے تمام و کمال نقل کر دیا ہے تاکہ پورے طور پر
ناظرین اندازہ کر سکین کہ مسائل طبیعی کی عقدہ کشائی مین بیرونی نے کیسی باریک
بین طبیعت پائی تھی۔

تاریخی روایات کی چھان بین کی کیفیت مندرجۂ ذیل بحث سے ظاہر ہوگی جو
بیرونی نے اہل اسلام کے قمری مہینون کے مشہور ایام کے تاریخی واقعات پر تبصرہ کرتے
ہوئے بذیل یوم عاشورۂ محرم تحریر کی ہے۔

"لوگ کہتے ہین کہ اس روز خدا نے آدم کی خطا معاف کی۔ نوح کی کشتی اسی دن کوہ جودی کی

چوٹی پر ٹھہری۔ حضرت عیسیٰ اس دن پیدا ہوئے حضرت موسیٰ نے اُس روز فرعون کے پنجے سے رہائی پائی۔ حضرت ابراہیم پر اس روز آتش نمرود سرد ہوئی۔ حضرت یعقوب کی آنکھون مین اس روز بصارت واپس آئی۔ یوسف اسی روز چاہ کنعان سے نکالے گئے سلیمان اُس روز تخت نشین ہوئے۔ قوم یونس نے اس روز عذاب الٰہی سے نجات پائی۔ ایوب نے اس روز مرض سے صحت حاصل کی۔ حضرت زکریا کی دعا اُس دن قبول ہوئی۔ نیز یہ بھی مشہور ہے کہ اسی دن حضرت موسیٰ نے بعد دو پہر ساحران مصر پر فتح پائی۔ اگرچہ ممکن ہے کہ یہ تمام واقعات ایک ہی تاریخ مین پیش آئین لیکن یہ باتین محض اُن قصہ گویون کی بکواس ہین جو تحقیق علمی کے طریقون سے واقعات اخذ کرنے سے نابلد ہین اور روایات کو اہل کتاب کی روایات سے مطابق کرنے کی کوشش نہین کرتے۔

بعض لوگون کا خیال ہے کہ عاشورہ عبرانی لفظ "عاشور" سے معرب ہے جو یہودیون کے ماہ تشرین (یعنے یہودی سال کے پہلے مہینے) کی دسوین تاریخ ہے جس دن کپور کا روزہ ہوتا ہے یہ بھی کہتے ہین کہ اس روزے کی تاریخ کا عربی مہینون سے انطباق کیا گیا اور پہلے عربی مہینے کی دسوین تاریخ اسکے لیے مقرر کی گئی جس طرح کہ یہودیون کے پہلے مہینے کی دس تاریخ مقرر تھی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے سال مین اسی تاریخ (دس محرم) کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ بعد مین یہ حکم منسوخ ہوگیا اور رمضان مین روزے مقرر ہوئے۔

لوگون مین یہ روایت بھی مشہور ہے کہ رسول مقبول نے مدینہ منورہ وارد ہونے کے دن یہودیون کو عاشور کا روزہ رکھتے دیکھا۔ جب آپ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُس روز خدا نے فرعون کو غرق کیا تھا اور موسیٰ اور بنی اسرائیل کو اس کے پنجے سے نجات دلائی تھی۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ

بہ نسبت یہود کے ہم موسیٰ سے زیادہ قریب ہیں۔ پس اُسی روز آپ نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان کے روزے مقرر ہوئے تو عاشورہ کے روزے کا نہ آپ نے حکم دیا نہ اُس کی ممانعت کی۔

علمی تحقیقات سے یہ روایت صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ سال ہجرت میں محرم کی پہلی تاریخ جمعہ کا روز ۱۶۔ تموز ۹۳۳ھ سکندری تھی۔ لیکن اس روز کا یہودی تقویم سے مقابلہ کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ یہودی سال کا پہلا دن یک شنبہ ۱۲۔ ایلول مطابق ۲۹ صفر تھا۔ لہٰذا عاشورے کا روز سہ شنبہ ۹۔ ربیع الاول کو واقع ہوا اور رسول مقبول کی ہجرت ربیع الاول کے نصف اول میں پیش آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کو روزہ رکھنے کا جب سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا تھا: "اس دن میں پیدا ہوا، اس دن نبوت ملی، اس دن ہجرت ہوئی"۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے دوشنبہ کو ہجرت وقوع میں آئی۔ بقول بعض ۲۔ ربیع الاول بقول بعض ۸۔ ربیع الاول اور بقول بعض ۱۲۔ ربیع الاول کو ہجرت پیش آئی۔ بہرحال تاریخ ہجرت ۸۔ ربیع الاول مسلم ہے اس لیے کہ ۲۔ اور ۱۲۔ ربیع الاول دوشنبہ کو آکر نہیں پڑتیں اس سال کے ۱۔ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن تھا، دوسری کو سہ شنبہ کا اور ۱۲۔ کو جمعہ تھا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد مدینہ ہونا (تاریخ ۸۔ ربیع الاول) یہودی مہینے کی دسویں تاریخ (مطابق ۹۔ ربیع الاول) سے ایک دن پہلے وقوع میں آیا اور عاشورہ کسی طرح محرم میں واقع نہیں ہوا۔ ہاں ہجرت سے دس اور تیس سال پہلے اور بیس اور تیس سال بعد جا کر ضرور ایسا ہوا۔

اس لیے یہ دعویٰ باطل ہے کہ رسول اللہ نے عاشورہ کے دن اس وجہ سے روزہ رکھا کہ وہ اس سال (قمری) کے پہلے ماہ کی دس تاریخ تھی اور دونوں تاریخیں (یعنی دس تشرین اور دس محرم) ایک دن واقع ہوئی تھیں۔

صورت ہو سکتی ہے کہ تم عاشورہ کو یہودی سالکے پہلے سال کے عربی سال کے پہلے ماہ مین منتقل کردو، اسلیے
کہ ہجرت کے پہلے سال مین محرم کی پہلی تاریخ جمعہ کا دن اور دس محرم دوشنبہ کا دن تھا۔ نیز
ہجرت کے دوسرے سال یہودیون کا عاشور اور رسول اللہؐ کے وارد مدینہ ہونے کی تاریخین
ایک نہین ہو سکتین اس لیے کہ اُس دن عاشور (یوم السبت (شنبہ) تھا۔
اب رہا یہودیون کا یہ قول کہ اُس روز (یعنی عاشور کو) فرعون غرق ہوا تو یہ خود
توراۃ سے غلط ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ یہ واقعہ ۲۱ر نیسان کو پیش آیا جو ایامِ فطیر مین سے
ساتوان دن تھا۔ رسول اللہؐ کے وارد مدینہ ہونے کے بعد یہودی پیسور کا شروع شنبہ
کا دن ۲۲ر اذار ۹۳۳ سکندری مطابق ۱۷ر رمضان ہے اور جس دن فرعون غرق ہوا
وہ ۲۳ر رمضان ہوئی۔ پس یہ روایت بھی سرتاسر غلط ثابت ہوتی ہے۔"

(آثار الباقیہ صفحہ ۳۲۹-۳۳۰)

اب ہم اخیر مین صرف ایک مقام اور نقل کرنا چاہتے ہین۔ آثار کے آٹھوین
باب مین جہان مدعیان نبوت کے حالات لکھے ہین وہان منصور حلاج کے مختصر
حالات بھی درج کیے ہین۔ کتاب کی تصنیف کے وقت منصور کے قتل کے واقعہ
کو کم وبیش نوے سال گزرے تھے۔ یہ خیال رکھتے ہوے کہ منصور کے سوانح
پر اسوقت تک تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے یہ حالات خاص دلچسپی سے پڑھے جانے
کے قابل ہین اور تاریخی حیثیت سے بھی کسی قدر نئی روشنی ڈالتے ہین:۔

"المقنع کے بعد ایک شخص صوفی منش فارسی النسل ابو الحسن بن منصور الحلاج پیدا ہوا۔ سب
پہلے اُس نے مہدی ہونے کا دعوے کیا اور کہا کہ مین خودِ طالقان واقع دیلم سے آیا ہون۔ لوگ اُسے
پکڑ کر بغداد لیگئے۔ یہان اُسے تشہیر کے بعد قید کر دیا گیا، لیکن قید سے نکل بھاگا۔ منصور ایک شعبدہ پرداز

اور متصنع شخص تھا اور ہر مذہب اور فرقے کے لوگون سے اُنکے اعتقادسے اتفاق ظاہر کرکے
میل جول پیدا کرتا تھا۔ بعد مین یہ دعوی کیا کہ روح القدس مجھ مین حلول کرگئی ہے اور اپنے
آپ کو "الٰہ" کے نام سے موسوم کیا۔ اُس کے ایک خط مین جو اپنے پیروون کے نام لکھا تھا
حسب ذیل الفاظ درج عنوان کیے تھے "مِنَ الھُوَ ھُوَ الاَزَلِی الاوَّل النُّورِ الشَّاطِعِ اللّامِعِ
والاَصْلِ الاَصْلِی وحجۃ الحجج وربّ الاربابِ ومنشی السَّحابِ ومشکوۃ النورِ وربّ الطُّور
المتصوّرِ فی کُلّ صُورۃٍ اِلی عبدِہٖ فلان" یعنی یہ خط ہے اُسکی طرف سے جو کہ ازلی اور ابدی ہے
جو چمکتا ہوا نور، تمام اصلون کی اصل، تمام حجتون کی حجت، خداؤن کا خدا، بادلونکا بنانیوالا،
نور کا دریچہ، طور کا خدا ہے اور تمام صورتون مین نہان ہے، فلان بندہ کا نام۔ اُس کے پیرو
اپنے خطوط کو جو اُسکے نام بھیجتے تھے اس طرح شروع کرتے تھے "بسبحانک یا ذات الذاتِ
ومنتھی غایۃ اللذّاتِ، یا عظیمُ یا کبیرُ اَشھدُ اَنکَ البارئ القدیمُ المنیرُ
المتصورُ فی کلّ زمانٍ وفی زماننا فی صورۃ الحسین بن منصورِ عبیدک ومسکینک
وفقیرک والمستجیر بک والمنیب الیک الراجی رحمتکَ یا علّام الغیوب یقول
کذا وکذا" یعنی شروع تیری تعریف کے ساتھ اے تمام ہستیون کی ہستی، تمام خوشیون کی انتہا،
اے عظیم اے کبیر، مین گواہی دیتا ہون کہ تو باری اور قدیم ہے اور روشنی کا پیدا کرنیوالا اور تمام
زمانون مین ظاہر ہونے والا ہے اور ہمارے زمانے مین حسین بن منصور کی شکل مین ظاہر ہوا ہے۔ تیرا غلام
مسکین فقیر، تیری مدد کا محتاج، تیری پناہ کا طلبگار اور تیری رحمت کا امیدوار اے پوشیدہ باتون کے
جاننے والے یہ اور یہ عرض کرتا ہے۔

منصور نے اپنے دعوے مین بہت سی کتابین لکھی ہیں مثلاً "کتاب نور الاصل" "کتاب
جبر الاکبر" اور "کتاب جبر الاصغر"

سنہ ۳۰۹ھ مین خلیفہ المقتدر باللہ نے گرفتار کر لیا - ایک ہزار تازیانے لگوائے اور ہاتھ پیر کٹوا کر قتل کرا دیا بعد اسکے بدن روغن نفتہ ڈلوا کر جلوا دیا اور خاک دریاے دجلہ مین ڈالدی - دوران قتل مین اُس نے مُنھ سے ایک لفظ نہ نکالا بلکہ پیشانی پر بل بھی نہ پڑا اور لب تک نے جنبش نہ کی -

منصور کے مذہب کے پیرو کچھ لوگ اس وقت تک موجود ہین جن کا عقیدہ ہے کہ مہدی طالقان سے پھر ظاہر ہوگا - اس مہدی کے متعلق کتاب الملاحم مین مذکور ہے کہ وہ دنیا کو انصاف سے بھر دیگا - جیسے کہ اسوقت جور و تعدی سے بھری ہوئی ہے - اس کتاب مین کہین لکھا ہے کہ وہ محمد بن عبداللہ ہوگا، کہین ہے کہ وہ محمد بن علی ہوگا - چنانچہ جب مختار بن ابی عبید الثقفی نے لوگون سے محمد الحنفیہ کے گرد جمع ہونے کا اعلان کیا تو یہی دعوی کیا کہ یہ مہدی موعود ہے -

ہمارے زمانہ مین کبھی لوگ مہدی کے آنے کے منتظر ہین اور خیال کرتے ہین کہ جبل رضوی مین اُس کا قیام ہے - بنو امیہ السفیانی کے ظہور کے منتظر ہین، جس کا کتاب الملاحم مین ذکر آیا ہے اس کتاب مین یہ بھی لکھا ہے کہ دجال جو لوگون کو گمراہ کریگا ناحیۂ اصفہان سے اُٹھے گا - منجمین کا خیال ہے کہ وہ جزیرہ برطانیہ سے یزدجرد بن شہریار کے ۴۶۶ سال بعد ظاہر ہوگا - انجیل مین دجال کے ظہور کے علامات مذکور ہین - یونانی اور مسیحی کتابون مین جیسا کہ مار اثاوریس اسقف مصیصیہ نے تفسیر انجیل مین بیان کیا ہے، اُس کا نام انطیخرسطوس ہے" (آثار صفحہ ۲۱۱-۲۱۲)

(۵)

اب ہم بیرونی کی اُس تصنیف کی طرف متوجہ ہوتے ہین جو اُس نے ہند کے متعلق لکھی ہے۔ اس کتاب کا پورا نام "کتاب ابی الریحان محمد بن احمد البیرونی فی تحقیق ما للھند من مقولہ مقبولہ فی العقل او مرذولہ" ہے۔ اس کتاب کا منشا اُس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس مین ہندوون کے متعلق ہر قسم کی معلومات خواہ وہ عقلاً قابل قبول ہون یا نہ ہون، جمع کی گئی ہین۔ ہم بلحاظ اختصار اسے "کتاب الہند" کے نام سے موسوم کرتے آئے ہین، اور آیندہ بھی اسی نام سے اس کا ذکر کرین گے۔

اوپر بیرونی کے حالات مین یہ لکھا جا چکا ہے کہ افغانستان پہونچنے کے بعد بیرونی نے ہندو علوم پڑھنے کا اہتمام کیا اور اسی غرض سے مغربی ہندستان کی طالبعلمانہ سیاحت بھی کی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حصول مرام مین بیرونی کہان تک کامیاب رہا۔

ہندو علوم کا مخزن سنسکرت زبان تھی۔ ہمارے زمانے مین اس قدیم زبان کے سیکھنے کے واسطے جو آسانیان مہیا ہین وہ پانچوین صدی ہجری کے اوائل مین موجود نہ تھین۔ لیکن آج بھی جو شخص سنسکرت زبان سیکھنے اور اُس مین ادبی اور علمی مہارت حاصل کرنے کے لیے مستعد ہو، وہ بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ اس کے لیے اُسے کتنی جان توڑ محنت اور کتنا عزیز وقت صرف کرنا ہو گا۔

بیرونی فتح خوارزم کے بعد (۴۰۸ھ) جب غزنی پہونچا اُسکی عمر

پینتالیس[۴۵] سال سے متجاوز ہو چکی تھی، اور جس وقت اُس نے کتاب الہند ختم کی، (۴۲۳ھ) اُسکی عمر ساٹھ سے اوپر تھی۔ پینتالیس[۴۵] اور ساٹھ[۶۰] سال کی عمر کے درمیان مین جو مدت ہے وہی بیرونی کی اُس طالب علمی کا زمانہ ہے۔ نہایت غیر معمولی شوق، اعتماد، ہمت اور استقلال درکار ہین کہ عمر کے اس حصّے مین کوئی شخص ایسی شدید دماغی محنت کے لیے کمربستہ ہو جائے۔

بیرونی کے لیے اس امر مین صرف عمر ہی کا ایک سوال نہ تھا، جس کے لیے مردانہ عزم درکار تھا۔ سنسکرت زبان خود بیرونی کے لیے ایک ایسی زبان تھی جس کی غیر معمولی دشواری دوسرے کی ہمت توڑ دینے کو کافی ہوتی۔ بھلا کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ ایک خوارزمی مسلمان، جس کے چالیس سال سخت دماغی کاوشون مین گزر چکے ہون، ایک غیر مانوس، مشکل الحصول، غیر ملکی غیر مذہبی زبان کو، جو حدود اسلام سے باہر ہو، سیکھنے کی کوشش کرے، اور یہ سب نہ کسی معاوضہ کی امید پر اور نہ کسی کی ہمت افزائی سے، بلکہ محض بہ نیتِ تحقیقاتِ علمی۔ خود تاریخ اسلام مین، جہان شایقینِ علوم کی تعداد شمار اور اندازے سے باہر ہے، یہ واقعہ اپنی نظیر آپ ہے۔ یہ امر بالکل یقینی ہے کہ ابن رشد اور ابن سینا ارسطو اور جالینوس کی زبان سے بالکل ناواقف تھے۔ گو اُنھون نے علوم یونان سے بہت کچھ فیض اُٹھایا اور دنیا کو پہونچایا، لیکن کبھی اُنھین اصلی سرچشمے پر پہونچنے کا خیال بھی نہین آیا، بلکہ اُنکا دار مدار کلیتہً ان عربی تراجم پر رہا جو دوسرون نے یونانی کتابون سے کیے تھے۔ ایک طرف یہ صورت ہے، دوسری طرف بیرونی کی مثال ہے، جس نے علوم ہند اور اہل ہند کے حقیقی

اور واقعی حالات پر مطلع ہونے اور دنیا کو ان سے واقف کرنے کی نیت سے اُنکے ملک کی سیاحت کی اُن مین رہ سہ کے خود اُنکی زبان سیکھی اور اُنکی مذہبی اور علمی تصانیف بہم پہونچا کر خود مطالعہ کیا۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا کسی کو اس سے انکار ہوگا کہ "حکمائے اسلام بلکہ حکمائے عالم مین بیرونی ایک غیر معمولی امتیاز کا واقعی مستحق ہے" معلوم ہوتا ہے کہ حکیم مطلق نے اس بے نظیر حکیم کے جسم مین طلب علم کی وہ روح بھر دی تھی، جو بہت کم جسمون مین پائی گئی ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ تباین السنہ کی جو سد راہ اقوامِ عالم مین حائل ہے اور ایک قوم کو دوسری قوم کی علم و دانش سے محروم رکھنے کے لیے ایک عمیق خلیج ہے دُور ہو جائے اور بلا واسطۂ غیرے آپس کے میل جول سے وہ فائدہ اُٹھایا جائے جو نسلِ انسان کی ترقی تمدن اور عقل و دانش کا راز اعظم رہا ہے۔

بغیر سنسکرت کے دشوار و پیچیدہ صرف و نحو اور لغات پر کامل دسترس حاصل کیے نا ممکن تھا کہ بیرونی اہل ہند کے مذہب، فلسفہ، ہیئت، نجوم اور ریاضی کے ادق مسائل کو اس خوبی، صحت اور وسعت کے ساتھ سمجھ سکتا۔ زمانے کے سامنے اس وقت کتاب الہند موجود ہے اور اُس کے ہوتے ہوئے بیرونی کے تبحر کی دوسری شہادت پیش کرنا غیر ضروری ہے محض کتاب کے مضامین کی فہرست پر ایک سرسری نظر ڈال لینے سے بھی اتنا معلوم ہو سکتا ہے کہ بیرونی اپنی غرض و غایت کے حاصل کرنے مین کس حد تک کامیاب ہوا، اگرچہ صحیح اندازہ کرنے کے لیے لازمی ہے کہ اس کتاب کا ایک ایک لفظ خود پڑھا جائے۔ مضامین ملاحظہ ہون:۔

(۱) ہندوؤن کے عام حالات بطور مقدمہ (۲) خدائے تعالیٰ کے بارے مین

ہندوؤن کا اعتقاد (۳) موجوداتِ عقلیہ و حسیہ کے بارے مین ہندوؤن کے خیالات (۴) فعل کا سبب کیا ہے، اور نفس (روح) کا مادہ سے کیا تعلق ہے (۵) ارواح کا حال اور تناسخ ارواح کا مسئلہ (۶) سزا و جزا اور جنت و دوزخ (۷) دنیا سے خلاص کی کیفیت اور کس طرح خلاص حاصل کیا جائے (۸) خلائق کی مختلف جنسوں کے نام (۹) مختلف طبقوں (ذاتون) کا ذکر (۱۰) سُنَن (قوانینِ مذہبی) اور نوامیس (قوانینِ عدالت) اور پیغمبرون اور نسخِ شرائع کے بارے مین (۱۱) بُت پرستی کا آغاز کیسے ہوا اور مخصوص بتون کا ذکر (۱۲) وید، پران اور مذہبی کتابون کا ذکر (۱۳) کتبِ نحو و شعر کا ذکر (۱۴) کتبِ علوم کا ذکر (۱۵) اوزان و پیمایش کی تفصیل (۱۶) ہندو رسوم الخط اور حساب وغیرہ کا ذکر اور چند بدیع امورِ متعلقہ کی توضیح (۱۷) وہ علوم جو جہلا مین شائع ہین (۱۸) مختلف معارف مثلاً ہندوؤن کے بلاد، انہار اور دریاؤن اور انکے ممالک اور حدود کے مابین مسافات کا ذکر (یہ باب گویا ہندوستان کا جغرافیہ ہے) (۱۹) کواکب اور بروج کے نامون اور منازلِ قمر اور اسی طرح کی دوسری باتون کا ذکر (۲۰) برہمانڈ کا ذکر (۲۱) ارض و سما کی صورت اُنکی مذہبی روایات کے موافق (۲۲) قطب کے متعلق روایات (۲۳) اصحابِ پرانات وغیرہ کے اعتقاد کے موافق کوہ میرو کا ذکر (۲۴) پرانون کے رو سے سات دویپ کا ذکر (۲۵) دریاؤن اور انکے مخرجون اور گذرگاہون کا ذکر (۲۶) ہندو منجمین کے خیال کے موافق زمین و آسمان کی صورت (۲۷) ہندو منجمین اور اہلِ پران کے خیالات متعلق حرکتین الاولین (۲۸) دس سمتون کی تصریح (۲۹) لنکا المعروف بقبتہ الارض کا ذکر (۳۰) ممالک ارض کی تقسیم حسب خیالات اہلِ ہند (۳۱) مختلف مقامات کے اطوال البلاد (۳۲) مدتِ دورِ زمان اور عالم کی پیدایش اور فنا کا ذکر (۳۳) دن کی مختلف قسمون اور رات اور دن کا ذکر۔

(۳۴) دن کی تقسیم چھوٹے چھوٹے حصون مین (۳۵) سالون اور مہینون کی
قسمین - (۳۶) اُن چار مقدارون کا ذکر جنھین "مان" کہتے ہین (۳۷) دلون
اور مہینون کی تقسیم حصون مین (۳۸) اوقات کی مختلف مقدارین برہمن کی عمر کا
ذکر (۳۹) ان اوقات کا ذکر جو برہمن کی عمر سے زیادہ ہین (۴۰) سندھ یعنے زمانون
کے درمیان فصل مشترک کا ذکر (۴۱) کلپ اور چترجگ کی تشریح اور ایک کی تعریف
دوسرے کی مدد سے (۴۲) چترجگ کی تقسیم جگون مین اور ہر ایک سے اختلاف کا
ذکر (۴۳) چارون جگون کے خواص اور اخیر جگ کی کیفیت (۴۴) منونترون کا
ذکر (۴۵) بنات النعش کا ذکر (۴۶) نارائن مختلف اوقات مین اس کا ظہور اور اُس کے
نام (۴۷) واسدیو اور جنگ مہابھارت (۴۸) مقدار اکشوہنی کی توضیح (۴۹) تواریخ
رسنین مروجہ کا ذکر بالاجمال (۵۰) کلپ اور چترجگ مین ستارون کی گردش (۵۱)
ادھماس، اونراترا، اہرگن کی، جو مختلف ایام کی مقدار ظاہر کرتے ہین تشریح
(۵۲) مطلق اہرگن کا حساب یعنے سالون کے مہینون کو دنون مین بدلنا اور دنون سے
سالون اور مہینے بنانا (۵۳) اہرگن یعنے سالون کا مہینون مین اُن خاص قواعد
موافق جو تقویم مین خاص تاریخون اور خاص وقتون کے معلوم کرنے مین استعمال
ہوتے ہین، تبدیل کرنا (۵۴) ستارون کے اوساط معلوم کرنا (۵۵) ستارون کی
ترتیب، بُعد اور جسامت کا ذکر (۵۶) چاند کی منزلین (۵۷) ستارون کے ظاہر
ہونے اور ہندوون کی ایسے موقعون پر خاص رسمون کا ذکر (۵۸) سمندر کے پانی
مد و جزر کا ذکر (۵۹) کسوفِ شمس و قمر کا ذکر (۶۰) پرون کا ذکر (۶۱) ازروے مذہب
منجوم ہند، "ارباب الازمنہ" اور اسی قسم کے دوسرے امور کا بیان (۶۲) سنیچر

یعنی ساٹھ سالہ کا جسے شدبد بھی کہتے ہین، ذکر (۶۳) برہمنون کے متعلق مخصوص امور اور اُن فرائض کا جو انھین اپنی زندگی مین انجام دینے ہوتے ہین، ذکر (۶۴) برہمنون کے سوا دوسرے ذات کے لوگ جو رسوم برتتے ہین اُن کا ذکر (۶۵) قربانیون کا ذکر (۶۶) حج اور مقامات متبرکہ کی زیارت کا بیان (۶۷) صدقات اور آمدنی کے اخراجات کا ذکر (۶۸) کھانے پینے مین کونسی چیزین جائز اور ممنوع ہین (۶۹) نکاح حیض، نفاس اور حمل کا ذکر (۷۰) دعاوی (مقدمات) کا ذکر (۷۱) سزا اور جرمانے کا ذکر (۷۲) توریث اور حقوق المیت کا ذکر (۷۳) میت کے جسد کے حقوق (۷۴) روزون اور اُن کی مختلف قسمون کا ذکر (۷۵) روزون کی تعیین (۷۶) عیدون اور میلون کا ذکر (۷۷) متبرک ایام سعد اور نحس اوقات، اور حصول ثواب کی مخصوص ساعتون کا بیان (۷۸) کرنون کا ذکر (۷۹) یگون کا ذکر (۸۰) ہندوون کے احکام نجوم کا ذکر اور اصول و قواعد نجوم بقاعدۂ اہل ہند۔

اس طرح کتاب الہند کل اسّی بابون پر تقسیم ہے۔ مضامین کی گوناگونی اور طرز تحریر کے حیرت انگیز ایجاز کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ واقعی بیرونی نے دریا کو کوزے مین بھر دیا ہے۔

کتاب الہند کے پہلے ہی باب مین بیرونی نے ہندو علوم کے تحصیل کی دشواریون پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اہل ہند اور اہل اسلام آپس مین بالکل مختلف ہین اور کوئی بات ایک کی دوسرے سے نہین ملتی۔ زبان، مذہب، رسم و رواج طریق معاشرت و تمدن غرض ہر چیز ان کی اُن سے مختلف ہے۔ ہندوون کی علمی زبان سنسکرت کی مشکلات کا وہ شاکی ہے، اور کہتا ہے کہ

عربی کی طرح یہ بھی ادق ہے۔ ایک ایک لفظ کے لیے بہت سے ہم معنی الفاظ ہیں اور اکثر الفاظ کثیر المعانی ہیں جسکی وجہ سے تا وقتیکہ محل استعمال کو ملحوظ نہ رکھا جائے اُس کے سمجھنے یا ترجمہ کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ نیز مسلمانوں کے لیے یہ بھی ایک بڑی دشواری ہے کہ وہ سنسکرت حروف کے صحیح تلفظ سے قاصر ہیں اور اُن کا لب ولہجہ ٹھیک طور پر حروف کے مخارج کو ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا

ہزار آفرین ہے علامۂ ممدوح پر کہ کسی دشواری سے اُس کی ہمت پست نہ ہوئی اور کسی وقت کو دھیان میں نہ لایا۔ اُس زمانے کے ہندوؤں سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنا اور اُن میں رہ سہ کر اس طرح علم سیکھنا نہایت مشکل کام تھا۔ ہندو ملیچھ، حملہ آور قوم کے لوگوں سے بچتے تھے اور بیرونی نے صاف لکھا ہے کہ اجنبیوں بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ اُن کا علمی بخل بہت سخت تھا۔ واللہ اعلم کن ترکیبوں سے بیرونی نے علماے ہند کو رام کیا۔ فی الحقیقت سب سے پہلی اور ضروری بات زبان دانی تھی۔ زبان آجانے پر بیرونی جیسے متبحر کے لیے ہندو علوم کی کتابوں کا سمجھ لینا ایسا دشوار نہ تھا اور چنداں تعجب نہیں کہ کچھ مدت بعد بیرونی پنڈتوں کی مدد سے مستغنی ہو گیا کہ اُس کے تبحر کو دیکھ کر خود اُس کے استاد پانی بھر جاتے تھے۔ چنانچہ بیرونی خود لکھتا ہے۔

"ہندو ہیئت دانوں سے (ابتدائی) میرا تعلق بوجہ اجنبی ہونے کے شاگردانہ رہا، لیکن تھوڑے زمانے میں جب کچھ واقفیت ہو گئی تو میری حیثیت اُستادی کی ہو گئی۔ چونکہ مجھے ہیئت اور ریاضی میں پوری مہارت تھی میں انھیں خود درس دینے لگا۔ پنڈتوں کو میری معلومات سے بڑا تعجب ہوا اور حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ تم نے کس ہندو پنڈت سے یہ معلومات حاصل کی

انھین کسی طرح یقین نہ آتا تھا کہ کوئی اجنبی اُن کے ملک مین آکر ہمسری کا دعوی کرسکتا ہے۔ وہ لوگ مجھے ساحر سمجھتے اور اپنی زبان مین "بحر" (ساگر) پکارتے تھے" (الہند باب اول)

کتاب الہند ہند و علوم کے متعلق پہلی کتاب نہ تھی۔ عہدِ عباسیہ مین دربارِ بغداد کی ہنر پروری کا شہرہ سُن کر چند علماے ہند اسلامی ممالک کی حدود مین جا پہونچے تھے اُس عہد کے مسلمانون کا علمی شوق ایسا نہ تھا کہ ان لوگون سے بغیر فائدہ اُٹھائے رہتا۔

خلافتِ عباسیہ کے ابتدائی زمانے مین ہی بعض کتابین علوم ہند کے متعلق شائع ہو چکی تھین اور اہل عرب طب ہند اور ہیئت ہند سے یونانی طب و ہیئت سے پہلے روشناس ہو چکے تھے۔ منکا اور صالح نے عہد ہارونی مین اور سکیا اور ابن داہان نے عہد مامونی مین کئی طبی کتابون کے ترجمے مسلمانون مین شائع کر دیے تھے اور چرک و سسترا کی طبی تالیفات تو اس زمانے سے بھی پہلے مطبوعِ عوام ہو چکی تھین۔ ہند و ہیئت کی کتاب "برہم سدھانت" جو عربی ادب کی تاریخ مین سند ہند[1] کے نام سے مشہور ہے المنصور کے زمانے مین ۱۶۲ھ ہجری (۷۷۸ء) مین عربی زبان کے اندر ترجمہ ہو چکی تھی اور بطلیموس کی کتاب المجسطی سے پہلے عربون مین

[1] سدھند کا مصنف برہم گپت تھا۔ مشرقی تاریخِ علمی مین اس ہندو عالم کا نہایت اعلیٰ پایہ ہے۔ برہم سدھانت (یعنی سدھند) کو مصنف نے تیس برس کی عمر مین تیار کیا تھا۔ بطلیموس اور فیثاغورث کی کتابون کی اشاعت سے پہلے اہل عرب نے برہم گپت ہی کی کتاب سے ہیئت کے مسائل سیکھے تھے۔ اس کو الفزاری نے چند پنڈتون کی مدد سے عربی مین نقل کیا تھا۔ اس کے علاوہ برہم گپت کی کتاب "کرن کھنڈ کھاڈیک" کا بھی ترجمہ ہوا تھا جس کا نام "الارکند" مشہور ہے۔ سند ہند جس کا عربی تصانیف مین اس کثرت سے ذکر آیا ہے ابھی تک دستیاب نہین ہوا۔

مطالعۂ افلاک کا مذاق اس کتاب نے پیدا کردیا تھا۔ محمد ابراہیم الفزاری[1]، یعقوب بن طارق[2] الخوارزمی[3]، ابوالحسن اہوازی[4] اور ابو معشر بلخی[5] نے ہیئت مین جو کتابین لکھین وہ بیشتر اسی کتاب کے نقش قدم پر تھین۔ علاوہ ہندوستانی ہیئت وطب کے، نجوم کے احکام، خوابون کی تعبیر، قیافہ شناسی، زراعت اور موسیقی وغیرہ کے بارے مین بھی بہت سی تالیفات عربی ادب مین منتقل ہو گئی تھین۔ غرض بیرونی سے پہلے مسلمان ہندو علوم سے روشناس ہو چکے تھے اور اس قسم کی تمام تصانیف غالباً بیرونی کے کتب خانے مین موجود تھین اور نیز اُس کے مطالعہ مین آئی تھین۔ لیکن اس قسم کی معدودے چند ابتدائی تصانیف سے جو امتدادِ زمانہ اور نقل درنقل کی وجہ سے قطعاً مسخ اور ناکارہ ہو گئی تھین، بیرونی جیسے متجسس اور محقق کی کیا تشفی ہو سکتی تھی۔ اُسکا تو یہ عقیدہ تھا کہ علوم ہند کا راز سربستہ اس وقت تک کبھی نہ کھلے گا جب تک وہ

---

[1] محمد بن ابراہیم بن حبیب الفزاری ایک منجم تھا جس نے سدھانت کا ترجمہ کیا جسے بیرونی "قانون الفزاری" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ شائع کر کے اہل [illegible] ہیئت ہند کو رواج دیا تھا۔ الفزاری خود اور اس کا باپ ایک مشہور مہندس تھا۔ [illegible] سب سے پہلا اصطرلاب بنایا تھا اور بنا سے بغداد کے وقت [illegible] کا کام انجام دیا تھا۔ محمد بن ابراہیم کی کتابین مفقود ہین ۱۲

[2] یعقوب بن طارق بیرونی سے پہلے ہیئت، ریاضی، علم [illegible] اور جغرافیہ ہندوستان سے واقف تھا [illegible] سنہ ۱۶۱ ہجری [illegible] بیرونی نے فزاری سے زیادہ اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی تصانیف [illegible] زیادہ [illegible] ہے

[3] الخوارزمی کے حالات اوپر لکھے جا چکے ہین ۱۲ —

[4] ابوالحسن اہوازی غالباً الفزاری اور ابن طارق کا معاصر تھا۔ ستارون کی حرکات کی جدولین [illegible] ارجابادو [illegible] ہیئت [illegible] تیار کی تھین ارجابھٹ کی کتاب سدھانت سے جو شائع ہوئی تھی ۱۲

[5] ابو معشر صاحب تصانیف کثیرہ ہے جن مین سے اکثر نجوم پر ہین۔ بیرونی ابو معشر کے تصانیف کے متعلق بہت اچھی رائے نہین رکھتا۔ سنہ ۲۷۲ ہجری (۸۸۵ عیسوی) مین اُس نے وفات پائی۔ یورپ مین عہد وسطی مین ابو معشر منجملہ اُن مسلمان حکما کے تھا جن پر اہل یورپ کے علم و حکمت کا مدار تھا۔ اس زمانے مین یورپ مین وہ البومیسر کے نام سے مشہور تھا ۱۲

خود اصلی کتب کے مطالعہ کی قابلیت پیدا کرلے۔ کتاب الہند کے شروع مین
بیرونی نے کتاب الہند کی تالیف کا سبب بیان کیا ہے اُس سے اس امر پر کافی
روشنی پڑتی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اُستاد ابوسہل عبدالمنعم بن نوح
الطفلسی کی مجلس مین ایک دوست سے (جس کا نام اور حال کچھ نہ معلوم ہوسکا)
بیرونی کی ادب، تاریخ مذہب اور فلسفے پر گفتگو ہوئی۔ شدہ شدہ جب فلسفہ و مذہب ہند
کا ذکر آیا تو بیرونی نے کہا کہ بالعموم مسلمانون کی ہندوون کے متعلق جو کچھ معلومات ہین
وہ غلطیون اور نقایص سے مملو ہین اس لیے کہ یہ معلومات ایسے تراجم وغیرہ پر مبنی ہین
جن کی صحت مین کلام ہے اور جن مین سے بعض قطعًا پایۂ تحقیق سے گری ہوئی
ہین۔ ابوسہل نے جب خود ہند کے متعلق عربی لٹریچر کا مطالعہ کیا تو بیرونی کی
رائے سے اتفاق کیا اور درخواست کی کہ بیرونی اس کمی کو پورا کردے۔ غرض
ابوسہل کی فرمایش پر یہ کتاب لکھی گئی۔

اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس سے پہلے بیرونی نے ہندوون کے
متعلق کوئی کتاب نہ لکھی تھی۔ خاص مباحث پر وہ کئی تصانیف حوالۂ قلم
کر چکا تھا، لیکن بلا شبہہ اس جامعیت کے ساتھ اہل ہند کے بارے مین اُس کی کبھی
کوئی کتاب موجود نہ تھی۔ کتاب الہند سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر حسب
ذیل سنسکرت کتابون کے ترجمے اُسنے عربی مین کیے تھے۔

(۱) کپل کی سانکھ اور (۲) پاتنجل (۳) پانی ساسی دھانت مصنفہ برہم گپت
(۴) برہم سدھانت (سندھند) مصنفہ برہم گپت (۳) اور (۴) کا ترجمہ کتاب الہند کی

ے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسہل غالبًا دربار غزنی کا کوئی اسول عہدہ دار تھا ۱۲

تصنیف کے وقت تک نامکمل تھا۔ (۵) برہم ہتیا اور (۶) لکھو جاٹم مصنفہ وراہمہیر

اسی دوران میں وہ حسب ذیل کتابوں کو سنسکرت زبان میں ترجمہ کر رہا تھا (۱) مقالات اقلیدس (۲) کتاب المجسطی (۳) اصطرلاب بنانے کے قواعد میں خود بیرونی کی لکھی ہوئی کتاب۔ علاوہ ان تراجم کے زیچ الارکند کے ترجمے کا بھی خیال ظاہر کیا ہے اور بعد میں اس خیال کو پورا بھی کیا جبکہ مروجہ ترجمہ ناقابل اطمینان تھا۔ ہند کے متعلق پانچ چھ اور کتابیں خاص بیرونی کی تالیفات سے کتاب الہند میں بہ سبیل التذکرہ مذکور ہیں۔

کتاب الہند کے مضامین پر مطلع ہو جانے کے بعد بیرونی کا طریق تحریر معلوم کرنا ازبس ضروری ہے۔ بیرونی کتاب الہند میں وہ امور بیان کرتا ہے جو اس نے خود دیکھے، سنے یا بالاسے ہم پڑھے ہیں۔ ہر مضمون کو نہایت بے تعصبی اور کشادہ دلی سے بیان کیا ہے اور کتاب کا پڑھنے والا صفحے کے صفحے پڑھتا چلا جائے تو بھی اکثر اسے پتہ نہ چلے گا کہ اس کا لکھنے والا کوئی غیر مذہب کا شخص ہے۔ انداز تحقیق اور طرز تحریر سے مشکل سے خیال ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف آج سے نو سو سال پہلے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے زمانے کا کوئی بے تعصب اور راستباز محقق نہایت کامیابی کے ساتھ ہندو تہذیب و تمدن کی داستان سنا رہا ہے۔ جنبہ داری اور نا رواداری کا نام و نشان بھی نہیں مل سکتا اگرچہ وہ مسلمان ہے، لیکن ہندو حکما کے خیالات سے جابجا اتفاق رکھتا اور ان کے بعض علمی مسائل کو فراخ دلی کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ سب سے بڑھ کر

وہ سچائی کا شیدا اور ناراستی اور ریا سے سخت متنفر ہے۔

بیرونی کا اس تصنیف سے ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ اس کے ذریعے ہندوؤں کے خیالات کی تردید کی جائے، اُن کے مذہب کی بُرائیاں دکھائی جائیں اور اس طرح انھیں اپنے اعتقادات سے برگشتہ کیا جائے، اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے قلم سے خود اُنھیں کے صحیح خیالات کا اظہار ہے۔ ہندو تہذیب و عقل کی کہانی خود اہل ہند کی زبانی سنائی اور تمدن ہند کی تصویر خود ہندو مصوروں کے قلم سے کھینچی ہے۔ وہ بار بار اعادہ کرتا ہے کہ میں کسی امر کے کذب و صدق کا ذمہ دار نہیں۔

کتاب الہند کے ابواب کا التزام اس طرح پر کیا گیا ہے کہ ہر باب ایک مختصر عام تمہید سے شروع ہوتا ہے۔ تمہید کے بعد باب تین اجزا پر منقسم معلوم ہوتا ہے۔ اول مسئلۂ زیر بحث کی تشریح کی جاتی ہے، پھر اُس پر بوضاحت بحث کرتا ہے اور بعدہ مستند مصنفین ہند کی کتابوں سے مناسب موقع اور موزوں اقتباسات اپنے بیان کی تائید میں پیش کرتا ہے۔ علاوہ ازیں جا بجا مقابلہ اور نقد سے بھی کام لیتا ہے۔ غرض درایت، شہادت، ذاتی معلومات اور روایات ہر قسم کے معلومات سے مدد لینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ التزام تمام ابواب میں مشترک ہے۔ ساری کتاب میں ایک لفظ بھی فضول اور لاحاصل استعمال نہیں کیا گیا۔ جامعیت کے ساتھ اختصار بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے، لیکن جہاں توضیح درکار ہے، یا بغیر تفصیل کے دشواری لاینحل معلوم ہوتی ہے وہاں ایجاز کی خاطر وضاحت کو بالائے طاق نہیں رکھا۔ چھوٹی بڑی عام و خاص کسی قسم کی تحقیق ہو، اُس کے سامنے محنت

اور وقت کی کچھ پرواہ نہین کی ہے۔
بیرونی کے خیال مین ہندو اعلی پایہ کے فلسفی، نہایت عمدہ ریاضی دان اور ماہر ہیئت تھے۔ فلسفہ ہند سے اُسے ایک خاص دلچسپی ہے اور اُس کی جانب اُس کا قوی رجحان ہے اور اسکے متعلق بیرونی کی معلومات بھی بہت وسیع معلوم ہوتی ہین۔ ہند کے مسائل فلسفہ کو ناظرین کے ذہن نشین کرنے کی غرض سے بیرونی ہر جگہ فلسفہ یونان سے جس مین اُسے دستگاہ کامل ہے، مقابلہ کرتا ہے۔ بلاشبہ اُس کے کتب خانے مین یونانی کتب کے تراجم کا مکمل ذخیرہ موجود تھا اور اُس کا یونانی کتب حکمت کا مطالعہ نہایت وسیع اور غائر تھا۔ اعلی حکماے یونان کی تصانیف سے کثیر اقتباسات لیکر اہل ہند اور اہل یونان کے خیالات کا مقابلہ کیا ہے۔ جس قابلیت سے بیرونی نے اس کام کو انجام دیا ہے تعریف نہین کی جا سکتی۔ یونانیون کے سوا، مجوسیون، یہودیون، عیسائیون، صوفیون اور مانویون کے خیالات بھی مقابلے مین پیش کیے ہین۔
بیرونی کا عقیدہ ہے کہ قدیم حکماے یونان و ہند، جنھین وہ طبقہ عوام سے جدا سمجھتا ہے خود اُس کی طرح پکّے موحد تھے۔ شاذ ہی اُس نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ مذہب اسلام کو مذہب ہنود سے برتر ثابت کرے۔ یہ اُس کے انداز تحقیق کے خلاف بات ہے اور وہ اس کا روادار نہین ہو سکتا کہ مباحث علمی مین مذہبی مناظرے کا دروازہ کھولا جائے۔ یہ سچ ہے کہ بیرونی نے اہل ہند کے بعض خیالات سے اختلاف کیا ہے، لیکن یہ اختلاف محض عالمانہ اختلاف ہے اور منصفانہ تنقید کے دائرے مین داخل ہے۔ ہندون کی

عقل و دانش کا وہ مداح ہے اور جہاں ممکن ہوتا ہے اُن کے خیالات سے اپنے خیالات کو مطابق کرنے مین نہایت عرق ریزی اور دقت نظری سے کام لیتا ہے بیرونی نے ہندوون کی صنعت و دستکاری کی تعریف کی ہے چنانچہ ایک جگہ ہندوون کے نہانے کے تالابون کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اس فن مین ہندوون کو کمال چابکدستی ہے۔ مسلمان جب اُن تالابون کو دیکھتے ہین تو دنگ رہ جاتے ہین اور ویسے تالاب بنانا تو درکنار اُن کے بیان سے بھی عاجز رہ جاتے ہین"

بیرونی نے جہان سنسکرت لٹریچر سے بحث کی ہے وہان بہت سی کتابون کے نام لکھے ہین۔ اُن کثیر التعداد سنسکرت تصانیف کی فہرست کا تحریر کرنا جن کے نام کتاب الہند مین مذکور ہین، شاید بمشکل ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہو سکتا ہے اس لیے ہم اُن کے بیان سے قطع نظر کرتے ہین، البتہ اتنا بتا دینا یہان ضروری ہے کہ مسلمانون مین بیرونی پہلا شخص ہے جس نے پرانون کو پڑھ کر اہل اسلام کو اُن سے مطلع کیا۔ کتاب الہند مین جابجا مناسب انتخابات بھی دیے ہین۔ اس سے پہلے کوئی مسلمان پرانون کے نام تک سے واقف نہ تھا۔ بھگوت گیتا کے پاکیزہ خیالات سے بیرونی خاص طور پر متاثر معلوم ہوتا ہے اور اس لعل بے بہا کو بیرونی ہی نے سب سے پہلے اہل اسلام مین شہرت دی۔ کثرت سے اس کتاب کے اقتباسات کتاب الہند مین پائے جاتے ہین۔ رامائن، مہابھارت اور منو کی دھرم شاستر سے بھی ضروری مقامات نقل کیے ہین۔

بیرونی کے زمانے مین وسط ایشیا، خراسان، افغانستان اور شمال مغربی ہند سے

بودھ مذہب کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ اس وجہ سے بیرونی جیسے تلاشی کو اس مذہب کے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہوئین۔ اُس نے حسب معمول کوشش ضرور کی لیکن کسی ذریعہ سے وہ معلومات بہم نہ پہونچا سکا۔ بودھون کے بارے مین اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ زرقان نامی ایک مصنف سے، جسپر اُسکو خود اعتماد نہین، ماخوذ ہے۔ بُدھ کو سدھودن کا، جو بدھ کا باپ تھا، ہم قافیہ سمجھ کر بدھودن لکھا ہے، بودھ نجومیون مین صرف گندر اور سگر یو کے نام لکھے ہین اور بودھون کے متعلق صرف ایک یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ اپنے مُردے دریا کے پانی مین بہا دیتے ہین۔ ایک موقع پر بیرونی نے پشاور کی ایک عمارت کا ذکر کیا ہے جو کنشک کا گنبد کہلاتی تھی اور جس کی بابت یہ روایت مشہور تھی کہ راجہ کنشک کی بنوائی ہوئی ہے کتاب الہند کے سولھوین باب مین ہند کے مختلف رسم الخطون کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ادودن پور مین، جو پورب دیش مین ہے، بھیکشکی خط مروج ہے جو بودھون کا خط ہے" پچیسوین باب مین، جہان کوہ میرو کے متعلق بودھون کا خیال بیان کیا ہے، صاف لکھا ہے:-

"چونکہ مجھے بودھ مذہب کی کوئی کتاب نہین ملی اور نہ کسی بودھ سے ملاقات ہو سکی جس سے بُدھ مذہب کا پتا چلتا، مین نے جو کچھ لکھا ہے ایران شہری کے بیان پر لکھا ہے"

ے کتاب الہند مین بیرونی نے ہندوون کے متعلق کسی مسلمان عالم کی تصنیف سے اقتباس نہین کیا ہے بلکہ ہمیشہ ہندوون کی کتابون یا اپنی ذاتی معلومات سے کام لیا ہے لیکن ایران شہری ایک ایسا شخص ہے جس کی کتاب سے کہین کہین انتخاب کیا ہے یہ کتاب مذاہب و ملل کی تواریخ تھی۔ الآثار کی تالیف کے وقت بھی یہ کتاب بیرونی کے پیش نظر تھی اور اس سے ایک متعلم اہل ایران اور دوسرا اہل ارمن کی روایات کے متعلق نقل کیا ہے۔ بیرونی نے ایران شہری کی اس کتاب کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ مذہب یہود و نصاریٰ اور مانی کا جو بیان ابوالعباس ایران شہری نے لکھا ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک رسالہ مصنفہ زرقان بودھ پر ہے۔

میرے خیال مین ایران شہری کو خود بھی اس کی تحقیق نہ تھی"

بلاشبہ اگر بیرونی کو ملک مین زیادہ سیر و سیاحت کا موقع ملتا تو مذہب بودھ کے متعلق معقول سرمایہ جمع کر لیتا۔

جس طرح یونانی مورخ ہیرودوٹس[۵۸] نے مصر اور مغربی ایشیا کے تمدن کو چراغ سحری پایا تھا، اسی طرح بیرونی نے ہند کے قدیم تہذیب و تمدن کو، جسے قائم ہوئے اور معراج کمال کو پہونچے صدیان ہو چکی تھین، آفتاب لب بام پایا

بیرونی سے پہلے جن غیر ملکی سیاحون نے حالات ہند لکھے ہین اُن مین سب سے اول بادشاہ سلیوقس کا (جو اسکندر اعظم کا جنرل تھا اور اُس کی وفات کے بعد وسط ایشیا کا بادشاہ بن گیا) سفیر میگستانیز[۵۹] تھا۔

یہ مشہور یونانی سفیر ہند کے نامور راجہ چندر گپت موریا کے (جو ہند کے مشہور راجہ اشوک کا دادا تھا) دربار مین کئی سال تک رہا۔ اس کے ہم وطنون کی ناقدری اور مابعد کی جہالت کی وجہ سے میگستانیز کے لکھے ہوئے حالات سب نیست و نابود ہو گئے البتہ کچھ بچے کھچے اوراق ہم تک پہونچے ہین۔ اس کے بعد پانچوین صدی عیسوی کی ابتدا مین چینی سیاح فاہیان اور چھٹی صدی عیسوی کے

۵۸ سب سے قدیم یونانی مورخ قریب (۴۸۴) سال قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔ اپنی تاریخ لکھنے سے پہلے اسنے بہت سیاحت کی تھی مصر اور مغربی ایشیا کی قدیم سلطنتون کے متعلق ہیرودوٹس کی تاریخ ایک نہایت قیمتی اور پر از معلومات کتاب سمجھی جاتی ہے ۱۲

۵۹ یہ یونانی سفارت جو میگستانیز کی سرکردگی مین پاٹلی پتر (پٹنہ) کے بادشاہ چندر گپت کے دربار مین بھیجی گئی تھی ۲۹۵ سال قبل ولادت مسیح وارد ہند ہوئی تھی۔ میگستانیز نے تمام شمالی ہند کا دورہ کیا تھا اور معلومات بہم پہونچانے کے واسطے اُس کے پاس عمدہ وسائل اور ذرایع موجود تھے۔ چند باقی ماندہ اوراق، جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہین، قدیم تاریخ ہند پر نہایت قیمتی روشنی ڈالتے ہین اور اس کتاب کی بربادی ٹرا علمی نقصان ہے ۱۲

اوائل مین اُس کا ہموطن سنگ ین ہند کی سیاحت کے متعلق تحریرین شائع کر چکے تھے۔ بیرونی سے ایک صدی قبل چین کے نامور سیاح ہُون ٹسنگ نے بھی سیاحت ہند پر ایک سفرنامہ لکھا تھا۔ یہ تمام کتابین اور نیچے لکھے و رقے اس لحاظ سے نہایت قابل قدر ہین کہ قدیم جغرافیہ اور تاریخ کے تیار کرنے مین ان سے بڑی قیمتی مدد ملتی ہے۔ بیرونی نے ان سیاحون کے بہت بعد مین سفر کیا اور گستا نیز ہون ٹسنگ کے مقابلے مین ملک کا بہت تھوڑا حصہ دیکھا۔ لیکن بقول ایک جرمن محقق کے، یونانیون اور چینی جاتریون کے نوشتہ حالات بیرونی کی تحریر کے سامنے بچون کی لکھی ہوئی کتابین ہین۔ یا یون کہنا چاہیے کہ اُن توہمات پرست اور تنگ خیال لوگون کی تصانیف ہین جو ہند کی نئی دنیا مین آکر اور اُسے دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے اور کوائف واقعات و حقائق اشیا کو خاک بھی نہ سمجھے۔ بیرونی کا دل توہمات سے پاک ہے وہ ہر واقعہ کی حکیمانہ تحقیق و تفتیش کرتا ہے اور معمولی سے معمولی اور ادنے سے ادنے بات کی ماہیت جاننے کی غرض سے بڑی سے بڑی تکلیف کی پروا نہین کرتا اور کوئی دقیقہ محنت کا نہین اُٹھا رکھتا۔

زاخو صاحب نے کتاب الہند کے متعلق ایک جملہ ایسا عمدہ لکھا ہے، جسے مین بغیر نقل کیے نہین رہ سکتا۔ مستشرق موصوف کہتا ہے کہ "اگر مسلمان اس تصنیف پر بجا طور پر فخر کر سکتے، اور اُسے عربی ادب کے آسمان مین اول درجے کا چمکتا ہوا تارا سمجھ سکتے ہین، تو ہندوؤن کو بھی حق ہے کہ اسے خاص خوش نصیبی سمجھین کہ ایک حق پرست علامۂ عصر نے اُن کے اجداد کے تمدن کی تصویر جیسی اُس نے اپنے زمانے مین

پائی تھی، اُن کے واسطے چھوڑی ہے۔ بہت سے جزئی امور مین غالبًا ہندوون کو اختلاف ہو، اور شاید بعض نکتہ چینیان انھین گران گذرین، لیکن انھین اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ بیرونی کی غرض و غایت محض مورخانہ صدق و صحت تک پہونچنا اور اُسے بالکل بے تعصبی اور غیر جانبداری کے ساتھ پیش کر دینا ہے۔ نیز وہ اس امر کو نظر انداز نہین کر سکتے کہ جا بجا بیرونی نے اُن کے تہذیب و تمدن کا ذکر بیحد مدح و ستایش کے ساتھ کیا ہے۔"

افسوس ہے کہ بیرونی کے بعد کسی نے اُس کی تحقیقات کو جاری نہین رکھا البتہ بہت سے علما نے کتاب الہند سے خوشہ چینی کی[لہ]۔ ہمارے علم مین بیرونی کے بعد کوئی شخص نہ علماے اسلام مین اُس کی قابلیت اور اُس کے خیالات کا پیدا ہوا اور نہ اُس کے عظیم الشان کارنامون کی تقلید کی ہمت کر سکا۔ یہ سچ ہے کہ بیرونی کے بعد عہد افغانیہ و عہد مغلیہ مین ایسے لوگ ہوئے جنھون نے بعض سنسکرت کتابون سے ترجمے کیے، لیکن اُنھون نے جو کچھ کیا ہے، خواہ اُن کا تعلق تاریخ اسلامی کے کسی زمانے سے ہو، وہ بیرونی کے کارنامون سے کچھ نسبت نہین رکھتا۔

لہ یہان پر ہم دو مصنفین کا ذکر کرتے ہین جو بیرونی کے بعد غزنوی حکومت ہی مین پیدا ہوئے تھے اور جنھون نے بیرونی کی کتاب سے خوشہ چینی کی ہے۔ اول غاردیزی جس کا زمانہ علی ۴۴۴ ہجری (۱۰۵۲ء) تک ہے اور دوسرا محمد بن عقیل جس نے ۴۶۱ ہجری (۱۰۶۸ء) سے ۴۹۵ ہجری (۱۱۰۱ء) تک تصانیف لکھین۔ متاخرین مین رشید الدین مولف جامع التواریخ نے اپنی ضخیم تاریخ مین کتاب الہند سے باب کے باب نقل کیے ہین ۱۲

(۶)

کہا جاتا ہے کہ ازمنۂ ماضیہ میں تمام علوم و فنون میں دستگاہ حاصل کر لینا چنداں دشوار نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عہد گذشتہ میں علوم کی تعداد محدود تھی اور جو علوم موجود تھے اُن میں زیادہ وسعت پیدا نہ ہوئی تھی برخلاف اس کے موجودہ زمانے میں ناممکن ہے کہ کوئی شخص تمام علوم و فنون میں دستگاہ حاصل کرنے کا خیال کر سکے، اس لیے کہ علاوہ کثرت علوم و فنون کے ہر علم اتنا ترقی پا گیا ہے کہ کسی علم میں تبحر حاصل کرنے کے لیے پوری عمر کفایت کرتی ہے۔ جو شخص موجودہ زمانے کی علمی ترقی کا معمولی تصور بھی اپنے دماغ میں رکھتا ہوگا اُسے اس بات کے تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ ہوگا کہ فی زماننا علوم و فنون میں جامعیت پیدا کرنا قوت بشری سے قطعاً بالا ہے۔ البتہ متقدمین کے بارے میں بہت کچھ اختلاف کی گنجایش ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ علوم قدیمہ میں کثیر المذاقی پیدا کرنا اور جامعیت حاصل کرنا اتنا سہل نہ تھا جتنا ہمارے زمانے کے لوگ فرض کر لیتے ہیں۔

مسلمانوں کی گذشتہ علمی تاریخ پر عبور حاصل کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ علماے اسلام میں بے شمار ایسے فضلا گذرے ہیں جو دائرہاے گوناگوں کے ساتھ جامعیت اور ہمہ گیری کا ادعا بھی کر سکتے تھے۔ بیرونی کی سوانح عمری پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ ابوریحان بیرونی بھی اُسی زمرۂ متبحرین میں داخل ہے لیکن اُس کے حالات اور تصانیف پر غور کرتے ہوئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جہاں تک

ہماری معلومات دستگیری کرتی ہین اور ہم اعتراف کرتے ہین کہ ہماری معلومات نہایت محدود ہین بیرونی نہ صرف عجوبہ دہر اور فقید النظیر فرد ہے۔ دیگر متقدمین کی ہمہ گیری اور جامعیت کے متعلق کوئی شخص خواہ کچھ ہی کیون نہ کہے لیکن بیرونی ایک ایسا شخص ہے جس کی عجیب و غریب مذاق کی رنگا رنگی، جامعیت اور جودت ہمیشہ انسانی فطرت، ذہنی تربیت اور علمی تشنگی کی مستثنے اور مخصوص مثال سمجھی جائے گی۔

علم و حکمت، مشاہدہ و تجربہ کا وہ کونسا شعبہ ہے جس سے بیرونی کو دلچسپی نہین اور جس مین اُس کی نمایان اور ممتاز قابلیتون کے آثار تابان نہین پائے جاتے اس کے تمام کمالون سے قطع نظر کرکے اگر تھوڑی دیر کے لیے اُسے محض ایک محقق السنہ کی حیثیت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مبدء فیض سے بیرونی کو زبانون کے سیکھنے کے لیے غیر معمولی استعداد عطا ہوئی تھی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے بیرونی کی مادری زبان خوارزمی فارسی تھی۔ لیکن بغیر عربی زبان مین دستگاہ کامل حاصل کیے ممکن نہ تھا کہ اُس زمانے مین کوئی شخص اعلیٰ مدارج تعلیم تک رسائی حاصل کرسکتا۔ اگرچہ فارسی زبان کی ادبی ترقیون کے لحاظ سے یہ دور فارسی کا زمانۂ شباب تھا اور شعرائے عصر کی کوششین فارسی زبان کی تکمیل و آراستگی مین ہمہ تن مصروف تھین لیکن عربی زبان علوم حکمت اور اعلیٰ مذاق علمی کے لیے مخصوص تھی۔ اسی وجہ سے بیرونی نے سب سے پہلے عربی زبان مین کمال حاصل کیا۔ لیکن علم و حکمت کے جس شوق نے اُسے عربی زبان سیکھنے پر مجبور کیا تھا اُسی شوق نے اُسے اور بہت سی زبانین سیکھنے پر مجبور کیا۔ قدیم فارسی سغدی اور خوارزمی وغیرہ

جو فارسی کی مختلف تاریخی اور مقامی صورتین تھین، اُن کے سیکھنے مین بھی کافی وقت اُٹھانی پڑی ہوگی لیکن عبرانی اور سُریانی زبانون سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے بلاشبہہ بیرونی بڑی محنت کا متحمل ہوا ہوگا۔

آثار الباقیہ کے دیکھنے سے کامل یقین ہو جاتا ہے کہ بیرونی ان زبانون سے کافی طور پر آشنا تھا، چنانچہ کئی جگہ پر ان زبانون کی اصل عبارات کتاب ہذا مین منقول[1] ہین۔ ان سب سے بڑھ کر دشواری اور صعوبت اُسے سنسکرت زبان کے سیکھنے مین برداشت کرنا پڑی۔ ایسی اجنبی اور مشکل الحصول زبان مین دستگاہ حاصل کرنے کے واسطے، علاوہ اور قوتون کے، غیر معمولی حافظے کی قوت درکار تھی، اور جو شخص پچاس سال کے بعد اس قدر قوی حافظے کا مالک ہو سکتا تھا لاریب جوانی اور لڑکپن مین اُس کا حافظہ اپنی نظیر آپ ہی ہوگا۔ سنسکرت ہند کی علمی زبان تھی لیکن بیرونی ہندوستان کی متعدد مقامی زبانین بھی پورے طور پر جانتا تھا۔ یہ سب امور بیّن طور پر ثابت کرتے ہین کہ اُس مین زبان دانی کا بے نظیر ملکہ ودیعت ہوا تھا، اور یہ اُسی کا دماغ تھا کہ اتنی مختلف زبانون مین مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ علوم حکمت کے ہر شعبے مین حیرت انگیز تبحر رکھتا تھا۔

علوم حکمت کی یہ حالت ہے کہ جس طرف نظر دوڑائی جاتی ہے بیرونی کی شخصیت امتیازی حیثیت سے نمایان نظر آتی ہے۔ طبیعیات، مابعد الطبیعیات، منطق، ریاضی، ہیئت، نجوم، علم آثار عتیقہ، تاریخ تمدن، علم السنین، علم المذاہب، علم الکیمیا اور جغرافیہ ان تمام شعبہاے حکمت مین مساوی طور پر اُس کی جو دستگاہ

---

[1] مثلاً دیکھو صفحہ ۱۵ و ۱۶ و ۱۹۔

اور تبحر کا ثبوت ملتا ہے ۔ بلکہ علم الحیوانات ، علم النباتات اور علم طبقات الارض کے
ماہرین بھی نہایت تپاک کے ساتھ بیرونی کا اپنے زمرہ مین خیر مقدم کرنے کا حق
رکھتے ہین ۔ درختون کے قد وقامت وغیرہ کے متعلق حکیمانہ بحث کرنے والا اور حیوانات
کے متعلق عجائب وغرائب مین فلسفیانہ تحقیقات کی خدمت انجام دینے والا تاریخی
حیثیت سے بلاشبہہ محققین کے اس گروہ مین شمار کیا جا سکتا ہے ۔ ذیل مین
ہم کتاب الہند سے ایک مقام نقل کرتے ہین جو ارض ہند کے متعلق ہے
اور امید کرتے ہین کہ وہ لوگ جو علم طبقات الارض کی تحقیقات جدیدہ سے واقفیت
رکھتے ہین بے اختیار بیرونی کی دقت نظری کی داد دین گے ۔

"اگر تم ہند کی زمین کو دیکھ کر اُس کی اصلیت پر فکر و غور کرو گے یا اُن مدور پتھرون کو
جو زمین کے کھودنے پر نکلتے ہین جانچو گے تو نہایت غور اور فکر کے بعد تم کو ماننا پڑے گا
کہ ارض ہند کسی زمانے مین زیر سطح آب تھی ، اس لیے کہ یہ مدور پتھر پہاڑون کے قریب جہان
دریا کی رو تیز ہوتی ہے بڑے ہوتے ہین اور جیون جیون پہاڑون سے دوری بڑھتی جاتی
ہے اور رفتہ رفتہ دریا کی روانی ہلکی پڑتی جاتی ہے ، پتھر بھی چھوٹے ہوتے جاتے ہین حتی
کہ دریا کے دہانے پر بہت ہی چھوٹے ریگ کے ذرون کی طرح ہو جاتے ہین ۔ پس معلوم
ہوتا ہے کہ وہ سمندر دریا بر آورد مٹی سے بھر کر ارض ہند بن گیا" (کتاب الہند باب ۱۸)

بیرونی کی فلسفہ دانی کا ذرا خیال کیجیے اس شعبے مین اُس کی معلومات
اکثر متقدمین کی طرح محض افلاطون وارسطو کے خیالات تک محدود نہین ہین ، بلکہ
ہندوون کے پیچیدہ مسائل فلسفہ مین بھی وہ کامل بصیرت رکھتا ہے ۔ علاوہ
برین دنیا کے مختلف مذاہب اور اقوام کے خیالاتِ فلسفہ سے آگاہ ہونے کی وجہ سے

اُس کے فلسفیانہ معلومات کے حدود اندازے سے بڑھ کر وسیع پائے جاتے ہیں
صفائے ذہن اور حسن تعقل یعنے منطقی فضل کی یہ حالت ہے کہ قبولیت عامہ
نے معاصرین میں "محقق" کے خطاب کا سہرا بیرونی ہی کے سر باندھا ہے علوم
ریاضی میں بیرونی کی اعلی تربیت ذہنی اور جودت طبع کی حالت محتاج بیان نہیں
یہ وہ شعبہ علم ہے، جو اُس کے فضل و کمال کا مرکز ثقل معلوم ہوتا ہے۔ بیرونی نے
ان علوم کی تکمیل کے لیے محض یونانی خزینۂ معلومات پر اکتفا نہ کیا تھا، بلکہ ہند کے
علمی سرچشمے سے بھی پورا فیض اُٹھایا تھا۔ اپنے زمانے کے علماے ریاضی میں
وہی ایک شخص تھا جو اس بات کا دعوی کرسکتا تھا کہ وہ دنیا کے ہر ریاضی دان
کو کچھ نہ کچھ نیا سبق دے سکتا تھا۔

ہندسہ و حساب میں اتنا کمال حاصل کیے بغیر کس طرح ممکن تھا کہ بیرونی
ہیئت کے آسمان میں مہر منیر ہو کر چمکتا۔ قانون مسعودی کا مصنف مسلمانوں
کے اُس علمی دور سے تعلق رکھتا ہے، جب علم ہیئت کا شوق بحد عروج کی
حالت میں تھا، اور اس میدان میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی ہر طرف
کوششیں کیجاتی تھیں۔ یہ ناممکن تھا کہ بیرونی جیسا محب حکمت ہیئت کے
دلچسپ مشاغل سے بے اعتنائی روا رکھتا۔ ابتداے عمر سے لیکر اخیر تک
بیرونی کو ہیئت اور متعلقات ہیئت سے جو غیر معمولی لگاؤ رہا اُس کا اظہار اُسکی
تصانیف کی فہرست سے ہوتا ہے، لیکن صحیح اندازہ کرنے کے لیے لازمی ہے
کہ قانون مسعودی پر، جو فن ہیئت میں اسلامی ترقی کی بفضل خدا زندہ یادگار اور
بیرونی کی تصانیف میں (باتفاق رائے متقدمین و متاخرین) سب سے ممتاز تصنیف ہے

تعمق اور تفحص کی نظرین ڈالی جائین۔ بیرونی کے فضل و کمال کا کامل اندازہ کبھی اُس وقت تک نہو سکے گا جب تک اُس کی صبر آزما تحقیقات ہیئت کو روز روشن مین لاکر نہ دکھایا جائے۔ قانون مین علاوہ اس کے کہ بیرونی نے متقدمین کی بہت سی غلطیون کو درست کیا ہے، بہت سے ایسے طریقے اور قاعدے دنیا کے سامنے پیش کیے ہین، جن کے اختراع کا سہرا اُس کے سر ہے۔ یہ کتاب تحقیقات کے واسطے ایک نہایت بیش از قدر خزانہ ہے اور ہم افسوس کرتے ہین کہ فی الحال ہم صرف ایک مثال سے زیادہ پیش نہین کر سکتے، اگرچہ ہمین یقین ہے کہ اس مثال کے پیش کرنے کا بھی یہ سب سے پہلا موقع ہے[۱]

قانون مسعودی کے مقالہ پنجم کے ساتوین باب مین[۲] بیرونی نے مساحت کرۂ ارض کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ متقدمین مین ارطاستھینس (۲۷۶-۱۹۴ ق۔م) نے دور ارض معلوم کرنے کی کوشش کی تھی اور ایک پیمانہ معروف بہ استادیا (Stadia) مین اپنی مساحت کی مقدار نکالی تھی۔ جب خلیفہ مامون الرشید کے زمانے مین کتب ہیئت کا عربی مین ترجمہ ہوا تو اس بات کا خیال ہوا کہ دور ارض وغیرہ معلوم کیا جائے۔ چونکہ استادیا کی مقدار معلوم نہ تھی خلیفہ موصوف نے حکم دیا کہ دشت سنجار مین دائرۂ ارض کے ایک دقیقے کی مقدار معلوم کیجائے۔ چنانچہ ۳۶۰ اجزائے مفروضہ مین سے ایک جزو کی مقدار ۵۶⅔ میل معلوم ہوئی۔ ہر میل چار ہزار ذراع کا تھا اور ہر ذراع چوبیس انگشت کا۔ اور تین میل کا ایک فرسخ ہوتا تھا۔ اس طرح پر ایک جزو کے دو لاکھ چھبیس ہزار چھ سو چھیاسٹھ اور دو ثلث ذراع

---

[۱] اس کے متعلق اگر مفصل اور بشرح بحث دیکھنا مقصود ہے تو راقم کا مضمون "مسلمان اور مساحت کرۂ ارض" رسالہ الناظر لکھنؤ نمبر ۵، جلد ۱۳ بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء مین ملاحظہ ہو جہان یہ بحث نہایت وضاحت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

[۲] دیکھو قانون مسعودی نسخۂ امپیریل لائبریری کلکتہ ورق ۱۴۵ و نسخہ لٹن لائبریری ورق ۱۲۵

اور ۱۸ فرسخ ۵۳ ½ دقیقہ ہوتے تھے اور پورے دور کے آٹھ کروڑ ۱۶ لاکھ ذراع یعنے بیس ہزار چار سو میل یا چھ ہزار آٹھ سو فرسخ۔

اس حساب کے لکھنے کے بعد بیرونی کہتا ہے کہ اپنی شدت حرص کی وجہ سے شمال دہستان مین جو ارض جرجان مین تھا اس نے اس تحقیق کی صحت عملاً کرنی چاہی لیکن موقع کی دشواری اور معین صادق کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ جب بیرونی ارض ہند مین پہونچا تو وہان اُسنے ایک صحراے مستوی مین ایک پہاڑ دیکھا۔ یہ موقع جزو مذکور کی تحقیق کے لیے نہایت موزون معلوم ہوا۔ بیرونی نے ایک نئے قاعدے سے پیمایش شروع کی۔ اول پہاڑ کی اونچائی نکالی جو ½ ۶۵۲ ذراع تھی۔ پھر اُس زاویہ کی مقدار معلوم کی جو خط عمود جبل اور نقطۂ افق و نقطۂ قلۂ جبل مین ہو کر گذرنے والے خط سے بنتا تھا۔ یہ زاویہ ۳۴ دقیقہ نکلا۔ پورا حساب درج کرنے کے بعد جو نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

قلۂ عمود جبل
نقطۂ افق
قطر الارض
مرکز
دور الارض

از روے حساب ہذا نصف قطر ارض = ۱۲۸۵۱۳۶۹ ذراع

محیط ارض = ۸۰۰۶۸۰۰۳۹ //

ایک درجہ منجملہ ۳۶۰ اجزاے مفروضہ کے

= ۸۸ ۳ ۴ ۲۲ ذراع

= ۵۶ میل ۵ دقیقہ ۵۶ ثانیہ ۶ ثالثہ

اس طرح بیرونی نے اپنا اطمینان کرلیا۔ لیکن چونکہ مامون الرشید کے زمانے مین
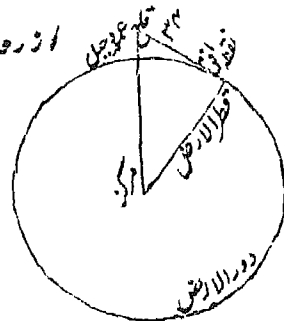
علماے ہیئت کے ایک جم غفیر نے نہایت سخت کوشش کے ساتھ حساب نکالا تھا، بیرونی نے اُس پہلے حساب کو مقدم رکھا، اور اپنے سے زیادہ قابل اعتماد تصور کیا۔ لیکن آج ہمین یہ منصب حاصل ہے کہ ہم دونون حسابون کی جانچ کرین اور دیکھین کہ ان دونون کوششون مین کونسی کوشش حقیقۃً زیادہ کامیاب رہی۔

تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ ایک عربی میل (۴۰۰۰ ذراع) چھ ہزار چار سو تھتر انگریزی فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ انگریزی میل مین پانچ ہزار دو سو اسی فٹ ہوتے ہین ہم نے حساب لگا کر علماے مامونی اور بیرونی کے نتائج انگریزی فٹ اور میلون مین حسب ذیل معلوم کیے ہین۔

ایک جزو یا درجہ = ⅔ ۲۲۶۶۶ ذراع	ایک جزو یا دقیقہ = ۲۲۴۳۸۸ ذراع
" = ½ ۳۶۶۸۰۳ فٹ	" = ۳۶۳۱۱۵ فٹ
محیط یا دور = ۸۱۶۰۰۰۰۰ ذراع	محیط یا دور = ۸۰۷۸۰۰۳۹ ذراع
" = ۱۳۲۰۴۹۲۰۰ فٹ	" = تقریباً ۱۳۰۷۲۲۲۹۸ فٹ
" = ⅔ ۲۵۰۰۹ میل انگریزی	" = تقریباً ۲۴۳۷۷۹ میل انگریزی

ہمارے زمانے مین ایک جزو کی پیمایش بارہا مختلف ممالک مین کی گئی ہے اور مختلف طریقون سے کی گئی ہے مثلاً مساحت تار برقی اور پینڈولم کے ذریعہ

ملاحظہ مامون کے زمانے کی پیمایش کا حال کتاب التفہیم مین بھی موجود ہے (دیکھو صفحہ ۱۳۰ نسخہ ہیر ترجستان) "حسن نیز بزمین ہندستان آن حساب محیط ارض را بدیگر طریقہا آزمودم بسے خلاف نیافتم با این مقدار کہ حکایت کردم"۔

کوئی ایک نتیجہ دوسرے نتیجے سے نہین ملتا اور ہر نئی پیمایش مین تھوڑا بہت اختلاف ہوتا ہے۔ بہرحال ان سب نتائج کو لیکر محققین نے ایک نتیجہ اوسط نکالا ہے جس کے روسے ایک جزو منجملہ ۳۶۰ اجزاے مفروضہ کے تین لاکھ تریسٹھ ہزار نوسو چھتیس فٹ کے برابر اور زمین کا پورا دور تقریباً چوبیس ہزار آٹھ سو چالیس میل کے برابر معلوم ہوا ہے۔

تحقیقات حال کو علماے مامونی اور بیرونی کی تحقیقاتون سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مامونی دور کے ہیئت دانون کا نکالا ہوا جزو موجودہ حساب سے دو ہزار آٹھ سو اڑتیس اور ایک ثلث فٹ زیادہ ہے اور کل دور اس زمانے کے محققین کے نکالے ہوے دور سے ۱۶۹ میل زیادہ ہے۔ برخلاف اس کے بیرونی کا نکالا ہوا جزو صرف آٹھ سو پچاس فٹ کم ہے اور محیط یعنی دور کل ۶۱ میل کم ہے۔ بلاشبہہ یہ نتائج حیرت اور استعجاب کی نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہین اور موجودہ آلات کی باریکی اور تعدد تحقیقات کا خیال کرتے ہوے بیرونی کی کمال کوشش اور محنت کا ثبوت دیتے ہین۔ بیرونی کی تحقیقات اور علماے حال کی تحقیقات مین اتنا خفیف فرق پایا جاتا ہے جس کا عدم وجود برابر ہے۔[۱]

[۱] انسائکلوپیڈیا برٹانکا مین ایک یورپین محقق نے مساحت زمین کا ذکر کرتے ہوے تحریر فرمایا ہے کہ مسلمان علماے ہیئت نے بھی دائرۂ مفروضہ کے ایک جزو کی مقدار معلوم کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن انھین اس مین کچھ کامیابی نصیب نہین ہوئی۔ اس کے بعد محقق موصوف نے نہایت فخر و مباہات کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ ۱۶۳۵ء مین (یعنی بیرونی سے چھ سو برس بعد) رچرڈ نارووڈ نامی (Richard Norwood) ایک انگریز عالم ہیئت نے سب سے پہلے کامیابی کے ساتھ ایک جزو کی مقدار معلوم کی۔ ان صاحب نے ایک جزو کی مقدار تین لاکھ سرسٹھ ہزار ایک سو چھیتر فٹ نکالی تھی، جو مامون الرشید کے زمانے کے علماے ہیئت سے بھی تقریباً ساڑھے پانچ سو فٹ زیادہ ہے (بقیہ بر صفحہ ۱۵۲)

آلات ہیئت مین بھی بیرونی نے نہ صرف بہت سی جدت آمیز اصلاحین کی تھین، بلکہ اس فن مین اُسے ایجاد کا فخر بھی حاصل ہے۔ آلات اور ان کے استعمالات کے متعلق اُس کی مستقل تصنیفات ہین۔ ایک خاص اصطرلاب جس کا نام "الاسطوانی"، ہے بیرونی کی ایجاد سے تھا۔ متقدمین اصطرلاب سے جو عجیب عجیب فائدے اُٹھاتے تھے اُس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے (جیسا کہ بیرونی نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ کتاب التفہیم مین تحریر کیا ہے)[۱] کہ اُس کے ذریعہ سے اجرام سماوی کا ارتفاع، طلوع آفتاب سے قبل اوقات اور اوقات معلومہ کی مدد سے ارتفاع شمس، ساعات شب، کواکب ثابتہ کا ارتفاع اور ارتفاع کواکب سے اوقات وغیرہ وغیرہ مسائل ہیئت کے معلوم کرنے کے علاوہ دریا، یا زمین کی گہرائی معلوم کر سکتے تھے جہان رسی کام مین نہین آسکتی تھی اور پیمایش کسی طرح ممکن نہ ہوتی تھی۔ کنوئین کی گہرائی، کسی منارہ یا پہاڑ یا دیوار کی اونچائی، خواہ ہم اُن کی جڑ تک پہونچ سکین یا نہ پہونچ سکین اصطرلاب کے ذریعہ سے بغیر پیمایش وغیرہ کے معلوم ہو سکتی تھی۔

بیرونی اکثر حکماے متقدمین کی طرح سکون ارض کا قائل تھا اور حرکت شمس کے بارے مین اُس نے قانون مسعودی مین بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۵۱) اور بیرونی کے نتیجے سے تو گویا اُسے کوئی نسبت ہی نہین ہے۔ لیکن محققین یورپ اہر بناسے؟ واقفیت، اس بات کا ادعا کرتے ہین کہ مسلمانون نے جو کوشش کی وہ ناکام رہی۔ اُن کا ادعا تو نامناسب نہین ہے البتہ یہ مسلمانون کا فرض ہے کہ وہ دنیا کو دکھائین کہ اُن کی کوششین کہان تک کامیاب رہین۔ ۱۲

[۱] دیکھو کتاب التفہیم نسخہ نواب تیر رخشان صفحہ ۲۲۲ - ۲۳۱ - اور نسخہ سید مسعود - ورق ۹۰ تا ۹۷ جو مدرسۃ العلوم علی گڈھ کی لائبریری مین موجود ہین ۱۲

"التطبیق" نام کا ایک رسالہ تحقیق حرکت شمس میں لکھا تھا۔ جارج فاربس نے (G. Forbes) جو ہمارے زمانے کے مشہور ہیئت دانوں میں سے ہے اپنی تاریخ ہیئت میں اس بحث کے متعلق ایک نہایت عمدہ رائے لکھی ہے جس کا یہاں نقل کر دینا مناسب ہے وہ لکھتا ہے کہ "ہمیں اس امر کا اعتراف کرنا ہوگا کہ واقعات کی ایسی حالت میں جبکہ ہنوز جذب و ثقل کے ذریعہ سے نظام شمسی کے مختلف افراد میں ربط کا کوئی سوال پیدا نہ ہوا تھا، اس کے ٹائکو براہے (Tycho Brahe) نامی ہیئت دان متوفی سنہ ۱۶۰۱ء کے) دلائل متعلق سکون ارض جیسا کہ ہمیں ایسے شخص سے توقع کرنی چاہیے عالمی اور بالکل صحیح ہیں کچھ تعجب نہیں کہ ماہرین ہیئت بالعموم کوپرنیکس (Copernicus) کی (جس نے یورپ میں سب سے پہلے حرکت ارض کے متعلق خیال ظاہر کیا تھا) رائے کو تسلیم نہیں کرتے تھے" ملے فاربس نے جو قول براہی کی نسبت کہا ہے وہی بے کم و کاست بیرونی کے حق میں بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے۔ بلا شبہ کیپلر (Kepler) (متوفی سنہ ۱۶۳۱ء) اور نیوٹن (Newton) (متوفی سنہ ۱۷۲۷ء) سے پہلے جب تک حرکت اور کشش کے قوانین ضبط نہ ہوئے تھے محال تھا کہ کوئی صائب الرائے حرکت ارض کے متعلق براہین قاطع پیش کر سکتا، لیکن پھر بھی بیرونی جیسے محتاط متبحر کی مندرجہ ذیل رائے اس کے کمال احتیاط علمی کی واضح دلیل ہے بیرونی اپنی تصنیف "استیعاب" میں اصطرلاب زورقی کے متعلق یوں لکھتا ہے کہ

ملے دیکھو ہسٹری آف اسٹرانومی (History of Astronomy) مصنفہ جارج فاربس ایم۔ اے ایف آر ایس (G. Forbes) (مطبوعہ وائٹ اینڈ کو لنڈن ۱۹۰۹ء) صفحہ ۳۸۔

"ابوسعید سنجری نے ایک بڑا اصطرلاب بنایا تھا جس کا عمل مجھ کو بہت پسند آیا اور
مین نے ابوسعید کی بہت تعریف کی، کیونکہ جن اصول پر اس کو قرار دیا تھا وہ کرۂ ارض کو
متحرک تسلیم کرتے ہین۔ مین اپنی جان کی قسم کھاتا ہون کہ یہ عقیدہ ایسی شبہہ کی حالت مین ہے
کہ اس کا حل کرنا نہایت دشوار اور اُس کا رد کرنا نہایت مشکل ہے۔ مہندسین اور علماے
ہیئت اس عقیدے کے رد مین بہت پریشان ہون گے اور ہرگز کوئی دلیل اُس کے
باطل ثابت کرنے مین نہ لاسکین گے۔ میری تحریر پر انھین طعنہ زن نہ ہونا چاہیے کیونکہ
حرکت شبانہ روز کو خواہ وہ حرکت ارض کا باعث سمجھین خواہ حرکت سما کی وجہ قرار دین دونون صورتون
مین اُن کی صناعت مین کسی قسم کا فرق نہین آسکتا"

ہیئت سے گذر کر جس وقت ماہرین فن بیرونی کی جغرافیائی تحقیقات پر
نظر ڈالتے ہین تو نظری و عملی دونون حیثیتون سے اُس کے کمال فضل کا اعتراف کرنا
پڑتا ہے۔ ریمنڈ بیزلے (Raymond Beazley) (جس نے جغرافیہ
جدید کی ایک مبسوط تاریخ تین ضخیم جلدون مین تحریر کی ہے جس کے مطالعہ کرنے
سے یورپ کی آج سے چند صدی پیشتر کی جغرافیہ دانی کی افسوسناک حالت
کا نقشہ نظر کے سامنے پھر جاتا ہے) لکھتا ہے کہ "بیرونی اپنے زمانے کا سب سے
بڑا جغرافیہ دان تھا" "جغرافیہ کے اُس شعبے مین جس مین متقدمین علماے
اسلام نے ایسی خدمات جلیلہ انجام دین، البیرونی شاید تاریخ اسلام کے ہر عہد
اور ہر قوم مین سب سے بڑا نام ہے" "مسعودی اور ابن حوقل کے بعد جس مسلمان
نے علم جغرافیہ مین قومی آثار یادگار چھوڑے ہین وہ غزنوی ارسطو ابوریحان ہے

حاشیہ ۵ دیکھو مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے [illegible] صفحہ ۲۱ - ۲۲ —

جو البیرونی کے نام سے شہرۂ آفاق ہے...... اس شخص نے جو علماے اسلام
مین حقیقۃً محقق کے خطاب کا مستحق ہے، اپنی دوران تصانیف مین جو تمام
انسانی علم پر حاوی ہین، جیسا کہ اُس زمانے کے بہترین دماغ مین متصور ہو سکتا
تھا، ایک کتاب جغرافیہ ہیئت و ریاضی پر لکھی جو زمانہ ما بعد مین "قانون مسعودی"
کے مبارک نام سے نامزد ہوئی، "قانون مسعودی" مین ایک نہایت طویل فہرست
اطوال البلاد و عرض البلاد کی درج ہے جو بیرونی کی ساری عمر کی سیاحت اور
عملی کوششون کا حاصل ہے [دیکھو مقالۂ پنجم ب ۱۰ "فی اثبات لطوال البلدان
و عروضہا فی جداول"]۔ محض سمت قبلہ کی تحقیق مین بیرونی کے نصف درجن
رسالے ہین، جو اُس کے مذہبی جذبات کی متعدد مثالون مین سے ایک مثال ہے
نیز اطوال البلاد و عروض البلاد کی تصحیح اور تحقیق مین بھی کئی رسالے ہین۔ اس کے
علاوہ جغرافیائی نقشون کے متعلق مستقل تالیف چھوڑی ہے جس کا نام ہے
"تحدید المعمورہ و تصحیحہا فی الصورہ"۔ اسی ضمن مین وہ تصانیف بھی شمار کرنی چاہیئن
جو تسطیح صور اور تبطیخ کورہ یعنی مجسمات کو مسطحات اور اجسام کروی کو سطحات مستوی مین
بدلنے کے متعلق ہین۔ ان مین بیرونی نے یہ بتایا ہے کہ قواعد ریاضی کی مدد سے
کس طرح کروی چیزون کو ایسا پھیلایا جائے کہ کچھ حسابی فرق نہ آنے پائے۔ یہ ایک نہایت
کار آمد چیز ہے اور جیسا کہ بیرونی نے لکھا ہے یہ قواعد سیارون اور کواکب اور
نیز زمین کے نقشے تیار کرنے مین استعمال کیے جا سکتے ہین۔ بیرونی نے آثار مین

۵۵ دیکھو تاریخ آغاز جغرافیۂ جدید (History of the Dawn of Modern Geography)
(مصنفہ ریمنڈ بیزلے جلد اول باب اول اور باب اخیر)

یہ بھی لکھا ہے کہ اُس سے پہلے اس مبحث پر کسی نے قلم نہین اُٹھایا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ دنیا کے روبرو وہ اس مضمون کو پیش کر رہا تھا۔[۹]

ہیئت اور جغرافیہ طبیعی کے ذیل مین بیرونی کی وہ تصانیف بھی داخل ہین جن مین مذنبات، ذوائب (دُمدار اور گیسودار) کواکب منقضہ (ٹوٹنے والے تارے) اور ہوا مین روشن ہونے والی چیزون کے متعلق بحث کی ہے یا جن مین آثار علوی (دو یعنے سحاب، مطر، رعد، برق، صاعقہ، برف، ژالہ وغیرہ کائنات جو[۱۰]) کے بارے مین تحقیقات تحریر کی ہین مثلاً "مقالہ فی دلالۃ الآثار العلویہ علی الاحداث السفلیہ"۔ کتاب الہند مین ہندوستان کے جغرافیہ پر جو باب تحریر کیا ہے، اور جسے رشید الدین نے جامع التواریخ مین تقریباً حرف بحرف نقل کیا ہے، وہ اپنی صحت اور وسعت معلومات کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب تاریخی چیز سمجھا جاتا ہے[۱۱]

کچھ علوم ریاضی اور ہیئت پر ہی منحصر نہین ہے تاریخ تمدن علم آثار اور علم المذاہب مین بیرونی کے علمی کارنامے آج بھی حیرت اور استعجاب سے دیکھے جاتے ہین۔ بڑی سے بڑی دشواریان بیرونی نے ان شعبہاے حکمت کے واسطے مواد جمع کرنے مین برداشت کین اور اسی وجہ سے اُس کی تصانیف مین تاریخی استقراء کے بیش از قدر ذخائر پائے جاتے ہین۔ کتاب الہند اور آثار الباقیہ (جن کی خوبیان ناظرین پر روشن ہین) اس قسم کے معلومات سے مالامال ہین۔

---

۹ دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۳۵۷۔

۱۰ جامع بہادر خانی صفحہ ۵۔

۱۱ دیکھو ایلیٹ و ڈوسن کی تاریخ ہند جلد اول و جلد دوم۔

نہایت افسوس ہے کہ بیرونی کی تاریخ خوارزم اور قرامطہ اور مبیضہ کی تاریخ مفقود ہیں اور یہ ایک ایسا افسوسناک نقصان ہے جس کی تلافی کسی طرح ممکن نہین۔

الغرض بیرونی کے حالات پر نظر ڈالنے سے اول جو بات سب سے زیادہ بیّن ہے وہ بیرونی کا ہمہ گیر مذاق حکمت ہے، جو تمام شعبہاے حکمت کی تسخیر مین مصروف نظر آتا ہے اور دوسرے جو بات سب سے زیادہ حیرتناک ہے وہ اس قدر مختلف اور متعدد شعبون مین مہارت تامہ حاصل کرنا ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے، جو فرد واحد کی بساط سے کہین بڑھ کر معلوم ہوتا ہے خیال ہوتا ہے کہ گویا اس کی نظر کیمیا اثر کے ساتھ معلومات کے انبار اس کے سامنے جمع ہو جاتے ہین اور اس کا نکتہ رس اور دقیقہ سنج دماغ نہایت سہولت اور خوبی کے ساتھ ان مین سے نتائج اور مقاصد حاصل کر لیتا ہے لیکن یہ کبھی ممکن نہ تھا کہ بغیر شدید محنت کے محض ذہن اور حافظہ یہ خدمات جلیلہ انجام دے سکتے۔ شہرزوری نے اس کی محنت اور شوق کا حال اس طرح بیان کیا ہے

''بیرونی ہمیشہ علوم کے حاصل کرنے مین محو رہتا تھا اور کتابون کی تصنیف پر جھکا ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ سے قلم کو دیکھنے سے آنکھ کو اور فکر سے دل کو کبھی جدا نہین کرتا تھا مگر سال مین صرف دو روز یعنے نوروز اور مہرجان کے دن جب وہ اپنے کھانے وغیرہ کے سامان کو مہیا کرتا تھا''

''اللہ اکبر جس شخص کی محویت اور شوق کی یہ حالت ہو اور ساتھ ہی مبدء فیض سے ایسی طبیعت پائی ہو ظاہر ہے کہ وہ کس پایہ کا عالم ہوگا۔ تلاش اور وفور شوق کا اس اندازہ کیجیے کہ متواتر چالیس برس تک وہ ایک کتاب کی تلاش مین سرگرم رہا اور اس وقت تک

چین نہ آیا جب تک وہ کتاب دستیاب نہ ہو گئی۔ اس واقعہ کی تفصیل بیرونی نے اپنے خط میں اس طرح لکھی ہے:۔

"میں نے ابوبکر بن زکریا الرازی کی اُس کتاب کو جو علم الٰہی کے متعلق ہے مطالعہ کیا۔ اس میں اس نے مانی کی کتابوں کی طرف رہنمائی کی ہے۔ بالخصوص اُس کتاب کی طرف جس کا نام سفر الاسرار ہے۔ مجھے اس کتاب کے نام سے ایسی فریفتگی ہوئی جیسے اور لوگوں کو کیمیا کے متعلق سونے چاندی کی فریفتگی ہوتی ہے۔ میری نظر بلکہ حقیقت کی پردہ پوشی نے دل میں اس کتاب کی طلب کرنے کی کمال خواہش پیدا کی کہ کسی شہر یا ملک میں جہاں اپنا تنا سا ہوا سے تلاش کیا جائے۔ میں چالیس برس سے کچھ زیادہ اسی تپش کی بیتابیوں میں رہا یہاں تک کہ جند ہمدان سے ایک شخص آیا جس نے فضل ابن سہلان کے ذریعہ سے کچھ کتابیں پائی تھیں اور اُسے معلوم ہوا تھا کہ مجھے ان کا بہت اشتیاق تھا۔ شخص مذکور نے ان کتابوں کو مجھ سے ملاقات حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا۔ اُس کے پاس ایک مجموعہ تھا جس میں مانی کی حسب ذیل کتابیں تھیں، فرقماطیہ، سفر الجبابرہ، کنز الاحیاء صبح الیقین، تاسیس، انجیل اور شاپورقان، اور مانی کے چند دوسرے رسالے تھے اور میری مطلوبہ کتاب سفر الاسرار بھی ان میں شامل تھی۔ مجھے اس قدر خوشی ہوئی جیسے پیاسے کو شربت کے دیکھنے سے ہوتی ہے۔ لیکن اخیر میں ایسا ملال ہوا جیسے ناگوار چیز کھانے سے ناگوار ڈکار آتی ہے۔ میں نے خدا کو اپنے قول میں سچا پایا کہ جس کو خدا روشنی نہیں دیتا اُس میں روشنی نہیں ہوتی۔ پھر میں نے اُس کتاب میں سے لغو اور بیہودہ باتوں کو باختصار ایک جگہ جمع کر دیا تاکہ جو شخص میری طرح گرفتار مصیبت ہو اُسے پڑھ کر جلد شفا حاصل کرے جیسا میرا حال ہوا۔"

صرف اس ایک واقعہ سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ بیرونی کی تلاش کتب کی کیا کیفیت تھی۔ لاریب بغیر اس شوق کے جستجو نہیں ہو سکتی تھی اور بغیر ایسی جستجو کے یہ تبحر حاصل ہونا ممکن نہ تھا۔

بیرونی کے تمام افعال اور اغراض کا منتہا محض علم و حکمت حاصل کرنا تھا اور اس غرض و غایت کے پورا کرنے کا جو موقع بھی اُسے ملتا تھا وہ اُس سے بغیر فائدہ اُٹھائے نہ رہتا تھا۔ ذرا اس واقعہ پر غور کیجیے کہ سرزمین ہند میں سنسکرت زبان سیکھنے کے لیے آپ سفر فرما رہے ہیں، یکایک ایک میدان مستوی السطح اور جبل قائمہ نظر آتے ہیں۔ فوراً ذہن منتقل ہوتا ہے کہ خط نصف النہار کے ایک درجے کی مقدار معلوم کرنے کے واسطے یہ ایک نہایت موزون موقع ہے۔ وہین ٹھہر جاتے ہین اور آلات ہیئت نکال کر مساحت کے عمل شروع کر دیتے ہین اور آخر جب تک درجۂ مذکور کی مقدار تحقیق نہیں ہو لیتی اور آپ کا اطمینان نہیں ہو جاتا، آگے نہیں بڑھتے۔ بیرونی نے اپنی زندگی محض کنج عزلت میں نہیں گذاری تھی بلکہ بہت کچھ سفر کیا تھا اور خوب دُنیا دیکھی بھالی تھی۔ میدان مشاہدہ اور میدان معلومات وسیع ہونے کی وجہ سے اُس میں اجتہاد اور جدت بہت زیادہ پائے جاتے ہین۔ مشاہدے کی قوت نہایت دوربین اور نکتہ رس ہے۔ ہر شے کی علمی تحقیقات اُس زمانے مین بیرونی ہی کا حصہ ہے۔ بڑی بات جو دماغی فضل اور حریت ذہن پر دلالت کرتی ہے، یہ ہے کہ اُس کا مدار صرف حکما کی تصانیف کی تقلید اور خیالات کی غلامی پر نہ تھا، بلکہ وہ ہمیشہ نئی بات پیدا کرنے اور نئے علوم اختراع کرنے یا موجودہ علوم کے دائرۂ معلومات کو وسیع کرنے پر

مائل رہتا تھا۔ نیز تحقیقات علمی میں جن کا مدار مشاہدہ و تجربہ پر ہے وہ کبھی مطمئن نہ ہوتا تھا تاوقتیکہ خود بھی عملی ثبوت بہم نہ پہونچا لیتا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی معلومات اس قدر صحیح اور قابل قدر ہیں۔ جرمن محقق ڈی بور بیرونی کی بابت تاریخ فلسفۂ اسلام میں لکھتا ہے:۔

"بیرونی بالخصوص ریاضی، ہیئت، جغرافیہ اور علم الآثار میں مصروف رہتا تھا۔ وہ ایک نہایت بالغ النظر اور دقیقہ رس محقق گذرا ہے۔ فلسفے پر جس سے اُسے مسائل مشکلہ کی عقدہ کشائی میں بہت کچھ مدد ملتی تھی اس کی توجہ ہمیشہ مبذول رہتی تھی اس لیے کہ (بخیال بیرونی) فلسفہ تہذیب و شائستگی کا جزو لاینفک ہے......... آریا بھاٹ کے مقلدین کے اس خیال کو بیرونی نے اپنی تائید کے ساتھ پیش کیا ہے کہ "جو کچھ ضیائے خورشید سے منور ہے، ہمیں اُس کی حقیقت جان لینا کافی ہے اور جو کچھ اُس سے علاوہ ہے وہ چاہے بیرون از قیاس وسیع کیوں نہ ہو ہمارے واسطے لاحاصل محض ہے۔ اس لیے کہ جہاں شعاع آفتاب نہیں پہونچتیں وہ حواس کی رسائی سے باہر ہے اور جہاں حواس کو دیا رائی حاصل نہیں اس کی بابت ہم کچھ بھی نہیں جان سکتے" اس بات سے ہم پتہ لگا سکتے ہیں کہ بیرونی کا کیا فلسفہ تھا۔ اُس کا یہ فلسفہ تھا کہ حواس کی مدد سے اشیا کو معلوم کرنا اور پھر عقل و فکر کی یاوری سے کام لینا یہی علم الیقین ہے۔ نیز یہ کہ ضروریات مدت حیات انسانی کے لیے ہم کو فلسفۂ عملی کی ضرورت ہے جس سے درست و نادرست کی تمیز کر سکیں[۱۲]......"

تحقیقات کے لیے جو مشاہدین بیرونی کے دماغ میں گذرتے ہیں وہ بھی

---

[۱۲] دیکھو تاریخ فلسفۂ اسلام (History of Philosophy in Islam) مصنفہ ڈی بور (T. J. De Boer) صفحہ ۱۴۰

بعض اوقات اپنی نوعیت کے لحاظ سے نئے رنگ کے ہوتے ہین۔ دیکھیے
کہین درختون کے قد و قامت کی علمی تحقیقاتین ہو رہی ہین، کہین جواہرات اور
فلزات کے حجم کی نسبت سے بحث کی جا رہی ہے، کہین ملمع سازی کے گر بتائے
جاتے ہین، کہین جواہرات کی شناخت اور ماہیت کا حال لکھا جا رہا ہے کہین
عید تیوہارون کی کیفیت لکھی جا رہی ہے، کہین گنڈے تعویذ جھاڑ پھونک
نیرنجات اور طلسمات وغیرہ کے متعلق تحقیقات کی سرگرمی دکھائی جا رہی ہے[۱۴۵]
کہین ثابت کیا جا رہا ہے کہ قطبین کے نیچے رات اور دن مل کر ایک سال کے
ہوتے ہین۔ اور کہین پیمانون اور وزنون اور ترازو باٹون کا حال لکھا جا رہا ہے
غرض تاریخ تمدن کی ادنیٰ سے ادنیٰ بات مین وہ دلچسپی رکھتا ہے اور اپنی ہوشگافی
اور ہمہ دانی سے دوسرون کے سامنے اس طرح پیش کر سکتا ہے کہ جو باتین
بادی النظر مین معمولی معلوم ہوتی تھین، بیرونی کی تحقیقات سے نہایت اعتنا اور
توجہ کی مستحق قرار پا جاتی ہین۔

اوپر کہین ڈی بوئر کے اس قول کو ہم نے نقل کیا ہے کہ ابن سینا اپنے
ہم عصر بیرونی سے علوم حکمت اور جودت طبع مین کمتر پایہ رکھتا تھا[۱۴۶]۔ بادی النظر مین
تعجب ہوتا ہے کہ ابن سینا کو اس قدر شہرت نصیب ہوئی اور بیرونی کا جو اپنے
معاصرین مین سب پر فوقیت رکھتا تھا، زمانے نے نام تک بھلا دیا۔ میرے

[۱۴۵] جیسا کہ بیرونی نے آثار الباقیہ صفحہ ۲۳۰ مین اشارہ کیا ہے، "کتاب الصناعۃ الطبیعۃ والغرائب الصناعیۃ" مین
اس کے علاوہ دیگر مباحث کے گنڈے تعویذ وغیرہ سے بھی بحث کی تھی ۱۲

[۱۴۶] دیکھو تاریخ فلسفۂ اسلام صفحہ ۱۳۳ – ۱۲

خیال مین اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن سینا نے طب مین معرکۃ الآرا تصانیف چھوڑین جن کی ہر وقت اور ہر زمانے مین ضرورت پڑتی اور قدر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ابن سینا کا نام زبان زدِ عوام رہا۔ بیرونی نے بھی چند کتابین طب مین لکھی تھین (اس شعبہ حکمت مین بھی بیرونی پوری مہارت رکھتا تھا) لیکن وہ عام دلچسپی سے قدرے بالا تھین۔ نیز اُس کی اکثر تصانیف ہیئت ریاضی تاریخ آثار وغیرہ جیسے علوم مین تھین جن کے سمجھنے اور قدر کرنے والے ہمیشہ کم ہوئے ہین۔ بدین وجہ بیرونی کے فضل وکمال کا شہرہ زیادہ مدت تک برقرار نہ رہا۔ عہد مابعد مین جب مسلمانون پر علمی جمود کا عالم چھایا اور اجتہادِ فکر کی جگہ تقلیدِ محض نے لے لی تو متاخرین کی ناقدرشناسی اور مذاق علمی کی تبدیلی کی بدولت بیرونی کا کوئی نام لیوا نہ رہا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جس دور سے بیرونی تعلق رکھتا تھا اُس مین بھی اُس کی شہرت کی یہی کیفیت تھی۔ نہین بلکہ اُس دور کے لوگ ایسے متبحر کی پوری قدر جانتے تھے۔ اس زمانے کی صدائے علمی دلفریب تھی یعنی علمی ترقی تھی اور جو شخص ترقی علم مین اپنی سعی وجہد مبذول کرتا تھا، دنیا اُس کی قدر ومنزلت کا کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھتی تھی۔ بیرونی کی کتابون کی فہرست پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ مسائل حکمت مین وہ قریب وبعید کا مرجع بنا ہوا تھا۔ ممالک اسلام کا کیا ذکر ہند اور کشمیر کے علما حل مسائل کے لیے اُس کی طرف رجوع کرتے تھے ایسی بہت سی کتابین ہین جن کو مختلف فضلا کی فرمایش سے جو متفرق مقامات کے رہنے والے تھے تالیف کیا ہے۔ ان سب باتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس دور ترقی مین اُس کی شہرت دنیائے تمدن مین چار سو پھیل گئی تھی۔

بیرونی کے شاگرد امام حکیم لبیبی سے ایک روایت منقول ہے جو بیرونی کے فاضلانہ طرزِ تحریر پر گہری روشنی ڈالتی ہے۔ یہ روایت لبیبی نے اپنے اُستاد کی کسی کتاب کے حاشیہ پر لکھ دی تھی۔

"ہمارے اُستاد شیخ رئیس کی عادت یہ تھی کہ جب وہ اپنی کتابون مین کسی علمی چیز کا ذکر کرتا تھا تو اُس کی مثال نہین لاتا تھا اور اگر مثال دیتا بھی تھا تو ایسے مغلق اور فصیح الفاظ مین کہ اُس کا سمجھنا دشوار ہوتا تھا مین نے اس کا سبب دریافت کیا تو اُستاد نے کہا کہ مین اپنی تصنیفات کو مثالون سے اس لیے خالی رکھتا ہون تا کہ اُن امور مین غور کرنے والا، جو مین نے ان تصنیفات مین ودیعت کی ہین، خوب کوشش کرے اور اُس مین اجتہاد اور کوشش کا مادہ ہو اور علم دوست ہو جس شخص کی یہ شان نہ ہو مین اُس کی پروا نہین کرتا۔ وہ سمجھے یا نہ سمجھے میرے نزدیک برابر ہے"

اگرچہ یہ روایت بیرونی کی مخصوص معرکۃ الآرا تصانیت کے متعلق صحیح ہے (اور اعلیٰ علمی تصانیف کے متعلق یہ شکایت ہمیشہ کی گئی ہے) لیکن اس کا اطلاق اُس کی کل تصانیف پر نہین کیا جا سکتا۔ بہت سی کتابین (مثلاً "مبادی الہیئت" "کتاب التفہیم") اُس نے سہل پیرایہ مین مبتدیون کی استعداد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھی ہین اور دقیق مسائل کو نظر انداز کر کے اصلی اور ابتدائی باتون کو وضاحت اور مثالون کے ساتھ سمجھایا ہے۔ مثلاً کتاب التفہیم کو لیجیے۔ اُسے پڑھ کر یہ خیال کرنا دشوار ہے کہ اس کا لکھنے والا القانون مسعودی کا مولف ہے۔ اول الذکر کتاب مین اس کثرت سے شکلون اور نقشون سے کام لیا گیا ہے جیسا کہ فی زمانا

اعلیٰ درجے کی ابتدائی کتابون مین دستور ہے۔ برخلاف اس کے قانون مسعودی
مین نہایت ضروری اشکال ہندسی کا استعمال کیا ہے۔ اسی طرح پر مضامین کا
بھی قیاس کر لیجیے۔ قانون مین مجرد اصول بیان کیے گئے ہین اور وہ بھی نہایت
ایجاز کے ساتھ۔ اس کتاب کے پڑھنے والے کے متعلق بیرونی یہ فرض کر لیتا ہے
کہ وہ اس فن کا ماہر ہے۔ لیکن کتاب التفہیم مین محض اصول ہی نہین بتائے
جاتے بلکہ اُن کو مثالون شکلون ہر طرح سے پڑھنے والے کے، جسے مصنف اس
فن کا مبتدی فرض کرتا ہے، ذہن نشین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بلا شبہہ بیرونی کا رجحان طبع زیادہ تر علوم حکمت کی جانب ہے لیکن خالص
ادبی دلچسپیان بھی اُس کے دائرۂ تبحر سے خارج نہین۔ ہزل و سخف مین اُس کی
متعدد تصانیف ہین۔ فن شعر کے متعلق ایک مستقل تالیف ہے اور ناظرین کو خیال
ہوگا کہ ابی تمّام کے (جو شعرا مین بیرونی کا سب سے عزیز شاعر معلوم ہوتا ہے) اشعار
کے متعلق بھی دو کتابین ہین۔ نیز خالص ادبی فضل کی کیفیت کا اس سے اندازہ
ہو سکتا ہے کہ جابجا عبارت مقفیٰ اور فقرے متوازن ہوتے ہین۔ الفاظ
کی موزونیت کی (بقول مستشرق زاخو) یہ حالت ہے کہ جو لفظ جہان استعمال کیا
ہے، وہان دوسرا لفظ اُس کی جگہ جوڑ نہین کھاتا۔ اختصار اور ایجاز کا حال اوپر
لکھا جا چکا ہے۔ مناسب اشعار بھی کبھی کبھی دوران تحریر مین قلم سے نکل جاتے
ہین اور برمحل کلام مجید کے حوالجات بھی بے تکلف شامل تحریر پائے جاتے ہین
یہ تمام امور بیرونی کی عربی زبان کی انشا پردازی کا کمال ظاہر کرتے ہین۔ البتہ
سخت ظلم ہوگا اگر انشا پردازی کا اندازہ ایسی علمی کتابون سے کیا جائے جیسے

قانون مسعودی، جہاں مضامین کی نوعیت خود انشا پردازی اور رنگینی تحریر کی مانع ہے۔

اب ہم بیرونی کے فضل و کمال کے مختصر بیان کو ختم کر کے اُس کے اخلاق و عادات کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ بیرونی کی تصانیف سے ظاہر ہے کہ وہ ایک بے تعصب، صلح کل آزاد مشرب اور بالاے ہمہ حق پرست حکیم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس کے حلقۂ احباب میں مختلف مذاہب کے لوگ شامل تھے جن کے میل جول سے وہ علمی فائدہ اُٹھاتا تھا۔ آثار اور الہند کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی، یہودی، زردشتی، صوفی، ہندو پنڈت غرض ہر قوم اور مذہب کے لوگ، جن سے اُسے دوران سیاحت میں واسطہ پڑا، اُس کے دوست تھے اور اس کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ بیرونی کے مذاق فطری کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ دوستی بالعموم بربناے علم و حکمت ہوتی تھی۔ بیرونی کی طبیعت میں ظرافت کا مادہ بھی پایا جاتا ہے، لیکن اُس کا مذاق سنجیدہ ہے اور ہجو ملیح ہوتی ہے۔

بیرونی بلاشبہ آزاد مشرب اور روشن خیال حکیم تھا، لیکن حاشا وہ قیود مذہب سے آزاد یا عقائدِ ملت سے منحرف نہ تھا، بلکہ اس کے برخلاف جا بجا اس کی قوی مذہبیت اور حسن عقیدت کے علامات نظر آتے ہیں۔ کلام مجید کے حوالجات جس سہولت سے وہ پیش کرتا ہے، اُس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قرآن شریف پر وہ عبور رکھتا تھا۔ سمت قبلہ کی تحقیق کے متعلق نصف درجن رسائل کا تحریر کرنا دوسری دلیل اُس کے جوش ملی کی ہے۔

یہ ناممکن تھا کہ بیرونی جیسا ذکی الطبع اور عمیق النظر حکیم عقل انسانی کی حدود

اور مذہب الٰہی کی برتری سے ناآشنا رہتا۔ تاریخ اسلام میں بیرونی سے بہت پہلے عقل و مذہب کا معرکہ شروع ہو گیا تھا اور بہت سے ایسے اہل خیال پیدا ہو گئے تھے، جو عقل کو بے جا فضیلت دینے اور مذہب کو عقل انسانی کی ماتحتی پر مجبور کرنے پر مصر تھے۔ بیرونی اُن اہل خیال کے دائرہ سے خارج ہے۔ وہ سب سے پہلے اس بات کا قائل ہے کہ مذہب الٰہی عقل کا مخالف نہیں ہو سکتا لیکن اُسے اس سے انکار ہے کہ انسانی عقل ہمیشہ صحیح مسلک اختیار کرتی اور تعقل و تخیل کی غلطیوں سے مبرّا رہتی ہے۔ لہٰذا اُس کا عقیدہ یہ ہے کہ مذہب الٰہی کو صحیح مان کر اپنی عقول کو مسائل الٰہی کا تابع رکھنا چاہیے اور اگر کبھی اتفاقاً ایسے امور نظر آئیں جو ہماری عقل سے مطابق نہ ہوں تو اُن کا انکار نہ کر دینا چاہیے بلکہ جہاں تک ہو سکے فکر و غور سے کام لینا چاہیے۔ بنا بریں خیالات بیرونی ابوبکر بن زکریا الرازی کی بیرون از حد روشن خیالی اور مذہبی آزادی کا مخالف ہے اور اُن تمام لوگوں سے اختلاف رکھتا ہے جو مذہب کو اپنی محدود عقل کا غلام بنانا چاہتے ہیں یا مذہب کو عقل کی مخالف شے تصور کرتے ہیں۔ ایسے خیالات سے وہ پناہ مانگتا ہے۔ اسی طرح وہ اُن لوگوں کا بھی مخالف ہے جو خواہ مخواہ محض جہالت اور تعصب کی وجہ سے عجیب و غریب مذہبی پہلو تراش کر فلسفہ و علوم طبیعی کی مخالفت کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ وہ لکھتا ہے۔

"میرا اس ساری بحث سے یہاں یہ مقصود ہے کہ اُن لوگوں کے خیالات کی تردید کر دوں جو یہ کہتے ہیں کہ فلسفیانہ اور طبیعی اسباب و نتائج قرآن کے بیانات کے خلاف ہیں۔

اور جو کسی فقیر یا مفسر کے قول کی بنا پر کسی امر کی تائید کرنا ضروری جانتے ہین،،

قدیم تذکرہ نویسون کا دستور تھا کہ جب کسی عالم یا حکیم کے حالات لکھتے تو آخر مین اُس کے چند پند و نصائح اور حکیمانہ اقوال ضرور درج کر دیا کرتے تھے شہرزوری اور بیہقی نے بھی ابو ریحان بیرونی کے مختصر تذکرے مین معمول کی موافق یہی اسلوب اختیار کیا ہے۔ ہم بھی تیمناً اُن اقوال کو درج کیے دیتے ہین جنھین مورخین مذکورنے اُس علامہ اجل کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اسی پر ہمارا ختم کلام سمجھ لینا چاہیے۔

بیرونی نے کہا ہے کہ پادشاہون کے لیے بڑی اندیشہ ناک چیز انتقام لے کر سزا دینا ہے۔

بادشاہ کو درویش ہو جانے کا سب لوگون سے کم خطرہ ہوتا ہے لیکن بلا کی کا سب سے بڑھ کر اندیشہ ہوتا ہے، پس اُسے چاہیے کہ نہ بزدلی کرے نہ بخیلی جو چیز اُس کے پاس کم ہوتی ہے نہ زیادہ نہین ہوتی اور جو چیز زیادہ ہوتی ہے کم نہین ہوتی۔

احسان جتانا محسن کے احسان کو باطل کر دیتا ہے۔

ہوشمند وہ شخص ہے جو کل کے امور کی تدبیر آج کرکے بے پروا ہو جائے۔

کسی چھوٹی چیز کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ چھوٹی چھوٹی چیزین

۱۵ بیہقی نے لکھا ہے کہ "مین نے بیرونی کی تصانیف مین سے اکثر اُس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی ہین۔۔۔۔ اور اسکی تصانیف ایک بار شتر سے زیادہ ہین اور اس سعی مشکور مین خدا نے اُس کو توفیق بخشی تھی،، ۱۲

بعض موقع پر مفید ہوتی ہین اور بعض موقع پر اُن کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

وہ امور جو اُنس اور عادت سے جمع ہو جائین اور عام لوگ اُنھین تسلیم کرین اُن کی مخالفت نکرنا چاہیے۔

جو شخص ایسا ہو جو گفتگو سے مودب بن سکتا ہے اُسے تازیلنے اور تلوار سے ادب نہ دینا چاہیے۔

عادات صالحہ علاماتِ خیر ہین۔

ہر روز کے لیے سچائی امر حاضر ہے اور ہر کل کے لیے سچائی وہ ہے جو اُس مین پیدا ہوگی۔

حکما اور علما کے اخلاق کا مطالعہ عمدہ عادتون کو زندہ کرتا اور بدعت کو ہلاک کرتا ہے۔

ضمیمہ

میرے محترم اور شفیق بزرگ محمد الیاس صاحب برنی ایم اے (علیگ) نے مجھے مشورہ دیا کہ قانون مسعودی کے مضامین کی فہرست بطور ضمیمہ شامل رسالۂ ہذا کر دیجائے تاکہ اہل فضل کتاب کے مضامین کی وسعت اور اُس کی خوبیوں سے مطلع ہو جائیں۔ صاحب موصوف کے ارشاد پر کاربند ہو کر فہرست مذکور ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

فہرست مضامین قانون مسعودی

ابواب المقالۃ الاولیٰ

۱	فی الاخبار عن ہیئۃ الموجودات الکلیہ فی العالم بالاجمال والایجاز للتوطیہ۔
۲	فی ذکر الدلائل عن مبادی الصناعۃ بالاختصار۔
۳	فی اقتصاص دوائر السماویہ وصفۃ القابہا للتعریف فی الاستعمال۔
۴	فی تحدید الایام واللیل منہا والنہار۔
۵	فی ذکر الشہور والسنۃ الطبیعیین والوضعیین۔
۶	فی ذکر سنی الامم وشہورہم مرسلہ ومعللہ۔
۷	فی انواع الایام وما یحلل الیوم الیہ وضعًا۔
۸	فی تحویل ہذہ الاجزاء من جنس الی جنس آخر۔
۹	فی جماعات السنین المطلقۃ التی لسبب الکثرۃ وغیرہا۔

ابواب المقالة الثانيه

ابواب المقالۃ الثالثۃ

فذلک عشر باباً۔

ابواب المقالۃ الرابعۃ

ابواب المقالة الخامسة

ابواب المقالۃ السادسہ

ابواب المقالۃ السابعہ

ابواب المقالة الثامنة

٢ في استقبال النيرين واجتماعهما وسائر الاوضاع الحاصلة من بعد بينهما۔

٣ في صفة الكسوفين وتصويرهما والفرق بينهما وبين الاشكال في نور القمر قبل الاستقبال وبعده۔

٤ في ظل القمر وتحديد اوضاعه۔

٥ في الحدود التي يمتنع الكسوف فيما عداها۔

٦ في استخراج قطري النيرين في المنظر وقطر الظل۔

٧ في حساب كسوف القمر (ا) في المقدار المنكسف وتكسيره (ب) في اختلاف الوانه في انخراقه وصورته۔

٨ في اوقات كسوف القمر (ا) في اوقاته بالاطلاق (ب) في احواله القرب لطلوع والغروب۔

٩ في حساب كسوف الشمس (ا) في المقدار المنكسف وتكسيره (ب) في انخراقه وتصويره

١٠ في اوقات كسوف الشمس۔

١١ في ما يذكر من الوان كسوف الشمس۔

١٢ في اشكال ضياء القمر وساعات اضائته۔

١٣ في اوقات طلوع الفجر ومغيب الشفق۔

١٤ في رويت الهلال (ا) في امكان الروية وامتناعها ووجوهها (٢) في سمت الهلال وتربيعه ونصب الترجيح عليه۔

١٥ في منازل القمر وموضعه منها والايام المنازله۔

١٦ في الايام القمرية (ا) في انصاف الايام القمرية (ب) في تداخل الايام واشتراكاتها

۱۷	خیال الکسوفین (۱) فی اتحاد مداری النیرین (ب) فی تساوی مداری النیرین۔

فذلک سبعہ عشر باباً

ابواب المقالہ التاسعہ

۱	فی تنویع الاشخاص النیرہ (۱) فی الفرق من الکواکب الثابتہ و بین السیارہ (۲) فی علۃ تسمیۃ الثابتہ بالثبات۔
۲	فی تقسیم الکواکب الثابتہ اقاماً ذاتیۃ (۱) فی ذکر تفاصلہا بالعظم (ب) فی السحابیات والمجرہ
۳	فی حرکۃ الکواکب الثابتہ (۱) فی ان حرکۃ جمیعہا علی قطبی فلک البروج (ب) فی الحال الکواکب الکائن علی قطر احدی الحرکتین (۳) فی تجدید حرکۃ الکوکب الثابتہ۔
۴	فی تقسیم الکواکب الثابتہ بحسب سکان بقاع الارض (۱) فی احوالہا و القابہا فی عروض البلدان (ب) فیما تغیر من ہذہ الاحوال علی طول الازمنہ وتحدیدما یمکن فیہ قبول التغیر وما لا یمکن فیہ۔
۵	فی اوضاع الکواکب الثابتہ من الشمس و احوالہا۔
۶	فی تشریق الکواکب و تغریبہا
۷	فی حصر الکواکب الثابتہ (۱) فی الصور التی تحویہا (ب) فی اثبات مواضع الکواکب الثابتہ فی الجداول
۸	فی منازل القمر و کواکبہا عند العرب و الہند

ابواب المقالہ العاشرہ

فذلک ثلثہ عشر بابا

ابواب المقالہ الحادیہ عشر

٧	فی تحاویل سنی العالم والموالید وشهورها
٨	فی انتهاآت الموالید وادارتها بالسنین وما دونها
9	فی معرفة النطاقات والتدویر ولوازمها
١٠	فی صعود الکواکب وهبوطها (ا) فی الممرات (ب) فی انواع الاستعلاء الثلثة۔
١١	فی ذکر قرانات الکواکب العلویه
١٢	فی الالوف ونوب الازمنه

فذلک اثنا عشر باباً

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	۶	وجود	وجوہ
״	۱۱	روزپروانہ	روزبروانہ
۱	۱	پرسیکار	پیکار
۲	۵	پتاقی	بتاقی
۴	۱۴	غلیقہ	غلیفہ
۵	۳	کینہ	کیندا
״	۱۰	اسط	بسط
۶	۸	رخصت ہوگئے تھے	رخصت ہوگئے تھے[۵]
۱۱	۹	نظر آئے گی	نظر آئیں گی
״	۱۳	مذاق علمی ہے	مذاق علمی سے
۱۶	۲	اختلاف قرا	اختلاف قر
۲۱	۳	فارابی	فارابیؒ
״	۲	الرازی	الرازیؒ
۲۳	۲	مذاق طب مین روح	مذاق طب کی روح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲	۱۶	کتاب البا	کتاب الباہ
۲۴	۴	بنوامجور	بنوامجور ۲۵ھ
"	۸	زمانۂ خلافت	زمانہ خلافت
۲۶	۱۷	اس نے	واسطے اس نے
۲۷	۱	ابن صائغ	ابن صائع
۲۸	۲	علم پروزی	علم پروری
"	۶	نہوا تھا	نہوا تھا ۳۱ھ
"	۱۳	نکی جاتی	نکی جاتی ۳۲ھ
۳۴	۸	منسوب	منسوب
۳۹	۹	مین .... عاقل	مین بھی مرد عاقل
۴۵	۱	جسد	حسد
"	۳	ابوالخیر الحمار	ابوالخیر الخمّار
۴۹	۷	ستایش گے	ستایش کے
۵۰	۱۹	آنشنا	آشنا
۶۱	۱۸	شمس ہین	شمسی ہین
۶۲	۷	عمر موافق	عمر کے موافق
۷۱	۱۸	اعتذ	اعتذار
۷۵	۱۴	تحقیق نا للهند	تحقیق ما للهند

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۷	۲	من الادباد	من الابعاد
۷۸	۱۶	اپی جعفر	ابی جعفر
۸۱	۶	۶۶-۸۷	۶۶۸۷
۸۲	۳	کر لینے	کر دینے
//	۶	آنے ہین	آئے ہین
۸۳	۵	تتہ	تتبہ
۸۶	۵	ابن الکاسی	ابن الکاشی
//	۱۹	//	//
۸۷	۱	باو	یاد
۸۸	۹	بنت ونفش	بنت وفضل
۹۸	۴	چاہئے	چاہیے
۹۹	۶	مشاہدہ تحقیق	مشاہدہ و تحقیق
۱۰۵	۳	لوگ جو اکثر	لوگ اکثر
۱۰۸	۱۰	کعب الاخبار	کعب الاحبار
۱۱۶	۱۴	گھنٹون	گھٹنون
۱۱۹	۱۸	روزہ رکھنے وا	روزہ رکھتے دیکھا
۱۲۲	۸	بندہ کا نام	بندے کے نام
۱۲۳	۸	تقفی	الثقفی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۵	۳	مزدولہ	مزدولہ
۱۳۱	۱۴	مدد سے مستغنی ہوگیا	مدد سے یہاں تک مستغنی ہوگیا
"	"	پابگل رو	پابگل رہ
۱۳۳	۲	ابو معشر ہلخی	ابو معشر بلخی
"	۱۵	تصانیف میں زیادہ	تصانیف میں زیچ زیادہ
"	۱۶	ساروں	ستاروں
"	۱۷-۱۸	آریابھاسا (جسے ارجاباد کہتے تھے)	آریابھاٹ جسے عرب ارجاباد اور آریابا و کہتے تھے۔
۱۳۴	۲-۳	بیرونی نہ صرف عجوبہ دہر اور فقیدالنظیر ہے	بیرونی نہ صرف تاریخ اسلام میں اعجوبہ دہر اور فقیدالنظیر فرد کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ دنیا کی تاریخ میں اس پایہ کے بہت کم شہرہ پیدا ہوئے ہیں۔
۱۶۷	۴	بیہقی	بیہقی ۵۶۵ھ
۱۷۰	۱۶	انشاالله وال تحقق	انشاالله وان لم تحقق
۱۷۴	۵	من بلہ	من بلہ الی آخرہ